زمانہ لے کے جسے آفتاب کرتا ہے
انھیں کی خاک میں پوشیدہ ہے یہ چنگاری

جنگ آزادی کے

مسلم مجاہدین

حصہ سوم

www.KitaboSunnat.com

از

عزیز الرحمن جامعی، لدھیانوی ثم دہلوی

قیمت چھ روپے

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

غالب کی پریشانیاں اور ۱۸۵۷ء کا المیہ

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

یاد تھیں ہم کو بھی رنگا رنگ بزم آرائیاں
لیکن اب نقش و نگارِ طاقِ نسیاں ہو گئیں

جو ئے خوں آنکھوں سے بہنے دو کہ ہے شامِ فراق
میں یہ سمجھوں گا کہ شمعے دو فروزاں ہو گئیں

بس کہ روکا میں نے اور سینہ میں ابھریں پے بہ پے
میری آہیں بخیہ چاکِ گریباں ہو گئیں

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہو گئیں

یوں ہی گر روتا رہا غالبؔ کہ اے اہلِ جہاں
دیکھنا ان بستیوں کو تم کہ ویراں ہو گئیں

۹ جون

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زمانہ لیکے جسے آفتاب کرتا ہے
انھیں کی خاک میں پوشیدہ ہے یہ چنگاری

جنگِ آزادی کے مسلم مجاہدین

حصہ سوم

از

تالیف و تصنیف

عزیز الرحمٰن جامعی لدھیانوی ثمہ دہلوی

پتہ :- ۵۲۹۶ - کوچہ رحمٰن چاندنی چوک دہلی

بدل اشتراک ۵/ روپے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تفصیل اشاعت

۱۔	کتاب کا نام	جنگ آزادی کے مسلم مجاہدین
۲۔	تعدادِ طباعت	۵۰۰
۳۔	قیمت کتاب	۱۲/- روپے
۴۔	تالیف و تصنیف	عزیز الرحمٰن جامعی لدھیانوی
۵۔	پریس کا نام	اعلیٰ پریس۔ گلی سوداگران۔ بلیماران دہلی
۶۔	چھپوائی ٹائیٹل	تاج پرنٹنگ پریس بلیماران دہلی۔
۷۔	ٹائیٹل صفحات	۱، ۲، ۳، ۴
۸۔	ملنے کا پتہ۔	۵۲۹۶۔ کوچہ رحمٰن۔ چاندنی چوک دہلی ۶ الجمعیۃ بکڈپو۔ قاسم جان اسٹریٹ دہلی ۶
۹۔	صفحات کتاب علاوہ ٹائیٹل	۲۴۰

۱۰۔ عزیز الرحمٰن لدھیانوی ۵۲۹۶۔ کوچہ رحمٰن۔ چاندنی چوک دہلی نے اعلیٰ پریس گلی سوداگران بلیماران دہلی سے طبع کرا کے ۵۲۹۶ سے مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۷۵ء کو شائع کیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

۱۔ نام کتاب	صفحہ	۱
۲۔ تفصیل اشاعت	صفحہ	۲
۳۔ فہرست مضامین	صفحہ	۳
۴۔ حرف مکرر	"	۴،۵،۶،۷۷۸
۵۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی	"	۹
۶۔ ایک عظیم شخصیت چل بسی	"	۱۹
۷۔ حضرت امیر شریعت کی پہلی گرفتاری	"	۲۷
۸۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری	"	۳۷
۹۔ مجاہد اکبر مولانا مدنی	"	۴۵
۱۰۔ مولانا عبید اللہ سندھی	"	۴۹
۱۱ مولانا عبید اللہ سندھی	"	۵۷
۱۲ مولانا ابو الکلام آزاد	"	۶۵
۱۳ مولانا آزاد	"	۸۳
۱۴ مولانا برکت اللہ بھوپالی	"	۸۹
۱۵ علامہ منصور انصاری	"	۱۰۹
۱۶ مولانا فضل الٰہی	"	۱۱۹
۱۷ دار العلوم دیوبند	"	۱۲۳
۱۸ مولانا حسرت موہانی	"	۱۲۶

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۱۹۔	حیات اجمل	صفحہ ۱۴۵
۲۰۔	مولانا مظہر الحق	" ۱۵۴
۲۱۔	رئیس الاحرار مولانا محمد علی	" ۱۶۱
۲۲۔	مولانا احمد سعید	" ۱۷۲
۲۳۔	حضرت مفتی کفایت اللہ	" ۲۰۱
۲۴۔	مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری	" ۲۱۸
۲۵۔	تصدق احمد خاں شیروانی	" ۲۳۱

انتساب

عزیزم بلال احمد کے نام جس کی جدوجہد کوشش کاوش
اور مشوروں کے بعد یہ کتاب آپ کی خدمت میں پیش ہو رہی ہے
برخوردار بلال احمد حضرت عمر بن عبد العزیز کے خاندان کے ہندوستان
میں چشم و چراغ ہیں۔ امید کرتا ہوں کہ قارئین اس انتساب پر مجھے
اور برخوردار بلال احمد کو دعائے خیر میں یاد رکھیں گے۔

آپ کا

عزیز الرحمٰن لدھیانوی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حرفِ مکرر

"انھوں نے اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق مسودے میں نمبر لگا دیئے۔ انھیں کے نمبر لگے شدہ مسودے کو کاتب نے کتابت کر دیا" میں اس ترتیب سے لاعلم تھا۔ بیماری نے جو سات سال گھیرا پیچھا کیا۔ کئی سال تو گھر سے باہر بھی نہ نکل سکا۔ اب جنوری سنہ میں مجھے اللہ کے فضل وکرم سے صحت حاصل ہوئی تو میں زندگی کے معمولات میں شامل ہو گیا۔

۱۰ مارچ سنہ کو میں اس کتاب کی طرف متوجہ ہوا۔ اب جو کتابت میں ترتیب سامنے آئی تو دل بجھ کر رہ گیا اور دماغ ماؤف ہو گیا کہ جن بزرگوں کی خدمت میں نذر عقیدت اس لئے پیش کر رہا تھا کہ عاقبت کا سامان ہو جائے وہی بات اس کتابت شدہ مسودے میں نہ تھی۔ اس لئے قارئین اور اکابرین کے معتقدین اور متوسلین ذیل کی ترتیب کو سامنے رکھیں۔ کتابت ہونے سے پہلے بیمار نہ ہوتا اور مسودات خود کتابت کیلئے دیتا تو اس میں حسب ذیل ترتیب کے ساتھ ان نفوسِ قدسیہ کا ذکر آتا۔

ترتیب حسب ذیل ہے جو کہ میں نے سن کے اعتبار سے مرتب کی ہے۔

۱۔ دارالعلوم دیوبند	قیام		۱۸۶۷ء
۲۔ مولانا برکت اللہ بھوپالی	جد وجہد کا آغاز		۱۹۰۵ء
۳۔ مولانا عبید اللہ سندھی	//	//	//
۴۔ مجاہد اکبر مولانا مدنی	//	//	//
۵ مولانا عبید اللہ سندھی	//	//	//
۶۔ علامہ منصور انصاری	//	//	//
۷۔ مولانا ابو الکلام آزاد	//	//	۱۹۱۰
۸۔ مولانا ابو الکلام آزاد	//	//	//
۹۔ مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی	//	//	//

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۱۰- مولانا ابوالکلام آزاد	پیام		۱۹۱۰ء
۱۱- رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن	جدوجہد کا آغاز		۱۹۱۲
لدھیانوی	"	"	۱۹۱۲ء
۱۲- ایک عظیم شخصیت مولانا حبیب الرحمٰن	"	"	"
۱۳- رئیس الاحرار مولانا محمد علی	"	"	"
۱۴- حضرت مفتی کفایت اللہ	"	"	۱۹۱۸ء
۱۵- سبحان الہند مولانا احمد سعید	"	"	"
۱۶- سید عطاء اللہ شاہ بخاری	"	"	۱۹۲۰ء
۱۷- سید عطاء اللہ شاہ بخاری	"	"	"
۱۸- امیر شریعت بخاری	"	"	"
۱۹- حیات اجمل	"	"	"
۲۰- مولانا مظہر الحق	"	"	"
۲۱- تصدق احمد شیروانی	"	"	"

مجھے امید ہے کہ قارئین جنگ آزادی کے مسلم مجاہدین کو پڑھتے ہوئے میری اس مذکورہ ترتیب کو ذہن میں رکھیں گے اور اب بھی ممکن ہے اگر قاری چاہے تو اسی ترتیب کے ساتھ میری اس کتاب کو پڑھے مجھے بیحد خوشی ہوگی۔

جنگ آزادی کے مسلم مجاہدین کی زندگیاں چار جلدوں میں مرتب کی ہیں، یہ مجاہدین اسلام مقبول بارگاہ خیر الانام ہیں اور محبوب بارگاہ ارحم الراحمین ہیں ان سب کی زندگیاں انسانیت کیلئے مشعل راہ تھیں جو ازل ہی سے فطرت احرار لے کر آئے تھے جن کی ممتاز شخصیتوں میں قلندری و قبا پوشی وضعداری

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چھپی ہوئی تھی۔ جن کا مقصدِ حیات آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی۔ اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جو ہنسی خوشی دار و رسن کو لبیک کہتے تھے جن کے دل میں نورِ ایمانی کی روشنی گم کردہ راہوں کو راہ دکھا رہی تھی۔ جہاں یہ لوگ تھے وہاں دار و رسن کی آزمائش تھی۔ یہ تو وہ تھے جن کے لئے کہا گیا ہے اور سچ کہا گیا ہے۔

ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں
یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

یہ وہ اللہ کے بندے تھے" زمانہ لیکے جیسے آفتاب کرتا ہے۔ ابھی تک خاک میں پوشیدہ ہے یہ چنگاری"۔ کہاں میں اور کہاں ان عاشقانِ پاک طینت کا تذکرہ۔ چہ نسبت خاک را بہ عالمِ پاک۔ اس کے باوجود میری روح میں ایک ولولہ مدت سے پوشیدہ چلا آرہا ہے۔

"کہ زمانہ ان کو حرفِ مکرر کی طرح کیوں مٹا رہا ہے۔ اس لئے میں نے ارادہ کیا کہ قدسیانِ عرشی اور مقامِ سرمدی میں رہنے والوں کا تذکرہ کر کے نذرانۂ عقیدت پیش کروں۔ شاید کہ اللہ کے دربار میں میرا یہ حقیر سا نذرانہ قبول ہو جائے۔ اس ارادے کے ساتھ میں نے ان مجاہدینِ اسلام و وطن کی زندگی کو یکجا و مرتب کیا ہے کیونکہ یہ ہندوستان کے مسلمانوں کیلئے بالخصوص اور ہندوستانی عوام کیلئے بالعموم تاریخ کا یہ وہ بابرکت سرمایہ ہے جس کے پڑھنے سے دلوں میں روشنی، ایمان میں پختگی پیدا ہوتی ہے اور وطن کی جدوجہد میں ثباتِ قدمی کا سبق ملتا ہے۔

جنگِ آزادی کے مسلم مجاہد کی تیسری جلد آپ کے سامنے پیش کرتے ہوئے اپنی بے بسی کا اظہار کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ سنہ [illegible] میں جب میں نے اس کتاب کے مضامین کی ترتیب دی اور ترتیب شدہ مضامین کا مسودہ میں نے اپنے ایک عزیز دوست سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے صاف کرایا میرے وہ عزیز ابھی یہ ترتیب شدہ مضامین صاف ہی کر رہے تھے کہ اچانک شدید بیمار پڑ گیا۔ اس لیے ترتیب شدہ مسودے میں جن اکابرین کا تذکرہ تھا ان کے مرتبہ مقام، جدوجہد کے آغاز کی تاریخ کو دیکھے بغیر مسودہ کاتب کو دیدیا۔ مسودے کی کتابت جن صاحب نے کی ہے انھوں نے بھی مجھ سے رائے لینے کی ضرورت نہ سمجھی اس طرح اس کتاب میں کسی طرح کی کوئی ترتیب قائم نہ رہ سکی جس کے لیے میں شرمندہ بھی ہوں اور معذرت خواہ بھی
مسودات کے بارے میں میرے صاحبزادے بلند اقبال عزیزم بلال احمد نے یہ مشورہ دیا تھا کہ میں تیسری جلد کو بلا تاخیر شائع کردوں کیونکہ نفوس قدسیہ اگرچہ گذر چکے ہیں مگر ان کا زمانہ ہمارے زمانے سے متصل ہے۔ موجودہ نسلیں اگرچہ ان نفوس قدسیہ اور مجاہدین وطن کی جدوجہد سے واقف نہیں ہیں مگر گذشتہ انکے نام اخباروں میں پڑھتے رہتے ہیں۔ کیا عجب ہے کہ آج کا نوجوان مجاہدین وطن کی سرگرمیوں اور کارگذاریوں کو پڑھکر ملک و ملت کیلئے سینہ سپر ہو جائے۔ عزیزم بلال احمد کا یہ بھی کہنا ہے کہ اس کتاب کو پڑھ کر دلوں میں اللہ کا نور اور دماغ میں وطن کا شعور پیدا ہوتا ہے۔ میں نے بھی عزیزم بلال کی اس تجویز سے اختلاف نہیں کیا۔

اس کتاب میں مضمون لکھنے والوں میں ناز انصاری۔ مولانا عبدالباقی مرحوم مولانا نورالہدیٰ مرحوم اور سی۔ ایل کاوش اور دیگر اہل قلم شامل ہیں۔ اس میں میرے مضامین بھی ہیں۔ ان مضامین کے لکھنے میں میں نے الجمعیۃ اخبار ہفت روزہ پیام مشرق روزنامہ ملک و ملت اور ہفت روزہ پرچم ہند کو سامنے رکھا ہے اور مولانا محمد میاں جو مشہور مورخ ہیں ان کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔

عزیز دوست جانباز اور برادرم محترم شورش کاشمیری کے مضامین جو انھوں نے تبصرے اور چٹانوں میں لکھے وہ بھی میرے سامنے رہے ہیں۔

میں نے مذکورہ ماخذات کا اس لئے ذکر کرنا ضروری سمجھا تاکہ ان تمام لوگوں کا شکریہ ادا کرسکوں اگر ان لوگوں کا شکریہ ادا نہ کرتا تو ناسپاسی ہوتی بلکہ ایک قسم کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تاریخی سرقہ ہوتا جسے میں کسی طرح بھی پسند نہیں کرتا ہوں۔ اس کتاب میں بعض جگہ محررین کے نام آگئے ہیں مگر بعض جگہ میں نام اس لیے نہیں لکھ سکا کہ میرے اصل مسودات مسودہ صاف کرنے والے نے ضائع کر دیئے اور اس نے انکی کوئی قیمت نہ سمجھی۔ اس کتاب کو پڑھ کر اگر قاری میری توجہ کسی مضمون لکھنے والے کی طرف کرائے گا تو میں قاری کی تجویز کے مطابق بعد تحقیق و تفتیش آئندہ ایڈیشن میں صاحب قلم لوگوں کے نام مضمون کے نیچے لکھ دوں گا۔ مجھے اس سے بڑی خوشی ہوگی۔ یہ تاریخی سرمایہ نہ میرا ہے نہ ان لکھنے والوں کا جنھوں نے اس طرف توجہ کی ہے بلکہ یہ سرمایہ تاریخی قومی امانت ہے۔ جس کو میں قوم کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف ــــــــــ عزیز الرحمٰن جامعی

مولانا حبیب الرحمٰن

لدھیانوی

ہندوستان اور مسلمان

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شخصی وفا داری ملی وفاداری ۔ قومی وفاداری، وطنی وفاداری کا پیکر خاکی مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی تھے۔ شخصی وفاداری کا معاملہ نہ ہوتا تو وہ شاید بابائے کانگریس مولانا عبدالقادر قصوری کے بعد پنجاب کانگریس کے سر ہوتے اگر شخصی وفاداری یا گروہ کی وفاداری نے انہیں مجلس احرار اسلام سے وابستہ کردیا۔ ملی وفاداری ایسی تھی کہ ہندی مسلمانوں کو انہوں نے مجاہدۂ وطن کا ہمیشہ قائد بنانا چاہا۔ قومی وفاداری ایسی تھی کہ انگریزی سامراج کو اس نے بھی نکنی کا ناچ نچایا۔ حبیب مسلمان کے لئے دولت پانی کی طرح بہائی جارہی تھی اور وطنی وفاداری ایسی تھی کہ شخصی وفاداریں اور پرانی وابستگیاں کو تقسیم ملک کے بعد قربان کرکے دلی میں آباد ہوگئے۔

مولانا لدھیانہ کے رہنے والے تھے۔ ایسے عالم دین کی اولاد تھے جنہوں نے انیسویں صدی میں مسلمانوں کا رشتہ کانگریس سے قائم کرنا چاہا تھا۔ جو ہندو جماعت سمجھی جاتی تھی۔ ان کی کم و بیش ۳۵ سال کی سیاسی قومی زندگی کا گہرا مطالعہ گواہ ہے کہ وہ مجلس خلافت میں ہوں یا مجلس احرار

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں وہ وطن پرور تھے۔ اور اس زمانے میں چونکہ کانگریس ہی وطن پرور تنظیم سمجھی جاتی تھی اس لئے کانگریس ان کی تحریک بن کا نظریہ ان کی طریق کار تھی

مجلس احرار کے لئے مولانا نے اپنی عمر کا عزیز ترین حصہ صرف کیا مجلس احرار کا قیام عجیب حالت میں عمل میں آیا۔ نہرو رپورٹ نے انتخاب جداگانہ اور انتخاب مخلوط کے سوال پر وہ زبردست محاذ قائم کر دیئے تھے۔ انتخاب جداگانہ کے حامیوں کا پلڑا بھاری تھا۔ اور کانگریس کا وہ گروہ جو بعد کو مجلس احرار کا معمار بنا سمجھنے لگا کہ انتخاب مخلوط اور انتخاب جداگانہ کے سوال نے ایسی شکل اختیار کر لی ہے کہ مسلمانوں میں کام کرنا دشوار ہو گیا ہے۔ اس لئے بیچ کی راہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ کچھ ترمیم کی گئی۔ کچھ اضافہ کیا گیا۔ اور بیچ کی جو راہ اختیار کی گئی۔ اس کا نام تھا مجلس احرار اسلام جس کے لیڈر تھے چودھری افضل حق۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا مظہر علی اظہر مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری اور شیخ حسام الدین شعراء کرام محبوب کا سراپا لکھتے ہیں۔ ہم شاعر تو نہیں ہیں، لیکن مجلس احرار اسلام کا سراپا لکھیں تو چودھری افضل حق کو جسم، مولانا حبیب الرحمان کو دماغ مولانا مظہر علی اظہر کو ہاتھ اور مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کو زبان کہیں گے۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے یہ دماغ جس کا نام مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی تھا۔ کانگریس سے دور رہ کر مجلس احرار اسلام کے قیام کو مناسب نہیں سمجھتا تھا۔ مگر وہ جو کہا ہے کہ گروہ سے وابستگی یا شخصی وفاداری، تو اس کا کیا کیا جائے گا۔

مجلس احرار کے قیام کا ایک دلچسپ منظر بھی ہے مجلس خلافت ہی میں ایک پنجابی ٹولی قائم ہو گئی تھی اور جو افراد بعد کو مجلس احرار اسلام کے روح رواں بنے، وہ پنجابی ٹولی کے بھی روح رواں تھے۔ مولانا ظفر علی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کو پنجابی لوٹی رپہ سبیل طشتر نہیں ، یہ سبیل واقعہ لکھا گیا ہے ، کا روحانی باپ کہنا چاہیئے۔ مولانا عبدالقادر قصوری بھی اس گروہ کے بزرگ تھے۔ لیکن روحانی باپ مولانا ظفر علی خاں ہی تھے۔ جن کا قلم پر طلوع صبح کے ساتھ ایک نئی سیاست کی تخلیق کرتا تھا۔ مولانا ظفر علی خاں کی اہمیت یہ بھی تھی کہ مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی انہیں اپنا حریف سمجھتے تھے۔ حالات کا اتار چڑھاؤ ایسا تھا۔ کہ مولانا ظفر علی خاں کی گھریلو محبت پسندی نے کچھ بدگمانیاں کچھ کھچاؤ کچھ تناؤ پیدا کیا۔ اتنے میں کراچی میں آل انڈیا کانگریس کا سالانہ اجلاس ہوا۔ اور کانگریس کی جو مجلس عاملہ بنی اس کے ایک ممبر ڈاکٹر شیخ محمد عالم موجود تھے۔ خیال تھا کہ چودھری افضل حق مجلس عاملہ کے ممبر بنیں گے یا کوئی ایسے صاحب ممبر بنیں گے۔ جنھیں پنجاب کے کانگریسی مسلمانوں کی اکثریت کی تائید ہوگی۔ یہ واقعہ بہرحال مجلس احرار کا ایک فوری سبب تھا۔ بنیادی سبب تو یہ تھا کہ پنجاب کا ایک فعال گروہ ہندوستان کی انقلابی جدوجہد میں ایک خاص انداز سے حصہ لینا چاہتا تھا۔ اور جب وہ اپنی منشا کے مطابق حصہ نہ لے سکا تو مجلس احرار کا قیام عمل میں آگیا۔

یہ کم و بیش بتیس سال پہلے کی بات ہے۔ اس کے بعد مجلس احرار کی سیاست میں توازن پیدا کرنا۔ اسے افراط و تفریط سے بچانا۔ ہندی مسلمانوں کی بھی خدمت کرنا اور وطن کی خدمت کرنا۔ مولانا حبیب الرحمٰن کا کام تھا۔ نہایت نازک مقامات سے مجلس احرار گذری، لیکن چودھری افضل حق کی وفات کے بعد مجلس کو تلوار کی دھار پر سے چلنا مولانا حبیب الرحمٰن اور مولانا مظہر علی اظہار کا مخصوص حصہ تھا۔

دنیا جانتی تھی کہ مولانا حبیب الرحمٰن مولوی تھے۔ پابند شریعت تھے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

لیکن ان کے تعلقات غیر مسلموں سے اتنے وسیع تھے کہ شاید اس دور میں رفیع احمد قدوائی ہی کے ہوں۔ جو مولوی نہیں تھے۔ انقلاب پسند ان کے ارادت مند، دہشت پسند ان کے گرویدہ، کمیونسٹ اور سوشلسٹ ان کے مداح، سکھ ان کے نام لیوا۔ ان کی نجی صحبتوں میں ایسے ایسے لوگ دیکھے جن کی شان نزول عموماً سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ کسی کا مقدمہ سازش ہے۔ کسی کی جائداد قرق ہو رہی ہے۔ کسی کی جوان بہن گھر میں بیٹھی ہے۔ کسی کو جاسوس تنگ کر رہے ہیں۔ کسی کو مقدمہ کی پیروی کے لئے وکیل نہیں ملتا۔ اور تقسیم ملک کے بعد شرنارتھیوں کو مکان نہیں ملتا۔ مولانا حبیب الرحمان سب کی سنتے تھے۔ تسلی دیتے تھے۔ بہت کچھ کرتے بھی تھے۔ ان کی باتیں ہر زخموں کے لئے بجائے خود مرہم ہوتی تھیں۔

بات یہ نہیں ہے کہ مولانا کے سیاسی حریف نہیں تھے۔ یا خود مولانا ایسے نہایت یا درویش تھے کہ سیاسی حریف نہیں پیدا کر سکتے تھے۔ لیکن ان کا انداز اس قدر نیازمندانہ اور مخلصانہ تھا کہ مخالفین ہوئیں بھی تو حد اعتدال میں رہیں۔ تقسیم ملک کے بعد دوران قیام دلی میں بھی سیاسی و نیم سیاسی گروہوں سے اختلاف تو تھے۔ مولانا کے پیچھے کارکنوں اور رضاکاروں کی کوئی فوج نہیں تھی۔ سرمایہ بھی نہیں تھا۔ لیکن کام کرنے کا ایک سلیقہ ضرور تھا۔ کہ جہاں بڑے بڑے لیڈر ناکام رہتے ان کے حصہ میں کامیابی آتی تھی۔ حالانکہ وہ دلی میں گوشہ نشین تھے۔ بس کوچہ رحمان تھا اور ان کا مکان۔ بس ملا کی دوڑ مسجد تک تھی۔ مولانا کی سیاست اور طریقہ کار سے سو فیصدی اتفاق کرنا ضروری نہیں ہے لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ کام کرنے کا ایک ڈھنگ تھے۔

www.KitaboSunnat.com

مجلس احرار کی تحریک کشمیر کو بھی تاریخی اہمیت حاصل ہے۔ مولانا بھی اس تحریک کے رہنماؤں میں تھے۔ کم و بیش ساٹھ ہزار انسانوں کو انہوں نے جیل میں بھجوا دیا تھا۔ اس زمانہ میں شیخ عبداللہ کا بڑا نام تھا۔ جموں و کشمیر میں ان کے صرف ایک حریف تھے۔ جن کا نام میر واعظ تھا۔ لیکن وہ بھی برائے نام ہی تھے۔ اس زمانہ میں مولانا نے لاہور کے دو چار ممتاز ایڈیٹروں کے سامنے ایک رائے ظاہر کی تھی۔ اس رائے سے صرف ایک ایڈیٹر نے اتفاق کیا تھا۔ باقی ایڈیٹر سخت بیزار اور برہم تھے۔ اس کے بعد شیخ صاحب کی قیادت نے آسمانوں سے باتیں کیں وہ پنڈت نہرو کے ہمسفر بھی ہوئے۔ ہندوستان سے الحاق کشمیر کی انہوں نے تحریک بھی کی لیکن مولانا نے تیس پینتیس سال پہلے جو رائے ظاہر کی تھی اس پر سختی سے قائم رہے۔ یہ ان کی بصیرت تھی کہ معاملات کے بارے میں وہ برسوں پہلے ایک رائے قائم کر لیتے تھے۔ اور وہ صحیح ثابت ہوتی تھی۔ سیاست دانوں میں ایسی بے خطا بصیرت ہم نے کم کم دیکھی ہے۔ آزادیٔ کامل کے سوال پر مہاتما گاندھی اور پنڈت جواہر لال نہرو میں جب اختلافات پیدا ہونے لگے۔ تو ۱۹۲۹ء میں مولانا نے پیش گوئی کی تھی کہ گاندھی جی کو یا تو پنڈت جی سے سمجھوتہ کرنا پڑے گا یا پنڈت نہرو کی قیادت میں ایک متوازی کانگریس قائم ہو گی۔ گاندھی جی نے واقعی پنڈت نہرو سے سمجھوتہ کیا بلکہ رہنمائی کی لگام پنڈت نہرو کے ہاتھوں میں دیدی۔

خاص بات یہ تھی کہ مولانا کی سیاست نئے زمانہ کی سطحی سیاست نہیں تھی۔ بلکہ اس کی جڑیں ان کی روحانیت اور مذہبیت میں پیوست تھیں۔ حالات نے مساعدت نہ کی۔ ورنہ شری اروبندو گھوش اگر پانڈیچری میں آشرم قائم کر سکتے تھے۔ تو مولانا بھی لدھیانہ، لاہور یا دہلی میں ایک روحانی مرکز قائم کر سکتے تھے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تو مولانا بھی لدھیانہ۔ لاہور یا دلی میں کسی روحانی مرکز قائم کر سکتے تھے۔ روحانیت یا مذہبیت کو زندگی کا مرکزی نقطہ مان کر ایک نظام کی تشکیل کرنا امام الہند اور شیخ الاسلام کے بعد ہم نے مولانا حبیب الرحمٰن ہی میں دیکھا۔ جب اواخر زندگی میں دلی ان کے لئے کوئی روحانی ماحول پیدا نہ کر سکی۔ تو انہیں حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری سے تسکین ملی۔

تقسیم ملک مولانا کے لئے ایک صبر آزما امتحان تھا۔ ان کا آبائی وطن اگرچہ لدھیانہ تھا۔ لیکن سیاسی اور سماجی وطن لاہور تھا۔ زندگی کے ساتھی لاہور میں تھے جن کے لئے مولانا نے اپنے عزیز ترین مقاصد زندگی میں ترمیم کی تھی۔ ان کے لئے یہی ممکن تھا کہ وہ لاہور کو اپنا وطن بناتے۔ آخر شیخ حسام الدین امرتسر سے مغربی پاکستان میں منتقل ہو ہی گئے تھے۔ لیکن مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی سے یہ نہ ہو سکا۔ اندر وہ دلی آ گئے۔ ملی جلی زندگی کے جو خواب انہوں نے دیکھے تھے۔ وہ پاکستان میں کیا پورے ہوتے۔ اس خواب کی تعبیر اگر ہو سکتی تھی تو ہندوستان ہی میں ہو سکتی تھی۔ اس لئے وہ دلی آ گئے۔ اور کوچہ رحمان کے ایک مکان میں رہنے لگے۔ مجلس احرار کے خون کی گرمی ان کی بوڑھی رگوں میں بھی دوڑتی رہی، لیکن اب آزادی کے بعد ترقی و تعمیر کا زمانہ تھا۔ اس لئے گرمی میں ٹھنڈک آنے لگے۔ خون کی گردش امتزاج پانے لگیں۔

حق گو بہت ہیں۔ لیکن مولانا حبیب الرحمٰن کی حق گوئی اپنی مثال آپ تھی۔ پنڈت جواہر لال نہرو ہوں۔ یا مولانا ابوالکلام آزاد یا ملک خضر حیات خاں نواب سر سکندر حیات یا میاں سر فضل حسین جہاں حق بات کہنے کی ضرورت ہوتی۔ بے تامل کہتے۔ پیری میں ناصح مشفق بن جانا آسان ہے۔ اس لئے کہ سن و سال کا سب ہی احترام کرتے ہیں۔ لیکن مولانا نے بڑے بڑے لیڈروں بڑے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بڑے سرکاری منصب داروں کو اس وقت ٹوکا اور تنبیہ کی جب وہ بوڑھے نہیں تھے۔ اور ان کے مخاطب بھی بوڑھے نہیں تھے۔ موت سے پہلے پنڈت نہرو سے مسلمانوں کے مسائل پر انہوں نے جرأت کا نہ گفتگو کی شاید کوئی کر سکتا۔ اور پنڈت جی نے اپنے روایتی غصہ کے باوجود ان کی باتیں ٹھنڈے دل سے سنیں۔

ایک بات ہم نے ہمیشہ محسوس کی۔ پنجابیوں کی انفرادیت پسندی کا شاید ہندوستان میں کوئی جواب نہیں ہے اس حد سے بڑھی ہوئی انفرادیت کے باوجود اور جزوی دنیاوی اختلافات کے باوجود احراری دوستوں سے جس طرح برتاؤ کیا۔ وہ ایک غیر معمولی بات ہے۔ پھر یہ کہ ان کے احراری دوست کوئی ایسے ویسے نہیں تھے۔ اپنے اپنے وقت کے خطیب شہیر، اور دنیا کو ناچ نچانے والے تھے۔ کمال یہ تھا کہ خود مولانا میں غضب کی انفرادیت تھی۔ پھر بھی دوستوں سے ان کی نبھ گئی۔ اور اس کے باوجود نبھ گئی کہ انہیں اپنے ساتھیوں سے اکثر موقعوں پر اختلاف کرنا پڑا اپنے ساتھیوں کا ساتھی اور مخلص نکتہ چین بن کر گذارنا کوئی مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی سے سیکھتا۔

دنیا کا کوئی باپ ایسا ہے جو اپنے بچوں سے مانوس نہ ہو۔ مولانا بھی اپنے صاحبزادوں سے مانوس تھے۔ ان کے صاحبزادوں کی تربیت بھی ان کے ماحول میں ہوئی۔ مولوی عزیز الرحمٰن حامی آج ایک کامیاب مولف اور ایک کامیاب تعلیمی ادارے کے نگران اول ہیں۔ بڑے صاحبزادے مولوی خلیل الرحمٰن ایک اور صاحبزادے جو دیوبندی عالم ہیں پنجاب میں مفید کام کر رہے ہیں ایک صاحبزادے سرکاری محکمہ سے وابستہ ہیں۔ علم طور پر لیڈروں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

کھنا خاندان لیڈر کی موت کے بعد بکھر جاتا ہے۔ یا منتشر ہو جاتا ہے۔ لیکن مولانا کا خاندان ان کے بعد بھی متحد زندگی بسر کر رہا ہے اور جسے دیکھ کے مولانا حبیب الرحمٰن کا حقیقی نمونہ معلوم ہوتا ہے۔ وہی لب و لہجہ جو مولانا کا تھا وہی انداز بیان جو مولانا کا تھا اور کردار کی بو مولانا سے ملتا جلتا ہے۔

مولانا کا انتقال دہلی میں ہوا۔ میں لاہور سے میدان کا انتقال ہوا جہاں لاکھوں کے مجمع کو بار بار انہوں نے مخاطب کیا۔ جہاں رجعت پسندوں کو غصہ ظلم کو للکارا۔ جہاں باطل کو بہم شکستیں دیں لاہور یا لدھیانہ میں بھی جانے والے قافلہ کے ذریعہ اذن کی کمی نہ تھی۔ لاکھوں نہیں تو ہزاروں ہندو مسلمان اور سکھ ان کے جنازے کے جلوس میں شریک ہوئے۔

ضرورت ہے کہ مولانا کے حکیمانہ خطبوں کو کتابی شکل میں مرتب کیا جائے۔ ان کے لائق فرزند مولانا عزیز الرحمٰن نے اس پر توجہ کی ہے۔ لیکن زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔

---

www.KitaboSunnat.com

ایک عظیم شخصیت

چل بسی

رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی

وفات پر

پیغام تعزیت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مرحوم نے مجھے ملاقات کے لئے دہلی آنے کی دعوت دی اس سے قبل مجھ سے مولانا کو کوئی تعارف نہ تھا۔ بجز اس کے کہ انہوں نے بعض اخبارات میں میرے چند مقالات پڑھے تھے۔ اس طرح میں نے بھی مولانا مرحوم کے وہ مقالات دیکھے تھے جن میں مصر کی زبردست حمایت کرتے ہوئے ان تمام شبہوں کو دور کیا گیا تھا۔ جو ہندوستان میں بعض لوگوں نے مصر اور مصر کے قائد جمال عبدالناصر کے خلاف مسلمانوں میں پیدا کر دیئے تھے اور متحدہ مصر و شرق جمال عبدالناصر کے موجودہ اقدام کو زبردست خراج تحسین ادا کیا گیا تھا۔

مولانا مرحوم کی تحریر میں جذبہ ایمانی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا ہم ایک دوسرے سے دور تھے لیکن ان مقالات کے ذریعہ ہمارے درمیان ایک رابطہ پیدا ہو گیا۔ مرحوم کے مقالات پڑھنے کے بعد میرے دل میں ملاقات کا شوق بڑھا۔ اسی وقت دہلی حاضر ہونے کا ارادہ کیا لیکن لکھنؤ اور مراد آباد کے سفر درپیش تھے اس سلسلے میں یہ ارادہ مؤخر کر دینا پڑا۔ لکھنؤ کے سفر سے واپسی پر میں فوراً ہی دہلی آیا۔ اور اس مرد مومن سے ملاقات کی جب میں مولانا مرحوم سے ملا تو اب محسوس ہوا کہ دو دوست مدت سے بچھڑے ہوئے آپس میں مل رہے ہیں جو زندگی کے مختلف مراحل میں ساتھ رہ چکے ہیں زمانہ کے واقعات سے مولانا مرحوم کے فکر و عمل میں کوئی کمزوری پیدا نہیں ہوئی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بلکہ انہوں نے اپنے تجربات اور تفکر و عمل سے ان میں مزید اضافہ کیا۔ اور ہر مسئلہ پر قوت ایمانی اور دور اندیشی سے کام لیا۔ مولانا کی قوت گویائی سے یہ محسوس نہیں ہوتا تھا کہ وہ ایک چونسٹھ سالہ بزرگ ہیں جن کی زندگی کا تقریباً ایک حصہ جیل کی اندھیری کوٹھڑیوں میں گذرا ہے۔ اور جس نے مجاہدین وطن کے ساتھ جہاد حریت میں زبردست حصہ لیا ہے۔ بلکہ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ایک نوجوان ہے جس کی رگوں میں جوانی کا خون کھول رہا ہے۔ انہوں نے اپنی گفتگو میں جس جوش کے ساتھ مصر اور مصر کے قائد جمال عبدالناصر کی تائید کی اس [illegible] ان کے کمزور بدن کا خون ہونے لگتا تھا۔

مولانا نے بڑے جوش سے کہتے فرمایا کہ جمال عبدالناصر اس وقت مشرق کو بیدار کر دینے میں جو پارٹ ادا کر رہے ہیں وہ ان کا زبردست کارنامہ ہے۔ مشرقی اقوام کا فرض ہے کہ وہ مصر کے ساتھ ہو کر اس کی آزادی اور خود مختاری کیلئے پوری جدوجہد کریں۔ مولانا نے ہندوستان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہندوستان آزادی کا عقیدہ رکھتا ہے اپنی آزادی کے ساتھ دوسروں کی چاہتا ہے۔ اس لئے وہ مصر کے اس باعزت اقدام کا زبردست حامی ہے۔

مولانا نے ایسے لوگوں پر بڑے افسوس کا اظہار کیا جو ہندوستان اور مصر اور اس کے قائد جمال عبدالناصر کے خلاف غلط افواہیں پھیلاتے ہیں اور ان سے مسلمانان ہند پر برا اثر لیتے ہیں۔ نیز فرمایا کہ ایسی غلط افواہوں کی تردید اور صحیح حالات سے باخبر کرنے کے لئے مناسب اقدام کی ضرورت کا احساس دلایا۔ نہر سویز پر سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے اس طرز عمل پر انتہائی برہمی کا اظہار کیا جو انہوں نے جمال عبدالناصر اور مسئلہ سویز پر اختیار کیا۔

ابوالاعلیٰ مودودی کو جب لاہور کے اس جلسہ میں جو مصر کی تائید کے سلسلہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں کیا گیا تھا گیا تو انہوں نے شرکت کرنے سے انکار کر دیا۔ اس مردِ مجاہد کی زبان سے یہ الفاظ سن کر میں بھی بہت دل برداشتہ ہوا اور ایسے لوگوں کے طرزِ عمل پر سخت غصہ آیا جو خود اسلام کے دعویدار ہیں۔ اور دوسروں کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔ لیکن خود یہ نہیں جانتے کہ جو لوگ اس وقت مصر کے ساتھ تعاون کرنے سے گریز کر رہے ہیں۔ جو مغرب کے نظام کا شکار ہو رہا ہے اور مغربی ظلم و استبداد کے خلاف آواز بلند کر رہا ہے [illegible] میں اسلام کیا حکم رکھتا ہے۔ کیوں لوگ مصر جو ایک اسلامی اور مشرقی [illegible] کے مقابلہ میں مغربی ممالک کے ساتھ تعاون کر رہے ہیں۔

مولانا مرحوم نے ان امور کی طرف بھی توجہ دلائی جو مصری سفارتخانہ کی طرف سے انجام پانے چاہئیں۔ اور جن سے مسلمانانِ ہند کے دلوں میں بیٹھے ہوئے غلط شبہات دور ہوں۔ اور وہ صحیح صورتِ حال سے باخبر ہو سکیں۔ یعنی مصری سفارتخانہ کو اردو زبان میں ادب اور لٹریچر شائع کرنا چاہیئے۔ جسے ہندوستان کے عوام ہندو مسلم جو انگریزی زبان سے ناواقف ہیں۔ پڑھ سکیں۔ اسی طرح تعلیمی اداروں اور دیہات و قصبات میں بھی لوگوں کو صحیح معلومات بہم پہونچانی چاہیئے۔ مولانا نے اس پر انتہائی تعجب کا اظہار فرمایا کہ امریکہ برطانیہ حتی کہ اسرائیل کی نظر میں اردو دانوں کی اس قدر اہمیت ہے۔ کہ وہ ان کے لئے اردو زبان میں پروپیگنڈہ کرنے کیلئے رسالے اور مختلف قسم کے پمفلٹ وغیرہ شائع کرتے ہیں۔ لیکن تعجب ہے کہ مصر اس پر کوئی توجہ نہیں دیتا۔

اس غیور مردِ مجاہد کے خیالات میں میں نے اپنے خیالات سے پوری مطابقت پائی اور مجھے اس جوان ہمت بزرگ میں مصر کے لئے زبردست جد و جہد و اخلاص نظر آیا۔ میرے دل میں ان کے احترام و محبت نے جگہ کر لی۔ اور مصر کا مولانا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے وہ خیالات کبھی صیغہ ذہن میں گھومنے لگے۔ جو انہوں نے اخبارات و رسائل میں کبھی معری کر چھپانے کیلئے نہیں۔ بلکہ محض اپنے سچے جذبات کے ماتحت تحریر فرمائے تھے۔ ان میں نہ کسی داد و دہش کی تمنا تھی۔ نہ کسی سے داد و تحسین کی خواہش تھی۔

مرحوم نے ہندوستان کے متعلق اپنا خیال فرماتے ہوئے کہا کہ۔ ان کا نظریہ ہے کہ ہندوستان میں تمام لوگ بلا تفریق مذہب وملت صرف اس بنیاد پر کام کریں کہ وہ ہندوستانی ہیں۔ اور ہندوستانی ہونے کی حیثیت سے وطن کی تعمیر کریں۔ مذہبی بنیادوں پر چلنا۔ ان کا طرز نہیں۔ مولانا کی گفتگو اور خیالات میں مجھے ایک بہت کامادر پر مغرور آزمودہ شخص کی تصویر نظر آرہی تھی۔ اس پر مستزاد مسیحی کی رائے تھی کہ ملک کی قسمت صرف اسی صورت میں جاگ سکتی ہے جب کہ مذہبی تفریق کو ملکی مسائل و باشندگان ملک کے باہمی تعلقات میں دخل نہ ہو۔ کیونکہ ہندوستان میں مذہبی بنیادوں پر متحد ہونا ملک کی وحدت کو ختم کرنے کے مترادف ہے۔ اس طرح سے یہ وحدت اختلافات کی آگ میں ذرے بن کر اڑ جائے گی۔ یا خون کی ندیوں میں بہہ جائیگی۔ اس لئے ہندوستان میں ایک مذہب نہیں ہے۔ بلکہ یہاں مختلف عقائد و خیالات کے لوگ رہتے ہیں۔ ان کے اتحاد میں مذہبی تفریق کا دخل ملک کے لئے خطرناک ہے۔

دوران گفتگو اس نوجوان ہمت برتنے کا جوش باوجود بیماری اور کمزوری کے برابر بڑھ رہا تھا۔ اور وہ جذبہ کے ساتھ کہہ رہے تھے۔ کہ جلالۃ عبدالناصر اس وقت علاوہ سامراجی طاقتوں کے پورا مشرق بلکہ پوری آزادی پسند قوم فخر کر رہی ہے۔ درحقیقت یہ خداوند کریم کی قدرت کا ایک مظہر ہے۔ کہ اس عظیم کام کا بیڑا ایک نوجوان نے اٹھایا ہے۔ جس کی عمر چالیس سال سے زیادہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

نہیں ہے۔

مولانا کے ان پرجوش الفاظ نے بہت گہرا اثر کیا۔ میں دل ہی دل میں سوچ رہا تھا۔ کہ اب مجھے ایک زبردست انسان کی رفاقت حاصل ہو گئی ہے۔ مولانا نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں مصر کیلئے بہت کچھ کرنا چاہیے اس کام کو انجام دینے کے لیے ضروری ہے۔ کہ آپ ہر ہفتہ دہلی آئیں۔ تاکہ اس سلسلہ میں مناسب اور موزوں اقدام کیا جائے۔ کیونکہ مسئلہ سوئز صرف مصر ہی کا مسئلہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ ہر آزادی پسند کا مسئلہ ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کو اس راہ کا سپاہی بن کر کام کرنا چاہیے۔ اس مجاہد کی یہ باتیں سن کر میرے دل میں جوش پیدا ہوا۔ اور میرے ذہن میں تدبیروں کا ایک لمبا سا خاکہ آیا۔ کہ ہم ایک ساتھ مل کر مصر کیلئے موجودہ حالات میں کس طرح کام کریں۔

کیا خبر تھی کہ۔ موت سامنے کھڑی ہماری گفتگو اور مستقبل کی امیدوں اور پروگرام کا مذاق اڑا رہی ہے۔ نہیں معلوم تھا کہ۔ اس مرد مجاہد کی ملاقات پہلی بھی اور آخری بھی ہو رہی ہے۔ میں تو ایسے مستقبل کا خواب دیکھ رہا تھا جس میں بہت سے اہم اور ضروری کام انجام دینے تھے۔ جد و جہد کا ایک نیا باب شروع کرنا تھا۔ مگر کیا خبر تھی۔ کہ اس خواب پر ایک رات ہی گذرنے پائے گی۔ کہ مولانا حبیب الرحمٰن ہمیں چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہو جائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ اس مجاہد جلیل سے ملاقات کا موقع عطا فرمائیں گے۔ اور جب اس کی باتوں سے دل کو سرور حاصل ہو گا اور دل میں گہری محبت ہو جائے گی۔ اس وقت کیا ہمیں اس کی یاد میں تڑپتا ہوا چھوڑ کر اپنے جوار رحمت میں بلائیں گے۔ ایک خزانہ جسے ہم نے حاصل کیا۔ اور فوراً ہی کھو دیا۔ اس پر ہم ہاتھ ملتے رہ جائیں گے۔ یہ معلوم نہ تھا۔ کہ یہ دل جس میں حب وطن اور مصر کی محبت اور ہمدردی کا جذبہ موجزن ہے کل اچانک اس کی حرکتیں بند ہو جائینگی۔

www.KitaboSunnat.com

اور ہم آنسو بہاتے رہ جائیں گے۔ اور اس کی جھلک سے ہمیشہ کیلئے محروم رہنا پڑے گا۔

میں کیا کہوں میرا دل صدمہ سے بیٹھا جا رہا ہے۔ کیا یہ کہوں کہ کاش میں اس شخص کو نہ جانتا۔ تاکہ آج یہ صدمہ نہ اٹھاتا اور نہ اس کی رفاقت سے محروم ہونے کی نوبت آتی۔ نہیں! یہ ممکن نہیں۔ اس لئے کہ میں نے اس شخص کے ساتھ بیٹھنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اس کی ایمان سے بھرپور گفتگو کو سنا ہے۔ اور یہ ایک ایسی یادگار ہے۔ جو ہمیشہ میرے دل میں محفوظ رہے گی۔ اور میں تازیست اس مرد مجاہد کو ہر مجلس میں اور ان قابل یادگار خصیتوں کیساتھ یاد کرتا رہوں گا۔

اگر میں اس مرد مجاہد کی موت پر رنجیدہ ہوں۔ تو یہ میرے دل کی آواز ہے کیونکہ ایسی شخصیتوں کی جدائی پر غم سے نڈھال ہو جانا ایک فطری امر ہے۔ خاص کر ان لوگوں کیلئے جن کے دلوں میں ایسے مجاہدین کی قدر و قیمت ہے۔

برادرمن! دلبر اہل محروم میں آپ ہی میں کا ایک فرد ہوں۔ اگر آپ سے والد محروم کی تعزیت کروں۔ تو یہ ایک بھائی کی دوسرے بھائی سے تعزیت ہے اس حادثہ جانکاہ کے احساس میں ہم سب برابر ہیں۔ والد محروم نے اپنی پوری زندگی عزت و خود داری اور ہر دلعزیزی کے ساتھ گذاری اور جدوجہد میں پورا وقت صرف کیا۔ ان کے حوصلوں اور ارادوں میں ایک لمحہ کیلئے بھی کمزوری پیدا نہیں ہوئی۔ حتیٰ کہ بیماری میں بھی اور اس وقت بھی جبکہ وہ داعی اجل کو لبیک کہہ رہے تھے۔

آپ کے والد محروم نے آپ کے لئے عمل کی ایک زبردست دولت چھوڑی ہے۔ اور آپ نے ان کے ساتھ رہ کر ان کے طریقہ کار کو بھی دیکھ لیا ہے۔ اس لئے آپ کو چاہیئے کہ آپ ان کے سچے جانشین بنیں اور خدا کی راہ میں اور وطن کے کاموں میں پوری جدوجہد کریں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جس نے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اپنے پیچھے آپ جیسے افراد چھوڑ سکتے ہوں۔ اس کی موت موت نہیں۔
اللہ تعالیٰ ان پر ہزاروں رحمتیں نازل فرمائے۔ اور ہمیں ملک اور مسلمانوں کو
نعم البدل عطا فرمائیں۔ آمین

نمگین (الشیخ) عبدالمنعم النمر
(حال مقیم دارالعلوم دیوبند)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حضرت امیر شریعتؒ کی پہلی گرفتاری

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر سیف پال کا یہ مضمون آج سے ۴۴ برس پہلے کا تحریر کیا ہوا ہے ۔ امرتسر کے سفینہ شاہ صاحب کا دم غنیمت ہے آپ ایک نوجوان باایمان مسلمان ہیں دل میں مذہب و ملت اور ملک کے لئے پیار رکھتے ہیں گو کہ سیاسیات میں دلچسپی لیتے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں ہوا لیکن محنت واستقلال سے کافی رسوخ پیدا کر لیا ہے ۔ قرآن شریف کے مسائل نہایت خوبی سے بیان فرماتے خواہ آپ کی ایک مزید صفت ہے ۔ بڑے بڑے مجمعوں کو اپنی سحر بیانی سے مسحور کر لیتے ہیں ہزاروں آدمی بت بنے بیٹھے رہتے ہیں جب قرآن کی آیات نہایت صحت و درستی کے ساتھ پڑھتے ہیں یا لہجہ پیدا کر دیتے ہیں بات بڑی کھری کھری کہتے ہیں لحاظ کسی کا نہیں صاف سناتے ہیں ۔ مسئلہ خلافت کے متعلق زبردست تقریریں کرتے ہیں اور اس شہر میں تبلیغ و اشاعت کا کام نہایت زور سے انجام دیتے ہیں کام کرنے میں ان تھک ہیں تقریر کراییے متواتر صبح و شام وعظ کرا لیجئے کیا مجال کہ گھبرا جائیں ۔ کاہلی و سستی تو نزدیک نہیں آتی ہر وقت مستعد ہر وقت تیار نہایت سرگرمی و دلی خلوص سے خلافت سودا کے متعلق لوگوں کے اندر صحیح خیالات پیدا کرتے ہیں اور عوام کو خواب گراں سے بیدار کرانے میں پوری سعی فرماتے ہیں ۔

مارشل لا کے ایام میں جب سرکار انگریزی کی استبدادانہ پالیسی نے سب کے دلوں پر دہشت پیدا کر رہی تھی اس وقت میں ۔

آپ اپنے حجرے سے باہر نکلے اور خروش آواز کو بلند کیا بخوف و خطر آپ میدان میں اتر گئے اور نہایت دلیر و حوصلے سے گورنمنٹ ہیں یہ مضمون عزیز قمر پورش سے ملا ہے جس کے لئے ہم ان کے ممنون ہیں ۔ چیرہ دستیوں پر کڑی نکتہ چینی شروع کی اور امرتسر میں آپ کی ہر دلعزیزی کی یہ کیفیت تھی کہ آپ اگر کسی مجمع میں تشریف نہ لے جاتے تو وہ جلسہ پھیکا قرار دیا جاتا ہے ۔ اور جب آپ جلسہ گاہ میں تشریف لے جاتے ہیں تو اللہ اکبر اور بندے ماترم کے خوشگوار نعروں سے آپ کا خیر مقدم کیا جاتا ہے ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ کے بولنے کا ڈھنگ نرالا ہے بیچ بیچ میں قرآن مجید کی آیات رموز ور شعر تو سونے پر سہاگے کا کام دیتے ہیں بچہ بچہ آپ کو جانتا اور آپ کے ساتھ پیار کرتا ہے اپنے عجز اور انکساری سے آپ نے ہر ایک کو اپنا گرویدہ بنا لیا ہے۔ جدھر سے آپ نکل جاتے ہیں لوگ تسلیم بجا لاتے ہیں اور نہایت محبت سے خوش آمدید کہتے ہیں۔

تمام ہندوستان میں آپ تبلیغی دورے لگاتے رہے ہیں۔ کبھی کبھی بدایوں کبھی کلکتہ کبھی راولپنڈی کبھی لکھنؤ میں متواتر ریل کا سفر کئی کئی روز کرتے رہتے ہیں پنجاب میں تو شاید ہی کوئی جگہ ہو جہاں آپ تشریف نہ لے گئے ہوں۔

گجرات میں آپ نے بہت شاندار کام کیا ہے آپ ہی کی ذات سے وہاں ایک قومی درسگاہ نہایت اعلیٰ پیمانے پر چل رہی ہے۔ چندہ جمع کرنے میں خاص [illegible] ہے۔ خلافت و ملک کے لئے آپ کی خدمات ہر وقت حاضر ہیں۔ اور آپ اسی نشے میں ہر وقت سرشار رہتے ہیں۔

خیر الدین کی مسجد میں آج جمعہ کی ادائیگی کیلئے معمول سے زیادہ بھیڑ ہے۔ سخت گرمی کے باوجود لوگ جوق در جوق آ رہے ہیں۔ تمام صحن برآمدے کوٹھے کی چھتیں غرض جتنی بھی جگہ ممکن ہے سب آدمیوں سے پر ہے۔ تل دھرنے کو جگہ نہیں تمام جگہ کھچا کھچ بھری ہے۔ جو کبھی بھی مسجد میں نہیں آئے وہ بھی آج آئے ہوئے ہیں۔ دھوپ کا وقت ہے شدت کی گرمی ہے جلسہ شروع ہوا مولانا نے قرآن شریف کی ایک آیت کی تشریح شروع کی متواتر ڈیڑھ گھنٹہ مولانا کلام فرماتے رہے طرز بیان آپ کا اس قدر رقت انگیز ہے کہ حاضرین میں سے کوئی نہ ہو گا جس کے چشم تر نہ ہو گئے ہوں۔ بیان میں تو یہ طاقت ہے کہ رپورٹ لکھنے کے لئے آئے ہوئے مسلمان بھی متاثر ہونے سے بچ نہ سکے۔

ایک عجیب سماں بن گیا اللہ کا گھر اور جمعہ کی نماز اور پیر شاہ جی کا وعظ وہ بھی بہت مدت کے بعد اور پھر مسئلہ خلافت کا درد انگیز بیان بس ایک عجیب رنگ تھا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس نظارہ کو تحریر میں لانا آسان بات نہیں۔ بس اتنا کہدینا کافی ہے کہ حاضرین میں ایک بجلی سی پیدا ہو گئی۔

وعظ ختم ہوگیا مولانا صاحب بیٹھ گئے اللہ اکبر کے نعروں سے تمام مسجد گونج اٹھی ہر گوشہ سے شاہ صاحب کو مبارک باد ملی۔ ہر ایک کی زبان پر تعریف کے الفاظ ہی الفاظ تھے منت و عاجزی سے بارگاہ الٰہی میں دعا کی گئی کہ وہ خلیفہ کے سابقہ اقتدار کو بحال کر دے اور اسلام کی شان کو دوبالا کر دے۔

صبح کے چار بجے ہیں ابھی تڑکا ہے روشنی ذرا ذرا نمودار ہوتی ہے صبح اٹھ کر باہر جانیوالے یا دربار صاحب جانیوالے اسوقت کہیں کہیں نظر آتے ہیں اور اپنے اپنے عقیدے کے مطابق اللہ کی یاد میں لگ گئے ہیں۔

نہ معلوم کیا باعث ہے چوک چوک پر پولیس متعین کہیں گھوڑوں پر کہیں پیدل چکر لگا رہے ہیں۔ راستے بند ہیں۔ گاڑی تانگہ یا موٹر والا تلاشی دیئے بغیر گزر نہیں سکتا۔ شہر سے جتنی سڑکیں باہر جاتی ہیں ان پر سنگین پہرہ ہے کیا مجال ہے کہ کوئی شہر سے باہر نکل جائے سیر کو جانیوالوں نے یہ سماں دیکھا اور بہت متعجب ہوئے خیال کیا کہ آج ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔ یہ سب کچھ بلا وجہ نہیں ہو سکتا ضرور اسمیں کوئی بھید ہے۔ حکومت کو شاید ڈر ہے کہ مطلوب شخص کہیں فرار نہ ہو جائے۔ اور یہ بھی کہ گرفتاری بھی چپ چاپ ہو جائے۔

یکایک پولیس بدمعاشوں کو خبر پہنچی کہ کام ہو گیا مطلوب گرفتار ہو گیا۔ بھلا سیاسی یا مذہبی دیوانے کہیں ان باتوں سے گھبراتے ہیں کیا وہ ان زنجیروں سے خائف ہوتے ہیں ان کا تو ایمان پختہ ہوتا ہے۔

شاہ صاحب اپنی ہمشیرہ کے گھراں کے فرزند کی شادی کی تقریب میں امرتسر آئے ہوئے تھے لوگوں کے مسلسل تقاضے پر آپنے جامع مسجد میں وعظ فرمایا اسی وجہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے اندر گرد زبردست پہرہ ہے جہاں شاہ صاحب مقیم ہیں۔

شاہ صاحب کو نیچے سے کسی نے آواز دی شاہ صاحب نے سوچا یہ چار بجے کون ہے انہوں نے جواب دیا ابھی کون ہے۔ جواب ملا نیچے تشریف لائیے۔ شاہ صاحب سمجھ گئے کہ یہی بلاوا ہے جس کا انہیں انتظار تھا۔ شاہ صاحب نے بہن سے رخصت لی اب میں شاید عرصہ تک واپس نہ آسکوں آپ حوصلہ نہ ہاریں۔ اللہ کی اور رسول کی ہدایت و خلیفہ کی حمایت میں اگر مصائب کا کوہ گراں بھی ٹوٹے تو اسے شکریے کے ساتھ قبول کرنا ہر مومن کا فرض ہے۔

سب انسپکٹر نے کہا آپ فکر نہ کیجئے میں تو آپ کو صرف کوتوال کے پاس لیجانے کے لئے آیا ہوں گرفتاری کا کیا سوال ہے شاہ صاحب نے فرمایا یہ سب اطلاع ہے یہ آپ اسے سنائیے جو آپ کے ہتھکنڈوں سے ناواقف ہو۔ آپ انہیں ڈرائیے جو گرفتاری سے گھبراتے ہوں۔ چلئے جہاں چاہے چلئے مجھے کسی قسم کا خطرہ نہیں خدا کے اشارے پر میں نے اپنی زندگی کی کشتی اس دریا میں ڈال دی ہے وہ خود ناخدا بن کر اس کو بٹھکانے لگائے گا۔ وہی اس کو تمام آلام سے محفوظ رکھے گا۔ اس کی موجودگی میں مجھے کوئی اندیشہ نہیں۔

شاہ صاحب کو ہتھکڑی لگادی گئی اور آن کی آن میں پولیس کے ایک دستہ کی حفاظت میں کوتوالی پہنچا دیا گیا۔ ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی میں شاہ صاحب کو بند کر دیا گیا وہی کوٹھڑی جیسی چور ڈاکو ہول اور بد معاش لوگوں کے لئے بنائی گئی تھی خدا کی شان ہے کہ جن کوٹھڑیوں میں سو سال تک کے نچلے آدمی بند کئے جاتے تھے انہیں کوٹھڑیوں میں آج ملک و قوم پر مرمٹنے والوں کو بند کیا جاتا ہے۔ شاہ صاحب جب کوٹھڑی کے اندر داخل ہوئے تو بدبو سے دماغ پھٹنے لگا۔ لیکن کون خیال کرتا ہے پولیس والوں کا منشا عرش معلیٰ پر ہے۔ اور پھر شاہ صاحب کے ساتھ تو انہیں ایک خاص انس ہے۔ شاہ صاحب

www.KitaboSunnat.com

اپنی تقاریر میں ان سے خاص خطاب کیا کرتے تھے۔ اور انہیں بتایا کرتے تھے کہ خوف نہ کھاؤ۔ آخرت کیلئے بھی توشہ جمع کرلو۔ جب خدا کے سامنے حاضر ہوگے تو کیا جواب دوگے ان پر بڑی لعنت پھٹکار برسایا کرتے تھے اس لئے پولیس والے ان سے بہت تنگ اور بددل رہا کرتے تھے۔

شاہ صاحب وہیں زمین پر بیٹھ گئے خدا کا شکر ادا کیا جسم کو لاکھ تکلیف ہو مگر روح اپنے ٹھکانے پر قائم ہو تو کوئی آزار آزار نہیں دیتا۔ کیا ہوا اگر خالی جسم کو زمین پر لیٹنے سے تکلیف ہوتی ہے یہ سب چیزیں عارضی ہیں۔ کوئی کہاں تک تکلیفیں پہنچا سکتا ہے۔ جو اذیت ان سے بن پڑے ڈالیں لیکن شیشۂ ایمان کو ضرب نہ آنے دونگا اپنے فرض کی ادائیگی سے ذرا بھی پس و پیش نہ کرونگا۔

ابھی خیالات میں جھپکی سی آئی کیا دیکھتے ہیں کہ ایک نورانی چہرہ سامنے ہے بڑی سفید ریش ہے تمام جسم سے جلال کی کرنیں نکل رہی ہیں۔ اس فرشتہ صفت بزرگ نے شاہ صاحب کو جگایا اور کہا کہ بیٹے تمہاری آزمائش شروع ہے۔ تمہارے امتحان کے سامان پیدا کردیئے ہیں اب تمہاری ثابت قدمی پرکھی جائے گی۔ ان بزرگوں کی تاریخ یاد کرو دیکھو تو سہی کتنی بڑی بڑی آزمائشوں میں ان کے محبوب اللہ نے ان کو ڈالا اور ان کی محبت کو بھی دیکھو کہ کس طرح اللہ کی راہ میں ان لوگوں نے اپنے عزیز ترین چیزوں کو نثار کردیا۔ سنا ہے بستر کی فرض کی ادائیگی کے جرم میں تم آج یہاں بند ہو یہ کام اللہ کو بہت پسند ہے۔ ذرا سی لغزش سکون کی ذرا سی خواہش تمہیں اور تمہارے منصب کو رسوا کرسکتی ہے۔ اس بزرگ نے شاہ صاحب کے سر پر ہاتھ رکھا اس کی ایمان کی سلامتی کیلئے دعا کی۔ اور غائب ہوگیا۔

اس پیغام نے شاہ صاحب کے حوصلے میں چار چاند لگا دیئے۔ شاہ صاحب نے اپنے اندر ایک بجلی سی طاقت بھری ہوئی پائی۔ انہوں نے اس پیغام غیبی کیلئے اپنے رب کا شکر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ادا کیا شاہ صاحب نے تلاوت شروع کر دی تمام شہر میں یہ خبر بجلی کی طرح پھیل گئی کہ شاہ صاحب گرفتار ہو گئے

لوگوں نے حسب معمول اللہ اکبر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کے نعرے لگائے اتنے میں شاہ صاحب کے کارکن ساتھی بھی پہنچ گئے انہوں نے لوگوں کو سمجھایا کہ وہ کوئی شور شغب نہ کریں اور صبر و سکون سے حالات کا مطالعہ کرتے رہیں ۔ لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے پولیس افسر کی اجازت سے چند بزرگ شاہ صاحب سے ملنے کیلئے رہ گئے ۔ انہوں نے دیکھا شاہ صاحب کے چہرے پر رونق تھی جلال تھا بالکل مطمئن و بشاش تھے رنج نام کو نہ تھا ۔ اپنی گرفتاری کی ساری داستان اپنی زبان مبارک سے انہوں نے سنائی ۔

ان کے چھوٹے بھائی نے چاہا کہ ضمانت داخل کر دی جائے شاہ صاحب نے جواب دیا نہیں ہرگز نہیں اس حکومت کے ساتھ تعاون کرنا محال ہے ہمارے مذہب کی یہ توہین کرتے ہیں خلیفہ کو انہوں نے معزول کر دیا ہے ۔ سچ کہنے والوں کو قید کرتے پاتے ہیں یا ان کے لبوں پر مہریں لگا دی جاتی ہیں ۔ یہ مقدمہ وغیرہ تو ایک بنیادی بات ہے فیصلہ تو گرفتاری سے پہلے ہی کر لیا جاتا ہے ۔ بس مجھے جلد سے جلد اس کا خوگر بن جائے وہ ۔ وہ میرا دشمن ہوگا جو میری ضمانت داخل کریگا ۔ ایک دوسرے رشتہ دار نے سوال کیا کہ کیا کوئی قانونی مشیر مقرر کیا جائے ۔

اس پر شاہ صاحب نے ایک قہقہہ لگا کر فرمایا کہ افسوس ہندوستان ابھی تک یہ خیال کئے بیٹھا ہے کہ انگریزی عدالتوں میں انصاف ہوتا ہے ۔ بھئی انصاف کہاں اور پھر پولیٹیکل مقدمات میں انصاف . . .

آپ نے مزید فرمایا کہ مذہب اور ملک کی خدمت کرنی بازیچہ اطفال نہیں سر فروشی کی اگر ہمت نہ ہو تو اس طرف منہ نہ کیجئے ۔ جانبازی جاں نثاری اور قربانی کا سبق اگر یاد نہ ہو تو اس میدان میں نہ اترئیے ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سامعین کے دلوں پر شاہ صاحب کے ان الفاظ نے کسقدر اثر کیا اسکا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ لیکن اسوقت سب کے دل خوش ہو گئے جو قوم شاہ صاحب جیسی ہستیاں پیدا کر سکتی ہے اس کا مستقبل برا نہیں ہو سکتا۔

شاہ صاحب کو سب نے ایک بار دلی مبارکباد دی اور سب نے خدا کے حضور نہایت عجز سے دعا کی کہ وہ شاہ صاحب کو استقلال دے ہمت دے صبر دے اور تقویت دے ضلع کچہری میں آج پولیس کی بڑی بھیڑ ہے۔ پولیس کے سپاہی عدالت کے احاطہ میں چپے چپے پر کھڑے ہیں۔ عوام کا ہجوم بھی آج معمول سے زیادہ ہے۔

آج شاہ صاحب کا مقدمہ پیش ہونا ہے۔ چیدہ چیدہ اصحاب کو کمرہ عدالت میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی پھر بھی عدالت کے کمرے میں خاصی بھیڑ ہو گئی ہے چند ہی منٹ بعد شاہ صاحب کو پولیس کی حراست میں عدالت میں لایا گیا مقدمہ شروع ہو گیا۔ عدالت نے شاہ صاحب سے سوال کیا آپ کا وکیل میرا وکیل خدا ہے میرا وکیل رسول ہے جن کی اطاعت کی وجہ سے میں آج اس کٹہرے میں کھڑا ہوں۔ کوئی انسان میری وکالت کا کریگا۔

موقع کے گواہ پیش ہوئے استغاثہ کی گواہیاں سن کر بے ہندوستانی تو شرم سے ڈوب گئے ہندوستانی کس قدر گر گئے ہیں۔ ظالم پیٹ نے انہیں کسقدر ذلیل کر دیا ہے۔

لیکن شاہ صاحب کا چہرہ بشاش ہے۔ جب اپنے خلاف بے بنیاد گواہیاں سنے تو مسکرا کر کہتے ہیں کہ ہندوستان میں بہت محنت سے کام کرنے کی ضرورت ہے افسوس کہ کسقدر غافل ہیں۔ کہ روز حساب کیا منہ دکھائیں گے۔ جرح کرکے کون ان کو جھٹلائے جن معصوموں کے گلوں میں ان لوگوں کی جھوٹی گواہیوں سے پھندا پڑتا ہے وہ جب روز قیامت ان کا دامن پکڑیں گے پھر اس وقت کونسی سرکار کونسی

www.KitaboSunnat.com

پولیس کو خطاب کونسی جاگیران کی وکالت کرسکے گی۔ اس چند روزہ زندگی کے آرام پر خود فراموش نہ ہو تمہاری نماز تمہارے روزے تمہاری زکوٰۃ تمہارا حج سب کچھ بے سود ہیں سراسر جھوٹ بولتے ہو اور بے گناہ آدمیوں کو بلا وجہ مصائب میں گرفتار کرتے ہو۔ مقدمہ ختم ہو گیا مولانا نے جو خواب و خیال میں بھی نہ سوچا تھا وہ ان کے سر تھوپ دیا گیا۔ جہاں کی واہی تباہی تھی وہ ان کے ذمہ منڈھ دی گئی عدالت نے سوال کیا کہ کیا کوئی بیان دینا ہے۔ شاہ صاحب نے متانت سے جواب دیا کہ بیان دینے سے کیا فائدہ کون سنے گا پہلے ہی سب باتوں کا فیصلہ ہو چکا ہے تو میرا بیان کیا تبدیلی کرسکے گا۔

میرا بیان یہ ہے کہ اپنے پاک رسول کی پیروی میں یہ فرض ضروری خیال کرتا ہوں کہ میں قرآن شریف کے احکام کی تعمیل کروں اور ایسا کرنے میں خواہ لاکھ بلاؤں کا سامنا کرنا پڑے اف تک نہ کروں۔

میں خدا کے سامنے کسی اور کو حاکم نہیں مانتا جی کھول کر سزا دیجیے فوراً قید کر دیجیے یہ زندگی بھی کوئی زندگی ہے اپنے دیش میں پردیسی اور پردیسی بھی جانوروں سے بدتر نہ کھانے کو دانہ اور نہ پہننے کو کپڑا ہندوستانیوں سے بڑھ کر اور کسے عذاب ہوگا۔ قید مجھے ذرا بھی ڈر نہیں وہاں طبیعت کو آرام ملے گا۔ آزاد رہ کر اگر ملک و ملت کے لیے کچھ نہ کیا تو باعث شرم ہے۔ لیکن جب بے بال و پر ہی ہو گئے تو پھر لاکھ دہائی مچائے ایک بار نہیں سو بار قید خانے میں ڈال دے۔ پھانسی پر لٹکا دے علاقہ سب ضبط کر لے آنکھوں کے سامنے بچوں کو نیزے سے چھید ڈالے کیا مجال کہ دل پر ذرا سا بھی اثر ہو سکے یہ وہ لشکر نہیں جسے ترشی اتار دے بس خلافت اور سوراج ہمارا نعرہ اور ہمارا ہنر ہے مجسٹریٹ نے نہیں اشارہ کیا کہ شاہ صاحب کو لے جاؤ دو چار روز بعد حکم سنا دیا جائیگا۔ شاہ صاحب برامدے میں آ گئے ۔۔۔ لوگوں نے اللہ اکبر

www.KitaboSunnat.com

کے نعروں سے آسمان سر پر اٹھا لیا شاہ صاحب کا دیدار حاصل کرنے کیلئے ہر شخص ایک دوسرے سے بازی لیجانا چاہتا تھا۔

شاہ صاحب نے نہایت بشاشت سے لوگوں کو سلام کا جواب دیا اور انہیں تاکید فرمائی کہ امن وامان میں خلل واقع نہ ہونے پائے اگر میں قید ہو جاؤں تو غصے کے جذبات نہ پیدا ہونے دینا۔ مذہب وملت کے لئے قید ہونے پر خوشی کا اظہار ہونا چاہئے۔ ہماری نجات جیل کے دروازے سے گزرے بغیر ناممکن ہے۔ لوگ اداس ہو کر گھروں کو لوٹے ایک زبردست طاقت کے سامنے کسی کی کیا پیش جاسکتی ہے۔ مگر خوشی یہ تھی کہ شاہ صاحب نے عدم تعاون پر پورے طور پر کاربند ہو کر امرتسر کی لاج رکھ لی۔

شاہ صاحب کو تین سال قید کا حکم سنایا گیا اسمیں سے تین ماہ قید تنہائی تھی کتنی سخت سزا ہے۔ تنہائی کے عالم میں انہیں اور زیادہ موقع ملیگا کہ وہ اپنے پروردگار کے زیادہ قریب رہیں۔ شاہ صاحب کے والد بزرگوار نے اس صدمہ کے وقت انتہائی صبر و اطمینان کا اظہار کیا حالانکہ ایک ضعیف باپ کیلئے ایک جوان بیٹے کی اس طرح سزایابی ایک ناقابل برداشت صدمہ تھا۔

شاہ صاحب کے گھر والوں کی امداد کیلئے عوام نے کچھ رقم دینی چاہی لیکن ان لوگوں نے صاف انکار کر دیا شاہ صاحب کی اس دیانہ مثال سے اور شاہ صاحب کے لواحقین کے قابل تقلید حوصلے سے ہندوستان میں ایک نئی روح پیدا ہو گئی اور اسمیں دن بدن ترقی ہی ہوتی گئی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سید عطاء اللہ شاہ بخاری

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ان کی زندگی کو پیچھے مڑ کر دیکھتے تو جیتے ہوئے یوں معلوم ہوتی ہے کہ جیسے ابھی کوئی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا اور کان ابھی تک جرس کی صدائیں سن رہے ہیں۔

آج سے غالباً بارہ برس پہلے کہ میں دسویں جماعت کا طالب علم تھا اور میرا ادبی ذوق ایک محدود معیار سے آگے نہ بڑھا تھا میرے ایک جگری دوست مجھے ایک پبلک جلسہ میں لے گئے جو ہمارے محلے ہی کے قرب وجوار میں ہو رہا تھا اسوقت تک مجھے سیاسی معاملات کے اتار چڑھاؤ کا کوئی علم نہ تھا صرف اتنا سنا اور پڑھا تھا کہ لالہ زار کشمیر جس کے دامن فردوس میں لالہ و گل کجا بو قلمونی غالب قلد آشیانی کے اس شعر کی نقاش ہے کہ

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

اپنے حکمراں کے استبداد کی جولال گاہ بنا ہوا ہے اور پنجاب کے مسلمان اس کے خلاف قربانی و ایثار پر کمر بستہ ہو رہے ہیں۔

جلسہ گاہ میں پہنچا تو چاروں طرف ہزاروں انسان ایک ہجوم کی صورت میں جمع تھے اور مکانوں میں پس چلمن عورتیں بھی بیٹھی تھیں۔

میں بھی اپنے ہمراہی سمیت بیٹھ گیا۔ بیٹھ گیا۔ ایک نوجوان نے اپنے دل گداز لحن میں چند پرجوش آور شعر سنائے۔ اسوقت تو حافظے نے ان میں اکثر شعر اپنی یادداشت میں محفوظ کر لئے۔ جب عمر کی نئی رو کے ساتھ ذوق الہٰی نے اپنا معیار بدلا اور سیاسی سمجھ بوجھ کا رنگ نکھرا تو وہ شعر حافظے سے اس طرح محو ہو گئے جیسے کوئی خیال ہی نہ تھا۔

اتنے میں غل ہوا امیر شریعت زندہ باد نعرۂ تکبیر اللہ اکبر نگاہیں اس کی طرف اٹھیں اور فضا میں ارتعاش پیدا ہو گیا۔

دوسری قامت کا رعنا انسان چہرے پر سجا عامہ خندہ ماتھے پر نمایاں ہوتیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آنکھوں میں دلکشی سی اور ہاتھ میں ڈنڈا اسوقت تو یہ خیال نہیں تھا لیکن اب سوچتا ہوں تو قیاس ہوتا ہے کہ قرن اول کے غزوات کا ایک مجاہد تھا جس کو تاریخ نے تیرہ صدیوں کے بعد ایک کروٹ دے کر ہندوستان میں بھیجدیا ۔

آپ نے حجازی لحن میں قرآن پاک کی چند آیات پڑھیں اور پھر اپنا بیان شروع کر دیا ابتداً ہی فقروں کی بناوٹ میں گیسو فن کی گند معادرت نظر آئی ۔ اور جب تقریر اپنے شباب پر پہنچی ۔ تو مجمع خطابت کی رو میں بہہ چکا تھا اور ایک ساحر تھا کہ جس نے دلیوں کو مٹھی میں لیکر دماغوں کی کایا پلٹ کر رکھدی ۔

چونکہ اسوقت ذوق کا ہی اس قدر تھا ۔ اسلئے طبیعت پر شعر خوانی کا اثر نہایت عمیق ہوا جب بھی آپ نے موقع کی مناسبت سے کوئی شعر پڑھا تو مضمون میں جان پیدا ہو گئی ۔ پس علیمن تک زندگی کے آثار ابھرنے لگے ۔ اس رات ہی میری زندگی کے ایک سفر کا آغاز بھی ہوا اور احساس ہوا کہ شاعر خندہ ہائے نیم شبی پر ابرق بے اماں ہونیکی تہمت کیوں لگایا کرتے ہیں ۔

وہیں سے عشق نے بھی شورشیں اڑائی ہیں
جہاں سے تو نے لئے خندہ ہائے نیم شبی

۱۹۲۹ء میں جب مجھے احرار میں شریک ہونے کی وجہ سے آپ کے قریبی مطالعہ کا موقع ملا تو پرانی یاد کا ایک گمشدہ ورق ہاتھ آگیا کہاں وہ زمانہ کہ تماشائی تھے اور کہاں یہ زمانہ کہ خود تماشا بن گئے ۔

شاہ جی کی روزمرہ ملاقات سے جو چیز آپ کے ملنے والوں پر منکشف ہوتی ہے وہ آپ کی بے داغ سیرت ہے اور گلستاں بجا زندگی آپکی زندگی میں کوئی اور رفتار میں کوئی فریب نہیں اور مشاہدہ کی کسوٹی پر خالص ہونے کی طرح نکھر کر اور مطالعہ کے افق پر عید کے چاند کی طرح مسکراتے ہیں ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ کو زندگی کی ہر خوبصورت چیز سے محبت ہے اور شاید آپ کے خطابت کی خوبصورتی کا سبب بھی یہی ہے آپ میں آن کا شائبہ تک نہیں لیکن آپ کی انفرادیت ہر محفل میں نمایاں رہتی ہے۔ آپ اپنی ذات میں بھی ایک انجمن ہیں اور انجمن آپ کی ذات کے سوا ایک ویرانہ جس میں بھیڑ تو ہوتی ہے لیکن سخن آرائی کا لطف نہیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد مدظلہ العالی تو اس حد تک خلوت پسند ہیں کہ انہیں مجلس آرائی کا تصور بھی اپنی طبیعت پر اپنک بوجھ معلوم ہوتا ہے۔

فراغتے وکتابے و گوشہ

اس کے سوا انہیں ہر صحبت گراں گزرتی ہے لیکن شاہ جی کا معاملہ اس کے بالکل الٹ ہے آپ جب تک مجلس فراہم نہ کر لیں اور اپنے گردوپیش کی محفل نہ چن لیں آپ کو زندگی کی ہر گھڑی کی شام محسوس ہوتی ہے۔ آپ کے صبح شام ایک جلسہ گاہ ہوتے ہیں ضروری نہیں کہ ایک عام مجمع ہو اور آپ اس کو اپنی شعلہ بیانی سے مسحور کریں آپ کے لئے گھر کی نشست ریل کا ڈبہ لاری کی سیٹ مسجد کی صف بازار کی گشت اور جیل خانہ کی چاردیواری یکساں حیثیت رکھتی ہے اپنی بات ہر جگہ کہتے اور بےخوف ہو کر کہتے ہیں۔

کبھی کبھار آپ کو مسلمانوں کے مزار مے ویراں کا احساس ہوتا ہے۔ تو پہاڑوں کی چوٹیوں، آبشاروں کے نغمے، ہواؤں کی سرسراہٹ ویاروں کی خموشی اور درختوں کے سایوں اور افق کے اس پار نہ جانے کس سے باتوں میں محو ہو جاتے ہیں۔ اس وقت آپ کا چہرہ تمتمایا ہوتا ہے اور ہونٹ کانپا کرتے ہیں۔

آپ کی زندگی کے چار ستون ہیں :

اسلام پر اعتقاد کا تو یہ عالم ہے کہ اس کے کسی جز کو چھوڑنے اور بدلنے پر آمادہ نہیں اور معتقدین کے ہر زاویہ خیال سے متفق ہیں البتہ نظر و فکر کا دائرہ لوگوں سے قطعی مختلف ہے۔ جو حجازی علامت کی یونانی توجیہات ہی کو اپنے تفسیر کی معرفت کا لازمہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زمانہ کی تیز رفتاری پر نگار ہے ہیں۔

آپ کو قرآن مجید کے علاوہ کسی اور کتاب استشنائی حالتوں کے سوا اور خریدنے اور پڑھنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتے بلکہ آپ کا عقیدہ ہے کہ میرے لیے سب کچھ قرآن مجید میں موجود ہے۔ اس سے باہر جو کچھ بھی ہے وہ باطل ہے اور ایک باطل شے کیلئے میرے پاس مطالعہ کا وقت ہی نہیں۔

ایک مارکسسٹ کو میں نے شاہ جی کا یہ عقیدہ سنایا تو وہ ہنس دیا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد اس کو اسٹالن کی سوانح عمری پڑھنے کا اتفاق ہوا تو اسمیں بھی اسی طرز کا ایک دافع منہج تھا۔

اسٹالن کو کسی شخص نے کوئی کتاب پڑھنے کیلئے سفارش کی، اس نے جواب دیا کہ میں نے مارکس اور لینن کا ایک ایک حرف پڑھا ہے اور ان کا سیاق سباق میرے دماغ میں محفوظ ہے نیز میں نے اپنی زندگی بھی اپنی تعلیمات کے سانچے میں ڈھال لی ہے اور میں ان کا عملی شارح ہوں اگر آپ کی کتاب مارکس اور لینن کی تائید میں ہے تو مجھے اس کی ضرورت نہیں کیونکہ میں خود انکی سمجھتا ہوں۔ اور نہیں بہت سمجھتا ہوں اور اگر ان کے خلاف ہے تو پڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ میرے نزدیک ان نظریوں کی تردید ناممکن ہے۔ میں نے یہ واقعہ من وعن دوست کو نقل کر عقیدہ پر بحث کرنے لگی۔ اور بالآخر اس کو تسلیم کرنا پڑا کہ عقیدہ انسانی زندگی کا ایک لازم جزو ہے اگرچہ عقیدہ کی تعبیر بھی وہ سادی نکتہ خیال ہی سے کرتا ہے۔

شاہ جی نے پچھلے دو سال مارکس کے معاشی نظریہ پر بھی بے حد غور کیا ہے اور آپ کا یقین ہے کہ اسلام کا اقتصادی ڈھانچہ اس سے کہیں بہتر ہے۔

سوشلزم میں جس چیز کا نام سرمایہ داری ہے آپ کے نزدیک اسلامی کاج میں اسکا تصور ہی نہیں۔ اسلام کی سرمایہ داری رزق حلال اور کسب طیب سے ایک قدم آگے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہیں اٹھا سکتی اور اس کے انفاق کی بھی اتنی راہیں بنا دی گئی ہیں کہ احتکار و اکتناز کا ہر وہم مٹ جاتا ہے۔ اور اسراف و تبذیر پر ایسے بند ھن لگے ہوئے کہ انقطاع ہی سرے سے نہیں رہتی۔ اور طبقاتی رفتاری کے ساتھ اس مسئلہ کے ہر پہلو پر اس طرح روشنی ڈالتے اور تمثیلات سے واضح کرتے ہیں کہ قرآن کی یہ عظمت کہ وہ ہر زمانہ کیلئے بے صحیح ہار کیطرح نکھارتہ ہے۔

حضور سرور کائنات کے متعلق آپ کا عشق لافانی اور انتہائی عمیق ہے اور اپنے نسبتی سرمایہ پر فخر بھی کرتے ہیں۔

ایک دفعہ کوئی راز کی بات کہہ رہے تھے لوگوں کو حیرانی ہوئی تو جھٹ سے فرمایا سوچتے کیا ہو یہ حدیث بخاری ہے لوگ رہ گئے اسی طرح ایک مدح صحابہ کے مسئلہ پر لاہور میں تقریر فرما رہے تھے کہ کسی شیعہ دوست نے اعتراض کیا فرمایا میں علی کا بیٹا ہوں صدیق عمر عثمان رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مدح کرتا ہوں تمہیں ان کی قدر دح کرنیکا حق کیونکر پہنچتا ہے۔

سچائی آپ کی فطرت میں رچی ہوئی ہے انسان کے ماتھے سے جھوٹ سچ پڑھ لیتے ہیں۔ آپ کو اگر اپنے ساتھیوں میں سے کسی ایک کے متعلق یقین ہو جائے کہ وہ معاملات میں جھوٹ بولتا ہے تو پھر اس کی خیر نہیں ایسا شخص آپ نگاہوں میں ہمیشہ کے لئے اپنا مقام کھو لیتا ہے

زندگی میں بہت سے رہنماؤں سے تعلقات استوار ہوئے کئی ایک عظمتوں کا قرب حاصل ہوا اور جماعتی زندگی کے سفر میں بہت کچھ دیکھا لیکن جن لوگوں کو روپیہ پیسہ کے معاملے میں دیانتدار پایا شاہ جی ان میں سر فہرست ہیں۔

ابھی پچھلے دنوں شملہ میں ایک وزیر سے گفتگو ہوئی تو باتوں باتوں میں شاہ جی کا بھی ذکر آگیا میں نے ان کی فرنگ دشمنی کے متعلق انہیں بتایا کہ انگریز کا دوست اللہ کا دشمن ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہو سکتا دوستی خیر بڑی چیز ہے اگر کوئی اس قماش کا بڑے سے بڑا آدمی بھی یہ چاہے کہ میں ایک ہاتھ میں آفتاب اور دوسرے میں ماہتاب لیکر ایک ثانیہ کیلئے ان کی نگاہِ التفات خرید لوں تو ممکن نہیں ۔

فرنگ کی عداوت دراصل آپ کے خون میں گردش کرتی ہے چونکہ آپ سید احمد شہید کے مدرسہ فکر سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے آپ کے دماغ و دل میں انگریز کے متعلق ایک سیکنڈ کے سوویں حصے کے لئے بھی مفاہمانہ تصور نہیں آسکتا ۔

آپ نے عنفوان شباب سے آغاز پیری کے ان گنت لیل و نہار اسی مقصد کی جدوجہد میں بسر کردیئے ہیں اور اب بھی آپ کے دن رات مقصد کی آبیاری میں صرف ہورہے ہیں لیکن تاریخ کا یہ دلچسپ منظر رہے کہ آپ کے بالوں میں سفیدی آگئی اور دو کروڑ مسلمانوں کے دلوں کی سیاہی نہ دھل سکی ۔ آپ گو قنوطی نہیں لیکن شاذونادر احساس کی بھی جھلک اٹھتی ہے اور پھر اپنے کو سنے لگتے ہیں کہ ؎

یارب مجھے اس قوم میں کیوں پیدا کیا تھا
جس قوم کے بندے ہیں غلامی پہ رضامند

ایک دفعہ دہلی میں میر احمد حسین شملوی کے مکان پر سب دوست جمع تھے میں نے جامعہ ملیہ دہلی کے اشتمالی رجحانات کا ذکر چھیڑ دیا ۔ اور تشویش ظاہر کی کہ اسطرح بچوں کے اسلامی ذہن کی ابتدائی ساخت کے ڈھے جانیکا اندیشہ ہے ۔ تو آپ نے ایک سرد آہ بھری اور فرمایا ؎

برو کہ رونق ایں کارخانہ کم نہ شود
ز فسق ہمچو منے و زہد ہمچو توئے

خطابت کا سحر تو یکسر روزگار ہے ۔ اردو زبان نے آجتک اتنا بڑا خطیب پیدا نہیں کیا ۔ ایک (orator) کیلئے جن قدرتی اور اکتسابی اوصاف کی ضرورت ہوتی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے وہ آپ میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ حاضر جوابی آپ کا شیوہ اور بذلہ سنجی آپ کی لونڈی ہے۔ میرے دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا کہ میں مضمون کا انتخاب مجمع کی نگاہوں سے کرتا ہوں اور بولتا ہوں تو سیدھے الفاظ کی جولاں گاہ ہوتے ہیں۔ حافظہ اس بلا کا پایا ہے کہ فارسی کے ہزاروں شعر از بر ہیں اور جو شعر طفولیت کی سحر میں نظر سے گزرا وہ بڑھاپے کی اس دوپہر میں بھی نہاں خانہ دماغ میں محفوظ ہے۔ اس راہ کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ مولانا آزاد اور آپ کا فارسی ذوق شعر و انتخاب قریب قریب ایک سا ہے اور آپ بھی اپنے سوانح حیات کے بارے میں حضرت مولانا کے ہم آہنگ کہ

ہر کسے در دامن تربیت ا' دیگراں بازی   آفتاب انداختہ

آپ کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ آپکو عربی و فارسی کے علاوہ ہندوستانی زبانوں کے بہت سے لب و لہجہ میں ... عبور ہے پٹنہ میں ابتدائی تعلیم تربیت پانے کے باوجود پنجاب کے بعض ضلعوں کی زبانی لب و لہجہ میں بولتے اور ان میں گھنٹوں تقریر کر لیتے ہیں اور اسمیں اتنی شگفتگی اور بے ساختہ پن ہوتا ہے کہ شراب خانہ ساز بھی لطف نہیں دے سکتی استغنا آپ کی ثانوی فطرت ہے۔ اور اس نے بگڑ کر بارہا کر سے بے پروائی کی صورت بھی اختیار کر لی ہے۔ محفل لگی ہو اور شعر و شاعری کا دور چل رہا ہو تو اس سے قطع نظر کہ اہل بزم آداب میکشی کو جانتے بھی ہیں یا نہیں جماعت عاملہ کے اجلاس میں حصہ لیں گے تو پھر بال کی کھال اتارنا بھی لازم ہے معاملات کے ہر رخ پر بحث ہوگی۔

اور جزئیات تک کو چھیڑیں گے پھر یہ سوال نہیں کہ رات آبہ کمر آپہنچی ہے یا صبح نے دیلانے شب کا گھونگٹ اتار دیا ہے۔ وہ آلتی پالتی مارے خود بھی بیٹھے ہیں اور دوسروں کو بھی ملنے نہیں دیتے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مجاہد اکبر

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی

مدظلہ العالی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی اندازاً ۱۹۱ برس کے بعد حج کو تشریف لیجا رہے ہیں جنگ کے زمانہ میں ۱۹۲۹ء یا ۱۹۳۰ء میں حج کو تشریف لے گئے تھے تو میں نے لاہور کے اسٹیشن پر پوچھا کہ خطرہ کے زمانہ میں آپ حج کو تشریف لیجا رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ اللہ کے راستہ میں کوئی خطرہ خطرہ نہیں ہے آپ کی زندگی کے متعلق بہت کچھ لکھا گیا اور بہت کچھ لکھا جائیگا لیکن حضرت مولانا کی زندگی کے دو مقام ایسے ہیں جن کا جاننا ضروری ہے پہلی بات یہ کہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ کو مکہ معظمہ میں انگریزوں نے شریف حسین کے ذریعہ گرفتار کیا۔ اور آپ کے ساتھیوں کو بھی گرفتار کیا گیا تو اس موقعہ پر حضرت مدنی مدظلہٗ پر کوئی مقدمہ نہیں تھا بلکہ شریف حسین کی گورنمنٹ نے کوشش کی کہ آپ مدینہ شریف واپس تشریف لے جائیں لیکن مولانا نے اس موقع پر یہ کوشش فرمائی کہ مجھے گرفتار کر لیا جائے اور حضرت شیخ الہند کے پاس پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ آپ اپنی اس کوشش میں کامیاب ہوگئے اس کوشش کا نتیجہ کیا تھا پھانسی کا تختہ اور یہ بات آپ کے علم میں تھی کہ حکومت برطانیہ اور حکومت ہند نے حضرت شیخ الہند اور ان کے رفقاء یعنی مولانا عزیز گل صاحب مولانا حکیم نصرت حسین صاحب اور مولانا عبدالوحید صاحب جن کی عمر ان تمام حضرات سے کم تھی پھانسی دینے کا فیصلہ کر لیا ہے حضرت مدنی حضرت شیخ الہند اور ان کے رفقاء کے ساتھ شریک ہو کر ہر قسم کی سزا برداشت کرنے کو تیار ہوگئے مگر آپ کا گرفتار ہونے سے مقصد یہ تھا کہ اپنے شیخ اور بوڑھے استاد کی اس مصیبت کے زمانے میں کچھ خدمت کر سکوں چنانچہ مصر میں یہ تمام قافلہ گرفتار ہو کر پہنچا اور ان سب حضرات کو پھانسی کا حکم ملا مگر چھ دن کے اندر اندر یہ حکم واپس لے لیا گیا۔ اور ان سب حضرات کو مالٹا میں نظر بند کر کے بھیج دیا گیا۔ مولانا چار سال سے زیادہ وہاں رہے چھ ماہ میں قرآن شریف حفظ کر لیا تا کہ رمضان شریف میں اپنے استاد کو سنا سکیں ساتھیوں کے لئے کھانا پکایا اور حضرت شیخ الہند کی ہر وہ خدمت کی جو ایک شاگرد کو

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

استاد کی کرنی چاہیے۔ پیری مریدی اور استادی شاگردی کا مقام سمجھنا ہو تو حضرت مدنی دامت برکاتہم کے اس عمل سے سمجھنا چاہیے کہ اپنے شیخ اور استاد کے لئے آپ نے پھانسی کے تختہ کو اپنی زندگی پر ترجیح دی یہ تو اللہ کا فضل ہے کہ یہ لوگ انگریزی گرفت سے بچ گئے ہیں موت کے تختہ کو خدمت کے لئے قبول کر لینا مولانا مدنی کا ہی مقام ہے ہندوستان کی جنگ آزادی میں جس طرح سچائی اور دیانت داری سے آپ نے کام کیا ہے اس کی مثال ملنا مشکل ہے ۱۹۴۶ء کے الیکشن میں مولانا آزاد نے گفتگو کے دوران میں فرمایا کہ مولانا حسین احمد مدنی کا دل جس طرح اللہ کے سامنے جھکا ہوا ہے اسی طرح ان کا جسم بھی اللہ کے سامنے جھک گیا ہے۔ یہ ایک ایسی سچائی ہے جس سے زیادہ کوئی تعریف نہیں کی جا سکتی۔

حضرت مدنی حج کو بھی تشریف لے جا رہے ہیں اور ۱۹ سال کے بعد اپنے رشتہ داروں سے بھی ملیں گے ۱۹۳۷ء کے بعد سفر کا ارادہ سات سال تک آپ نے نہیں فرمایا کیونکہ اس لئے کہ حضرت یقین رکھتے تھے کہ ہندوستان میں نئے مسائل جو پیدا ہو گئے ہیں ان کا مقابلہ کرنا ہے تاکہ آزادی قائم رہ سکے اور مسلمانوں کو یقین دلانا کہ وہ اطمینان سے بیٹھے رہیں انشاء اللہ تعالیٰ حالات درست ہوں گے اس کام کے لئے حضرت مولانا نے جو مسافت طے کی وہ لاکھوں میل سے کم نہیں چونکہ پروپیگنڈہ ہی کے عادی نہیں بلکہ اس کو غلط سمجھتے ہیں۔ اس لئے دنیا نہیں جانتی کہ آپ نے اس زمانہ میں ملک کی کیا خدمت کی ہے۔

حضرت مدنی کسی ایک کے نہیں بلکہ سب کے ہیں بعض لوگوں نے یہ غلط فہمی پھیلا رکھی ہے کہ مولانا مدنی کسی خاص جماعت یا کسی خاص گروہ سے وابستہ ہیں ایسا سمجھنا لوگوں کی غلطی ہے حضرت مولانا کو پوری انسانیت سے محبت ہے اور اس کی خدمت کرنے کا جذبہ ہے کوئی بھی آدمی آپ کے پاس جائے وہ آپ کا کیا ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مخالف ہو کسی جماعت سے تعلق رکھتا ہو۔ اس کی تکلیف کو دور کرنے کے لئے آپ پوری کوشش فرماتے ہیں۔ میرا یقین ہے کہ مولانا کا یہ سفر حج ہندوستان کیلئے بہت برکتوں کا ثابت ہوگا۔ ہم سب کو اللہ سے دعا کرنی چاہیئے کہ حضرت خیریت سے تشریف لے جائیں اور اپنے نیک ارادوں میں کامیاب ہوں اور خیر و عافیت سے واپس تشریف لائیں۔ تاکہ آپ کے اور علمی فیض سے لوگ نفع اٹھائیں۔

——————— (حبیب الرحمٰن)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبید اللہ سندھی

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

یہ ان دنوں کی بات ہے جب مکہ میں سلطان ابن سعود نے موتمر اسلامی کا ایک اجلاس بلایا تھا جس میں ہندوستان کی طرف سے حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کی زیر قیادت کافی بڑی تعداد پر مشتمل ہندوستان رہنماؤں کا ایک وفد بھی شامل تھا۔ ۱۹۲۶ء کا یہ زمانہ حجاز و نجد میں سعودی راج کا دوسرا سال تھا حجاز کے بدوؤں پر سعودی رعب طاری تھا شریف کے زمانہ کے بڑے بڑے شیوخ سانس نہ لیتے تھے۔ اسوقت مکہ میں دنیا کے دو بڑے انقلابی وارد ہوئے ان میں سے ایک شیخ سنوسی جو مجاہد ریف عبدالکریم غازی کی تحریک کے روح رواں تھے اور فرانس کے ظلم وستم سے بچ کر کسی طرح نکل آئے تھے دوسرے مولانا عبیداللہ سندھی۔

حضرت شیخ سنوسی تو حج بیت اللہ سے پہلے ہی مکہ معظمہ میں آچکے تھے اور ان کی بڑی شہرت تھی جس جگہ شیخ کا قیام تھا میں نے دیکھا سیکڑوں نہیں ہزاروں لوگ صبح سے شام تک وہاں آجا رہے ہیں شیخ فرانس کے باغی تھے فرانس برطانیہ کا اتحادی تھا اس لئے وہ برطانیہ کے بھی باغی تھے۔ ان کا جرم صرف یہ تھا کہ انہوں نے ایک باہمت نوجوان عبدالکریم کے ساتھ مل کر سپین کو دوبارہ فتح کرنے اور مراکش کو آزاد کرانے کی کیوں کوشش کی۔

شیخ سنوسی نماز عصر کے بعد مغرب تک اپنے حجرے کے باہر بیٹھے ان کے گرد سیکڑوں تشنگان علوم دینیہ اور علماء و فضلا کا مجمع رہتا سیاسین بھی اس مجمع میں بیٹھتے لیکن حکومت کے خوف کی وجہ سے کسی کو جرات نہ ہوتی کہ کوئی سیاسی سوال شیخ سے کرے البتہ عبارات و معاملات و بعض دقیق نکات اور قرآنی آیتوں کے بارے میں لوگ سوالات پوچھتے تھے جن کا پوری بصیرت کے ساتھ مدلل جواب شیخ سنوسی ارشاد فرماتے اور لوگ شیخ کی تقریر سنتے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کیلئے ہمہ تن گوش ہو جاتے

میں بھی شیخ کی اس مجلس میں روزانہ جاتا اور اکثر شیخ کے دائیں پہلو کے قریب ہو کر بیٹھ جاتا شیخ بھی مجھ کو بہت محبت کرتے تھے کیونکہ وہ شاید سن چکے تھے کہ یہ بھی ایک باغی کا بیٹا ہے مجھے بھی اس چیز نے شیخ کا عقیدہ مند بنا دیا تھا کہ وہ بھی ہمارے ہی خاندان کی طرح انگریزوں کے باغی تھے۔

مکہ میں آمد

کوئی دو چار مہینے گذرنے کے بعد ایک شام کو ایک اور شخص سے میرے استاد نے تعارف کرایا۔ انہیں جانتے ہو کون ہیں میں نے عرض کیا نہیں حضرت شیخ الہند دیوبند والو کے شاگرد مولانا عبید اللہ ہیں یہ بھی انگریز کے دشمن ہیں اور بڑی مدت سے ہندوستان سے بھاگے ہوئے ہیں مولانا عبید اللہ صاحب ہم لوگوں سے کچھ فاصلہ پر بیت اللہ شریف کی کنکریوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔

ننگے سر گلے میں کھدر کا رومال کھدر کا کرتا اور پاجامہ عربی قبا یہ ان کا لباس تھا مولانا عبید اللہ قد درمیانہ رنگ گندمی پیشانی کشادہ بیزری چہرہ بڑی بڑی چمکدار آنکھیں چال مجاہدانہ گفتگو عالمانہ اور حکیمانہ حافظے کے قوی دل دنیا کے ہزاروں مصائب بھی ان کے دل کو مضمحل نہ کر سکے وہ ہندوستان سے حضرت شیخ الہند کے حکم پر کابل گئے تھے اور کابل میں ایک مدت تک اپنے مشن میں کامیاب رہے امان اللہ سے انہیں نے ہندوستان پر حملہ کرا دیا لیکن شکست کے بعد مولانا نے اپنا رابطہ امان اللہ سے ختم کر کے ماسکو سے جوڑ لیا اور بقول مولانا ہم سات برس تک سرحد آزاد میں ایک غار میں رہ کر ہندوستان

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کو رہ نمائی دی اور سرحد آزاد میں انگریزوں کے خلاف بغاوت بند نہ ہونے دی۔

امان اللہ خاں کے انگلستان لندن کو روانہ ہونے سے چند روز پیشتر ہی سرحد آزاد اور کابل کی حدود سے نکل کر روس چلے گئے۔ اور تین سال تک روس کے دفتر خارجہ میں مقیم رہے روسی انقلاب۔ لینن سے مولانا نے علمی تبادلہ خیالات کیا اور ایک حد تک روس کے سائنس اور مارکسزم سے ماننے والوں کو قائل کیا اور بقول مولانا کے ہم روس میں عام کی حقانیت کو سمجھتے بھی تھے اور سمجھاتے بھی تھے دونوں باتیں ایک ساتھ چلتی رہتی تھیں۔

دفتر خارجہ روس میں

دفتر خارجہ روس میں مولانا کا کام برطانوی حکومت کے ایسے سوالات کا جواب دینا تھا جو برطانوی حکومت کی طرف سے سرحد آزاد کی بغاوت کے متعلق بار بار روس کو بھیجے جاتے تھے۔ مولانا نے ایک موقع پر فرمایا۔

جب برطانوی وزیر خارجہ نے روس کو لکھا کہ روس عبید اللہ کی امداد کیلئے چالیس ہزار روپیہ سالانہ خرچ کیا گیا ہے تو ہم اس کے جواب میں روس کے وزیر خارجہ سے لکھوایا کہ برطانیہ نے امان اللہ کے ذریعہ انور پاشا کو روس کے خلاف جنگ کرنے پر اکسایا اور اسے روپے اور آدمیوں سے مدد بھی اس لئے کیونہ برطانیہ کے ساتھ ہم اپنے صلح کے عہد کو منسوخ کر دیں۔

بس اس جواب کو پڑھ کر برطانیہ کے وزیر خارجہ ٹھنڈے پڑ گئے

روس میں مولانا کے ساتھ ہندوستان کے انگریزی داں طلبا بھی تھے جو مولانا اپنے ان ساتھیوں کی بیحد تعریف فرماتے تھے کہ یہ لوگ سچے انقلابی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تھے اور مشکل سے مشکل جد و جہد کرنے سے بھی نہ گھبراتے تھے۔

اس دوران میں مولانا کی ملاقات پنڈت جواہر لال نہرو سے ہوئی پنڈت نہرو نے میری کہانی میں مولانا کی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے "ایسے دور میں انقلابی عالم میں نے کم دیکھے ہیں۔ پنڈت نہرو مولانا کی قابلیت کا اعتراف کرتے ہیں۔

نظریہ فیڈرل حکومت

مولانا سیدھے روس سے ترکی آ گئے۔ ترکی آکر مولانا نے ہندوستان اور ترکی کو فیڈرل حکومت بنانے کا مشورہ دیا۔ اور ایک مجمل خاکہ فیڈرل حکومت کا شائع کیا۔ جو آپ نے روس دوران قیام میں سوچا اور سمجھا تھا۔ اسوقت ترکی میں پارلیمنٹ کا اجلاس ہو رہا تھا اور ہندوستان میں دستوری اور آئینی بخشیں چل رہی تھیں۔ مولانا فرماتے ہیں ہم نے فیڈرل نظام حکومت روس میں سوچا تھا جب ہم ترکی آئے تو اس فیڈرل نظام حکومت کا خاکہ شائع کر دیا۔ ترکوں نے ہماری بات نہ سنی اور انہوں نے ہم سے بحث کی اور ہم انھیں اکثر باتیں سمجھانے میں کامیاب ہو گئے۔

ادھر ہندوستان والوں نے اس وقت ہمارے پیغام کو نہ سنا اور ہماری بات کو نہ مانا۔ لیکن برطانوی حکومت ہمارے بیان کو سمجھ گئی اور اس نے ہندوستان میں غلط قسم کی فیڈرل حکومت بنانیکا اعلان کر دیا۔

مولانا عبیداللہ صاحب چار برس تک ترکی میں مقیم رہے آخر ۱۹۲۳ء کے آخر میں آپ ترکی سے مکہ معظمہ تشریف لے آئے۔ یہاں پہونچکر آپ نے حضرت شاہ ولی اللہ کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ کا درس دینا شروع کر دیا لیکن

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مولانا یہ کتاب بھی اپنے مخصوص شاگردوں کو پڑھاتے تھے۔

اس لئے کہ مکہ میں آپ کو شیخ سنوسی سے بھی زیادہ خطرناک باغی تصور کیا جاتا تھا۔ مولانا عبید اللہ سندھی نہایت وجیہہ خوددار غیور تھے کہ مکہ میں آپ کی آمدنی کے تمام سلسلے منقطع ہو گئے تھے۔ اور کسی طرف سے ایک پیسہ کی امداد نہ ملتی تھی لیکن ارض مقدس کے وہ ٹکڑے اب بھی شاید ہیں جن پر مولانا عبید اللہ کی زندگی کے دس برس گزرے کہ اس مرد مجاہد نے کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کیا۔ مکہ میں ابن سعود کی نوازشیں اطراف و اکناف عالم سے آنے والے علماء پر ہوتیں لیکن عبید اللہ اور شیخ سنوسی دو ایسی ہستیاں تھیں کہ جنہوں نے ابن سعود کی ہر پیشکش کو رد کر دیا اور عسرت میں رہ کر خودداری کی زندگی بسر کرتے رہے۔

قیام مکہ میں آپ کی خدمت میں پروفیسر محمد سرور صاحب نے حاضر ہو کر ڈاکٹر ذاکر حسین شیخ الجامعہ کا خط دیا مولانا نے سرور صاحب کو چند ہی لمحوں میں جانچ لیا کہ یہ نوجوان میرے کام کا ہے اور ڈاکٹر صاحب کا انتخاب غلط نہیں پروفیسر محمد صاحب نے مولانا کی خدمت میں کافی عرصہ گزارا جب آپ ہندوستان تشریف لائے تو ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب کی درخواست پر جامعہ اپنایا۔ اور جامعہ میں کی بنیاد رکھی۔

مکہ کے بعد میری پہلی ملاقات مولانا سے کراچی میں ہوئی مکہ میں جو مولانا عبید اللہ میں لے دیکھے تھے وہ اب نہ تھے بلکہ مزاج میں برہمی پیدا ہو گئی تھی اور یہ برہمی واقعات پر مبنی تھی اس دفعہ دوران گفتگو میں فرمانے لگے۔

فکر اور پیش گوئی

ہم لوگوں کی باتیں اس لئے نہیں سننا چاہتے کہ ان لوگوں نے گذشتہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دو برس باتیں بنائی ہیں یہ لوگ عمل سے عاری ہو چکے ہیں ہمارے پاس ایک پروگرام ہے اور فکر ہے ہم اپنا فکر دوسروں سے منوانا چاہتے ہیں اور ہمارے پروگرام پر لوگوں کو چلنا پڑیگا۔ اگر کوئی ہمارا پروگرام قبول نہیں کریگا تو اس کے لئے ہلاکت ہے ایک دفعہ مکان پر چائے پی رہے تھے کہ لوگوں کے مصائب کا ذکر آگیا فرمانے لگے ہندوستان میں کس نے مصیبت دیکھی ہے۔

یہاں جیل خانہ بڑی قربانی ہے ہمارے ساتھیوں نے جو مصیبت اٹھائی ہے اسکا اندازہ اس سے لگاؤ کہ ہماری ایک رات بھی جلا وطنی میں چین سے گذری لیکن ہمارے ساتھیوں کے مقابلہ میں یہ کچھ بھی مصیبت نہیں تھی کابل میں جمال پاشا کی بیوی کا خط جرمنی سے آیا تھا کہ اگر ایک ماہ کے اندر ایک ہزار پونڈ جرمنی نہیں آئے گا تو میں اور لڑکیاں خودکشی یا پیشہ کرانے پر مجبور ہونگی۔ یہ ہے مصیبت ہندوستان میں مصائب کا ذکر کرنیوالے بزدل ہیں۔ مولانا غلط خوشامد جھوٹی عقیدت سے نہ صرف گریز کرتے تھے بلکہ ہر گفتگو میں ان چیزوں کی مخالفت کرتے۔ جھوٹی عقیدت، خوشامد اور کو اتنا برا کہتے تھے کہ بعض وقت ملنے والوں کے لئے یہ موضوع گفتگو نا قابل برداشت ہو جاتا تھا۔

مولانا عبید اللہ سندھی نے ہندوستان پہونچ کر بہت بڑا کام یہ کیا کہ اپنے فکر کو بہت جلد علمی طبقہ سے روشناس کرایا۔ اپنے فکری رجحانات اور پروگرام کے بارے میں خود بھی بہت لکھا اور مولانا کے فکری سکول کے ماننے والوں نے بھی ان سے سن کر بہت کچھ قلم بند کیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کو سیاسی تحریک ایسے انداز میں سامنے لے آئے جو آج تک نہ آئی تھی مولانا شدت کے ساتھ آنے والے انقلاب کی پیشگوئیاں کر کے گئے ہیں۔ اور ان کی پیش گوئیاں د اور دلائل پر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر مبنی ہیں۔ آخر اسکے ہر حالات سے مولانا کا صحیح اندازہ لگ گئے ہیں۔

عزیز الرحمٰن

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبید اللہ سندھی

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبیداللہ سندھی جاں فروش علم بردار حدیث، جید عالم اور مفکر تھے۔ لیکن افسوسناک بات یہ ہے کہ ہم نے انہیں فراموش کردیا جن کی زندگی عمل پیہم اور مجاہدہ تھی آج بھی اسبات کی شدید ضرورت ہے کہ ابنائے وطن عموماً اور مسلمانان ہند خصوصاً آپ کی مجاہدانہ زندگی اور انقلابی تحریک کا مطالعہ کریں اور اس سے مستفید ہوں آپ کی زندگی آپ کی تحریک اور ارشادات مستقل حیثیت رکھتے ہیں۔ اور آج کے بدلے ہوئے حالات میں بھی پوری طرح نشان راہ کا کام انجام دیتے ہیں۔

جب قوم وملک کا پورا چکر کاٹ کر نئے سرے سے زندگی کیلئے تگ ودو شروع کرتی ہے تو عہد زدال کے انہیں بزرگوں جنہوں نے قوم کے زوال کی روک تھام کیلئے جان توڑ کوشش کی یہی ان کے انفاس ہیں قوم کے ذہنوں میں نئی حرکت اور ان کے دلوں میں بلند ولولے پیدا ہوتے ہیں اور اس طرح نئی نسلیں ان ہی زندہ امید سے نئی زندگی حاصل کرتی ہیں دیگر لفظ مولانا عبیداللہ سندھی اور ان کے ناقد۔

لہذا۔ ان کے ذاتی حالات اور ان کی تحریک کا خلاصہ استفادہ نا کیلئے درج ذیل ہے۔

خاندان اور پیدائش

آپ ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں اپیانوالی میں ۱۰ مارچ ۱۸۷۲ء میں ہندو گھرانے میں پیدا ہوئے آپ کے نانا سکھ تھے اور انہیں کے اصرار پر آپ نے سکھ نیتو مذہب اختیار کیا۔ آپ کے والد کا نام رام سنگھ تھا جو آپ کی پیدائش سے چار ماہ پہلے انتقال کر چکے تھے دادا کے مرنے کے بعد آپ کی والدہ میکے لے آئیں۔ اور وہاں چھ سال کی عمر سے جام پور کے اردو مڈل سکول میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ کی تعلیم شروع ہو گئی ـــــ

مطالعہ اسلام اور قبول اسلام

کوئی بارہ برس کی عمر ہو گی کہ ایک آریہ سماجی لڑکے کی معرفت آپ کو پنڈت اننت رام جو بعد میں مسلمان ہو گئے اور اپنا نام عبداللہ رکھا کی کتاب تحفۃ الہند ملی جس کے مطالعہ کے بعد آپ کے دل و دماغ میں نئے ولولے اور نئے خیالات پیدا ہونے لگے۔ پھر دوسرے دوستوں کی معرفت مولانا اسمٰعیل شہید کی کتاب تقویت الایمان پڑھنے کا موقعہ ملا اور ایک پنجابی کتاب احوال الآخر کے مطالعہ کے ساتھ آپ نے نماز سیکھ لی اور تحفۃ الہند کے مصنف کے نام پر اپنا نام عبداللہ رکھا۔ بہرحال سنت تطہیر کے بعد اظہار اسلام کی غرض سے اور اعزا کے تعاقب سے بچنے کیلئے آپ سندھ چلے گئے اور حافظ محمد صدیق صاحب بھرچونڈی والے کی خدمت میں پہنچ گئے۔ جنھوں نے حق پدری ادا کیا۔ اور اسی وجہ سے مولانا سندھ کو اپنا وطن مانتے تھے وہ اسی وقت کے جنید اور سید العارفین تھے مولانا کا کہنا ہے کہ ان کی صحبت کا اثر یہ ہوا کہ اسلامی معاشرت ان کی طبیعت ثانیہ بن گئی۔

آپ نے پھر ریاست بھاولپور کی ایک دیہاتی مسجد میں عربی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی پھر دارالعلوم دیوبند میں داخل ہو گئے وہاں ان کی ذہنیت دیکھ کر مولانا سید احمد صاحب دہلوی مدرس اول نے کہا کہ تو شاہ عبدالعزیز ثانی ہو گا۔ آپ نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا بہرحال معروف علماء وقت کے آگے آپ نے زانوئے ادب طے کئے اور اسلام پر کما حقہ بصیرت حاصل کی آپ نے اپنی سوانح میں لکھا ہے کہ ۱۸۸۸ء میں حضرت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

شیخ الہند نے اجازت نامہ تحریر فرماکر بھیجا اور مولوی کمال الدین صاحب نے مجھ سے سنن ابی داؤد پڑھی ۱۸۹۱ء میں آپ دوبارہ خلیفہ مولانا ابوالحسن تاج محمد صاحب کے پاس امروٹ ضلع سکھر چلے گئے انہوں نے آپکا نکاح سکھر کے اسلامیہ سکول کے ماسٹر مولوی محمد عظیم خاں یوسف زئی کی لڑکی سے کرایا۔ اور مولانا کی والدہ کو بلایا جو تاحیات آپکے پردہیں پھر آپ نے حدیث اور دوسرا فقہ حنفی پر جس کو علماء دیوبند نے بہ نظر تحسین دیکھا۔ امروٹ واپس آکر دارالامر شاہگوٹھ پیر جھنڈا قائم کیا۔ بعض عربی اور سندھی کتابیں جو نایاب تھیں طبع کرائیں اور ایک ماہوار رسالہ ہدایت الاخوان شائع کیا۔ یہاں آپ نے پھر آنحضرت صلعم کی زیارت کی اور خواب میں امام مالک کو دیکھا۔

سیاسی تحریک کی ابتدا

شیخ الہند کے ارشاد پر آپ دہلی منتقل ہو گئے۔ وہاں آپ کا تعارف ڈاکٹر انصاری مولانا ابوالکلام اور مولانا محمد علی سے ہوا ویسے بھی ایک پنجابی گھرانے سے تعلق رکھنے کے سبب آپ وہاں کے تکلیف دہ حالات سے متاثر تھے مولانا اسمٰعیل شہید کی تحریروں نے آپ کو وجدانی کیفیت کو ابھارا قومی رہنماؤں کی ملاقاتوں نے آپ کو قومی تحریک سے قریب تر کیا ابتک آپ علوم اسلامیہ کی تحصیل میں مصروف تھے اور اب ان علوم کی روشنی میں آپ قومی تحریک کی راہ پر آرہے تھے اور وہاں کی ایک سیاسی جماعت سے منسلک ہو گئے۔

اس حالت میں شیخ الہند کے حکم پر ۱۹۱۵ء میں پوشیدہ طور پر آپ کابل گئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو کابل کی ہجرت کا حکم اتحاد اسلام کی موجودہ سکیم کے سلسلے میں دیا گیا تھا جس کا ایک نتیجہ تحریک خلافت کو کہہ سکتے ہیں مولانا نے اپنی سوانح میں

www.KitaboSunnat.com

لکھا ہے کہ امیر حبیب اللہ اتحاد اسلام کے کام سے ہندوستان کام کو زیادہ پسند کرتے تھے انہیں کے حکم پر مولانا نے ہندوؤں سے مل کر کام کرنا شروع کیا۔
اور امیر امان اللہ کے دور میں ۱۹۲۲ء میں انڈین نیشنل کانگریس کی شاخ کابل میں قائم ہو گئی۔ جس کا الحاق ڈاکٹر انصاری کی کوشش سے کانگریس کے گیا سیشن میں منظور پورا برٹش امپائر (BRITISH EMPIRE) سے باہر یہ پہلی کانگریس کمیٹی تھی۔ جس کے آپ صدر ہوتے اور اس طرح ملک سے باہر رہ کر ملک کی خدمت اور اسے نجات کی جدو جہد میں مصروف ہو گئے۔ تب سے آپ کی ایک مستقل ہو گئی۔ اور اور کانگریس کمیٹی کے ایک عہدیدار ہونے کی حیثیت سے آپ ہر جگہ عزت پاتے رہے مولانا فرماتے ہیں کہ کانگریس کو بین الاقوامی تعارف حاصل ہے۔ افغانستان روس ترکی ہر جگہ مولانا کو کانگریس ہونے کے سبب سہولتیں بہم پہونچائیں۔
ترکی جاتے ہوئے آپ نے سات ماہ کیلئے میں قیام کیا۔ یہ روس کا انقلابی دور کا ۱۹۲۲ء تھا۔ وہاں آپ نے ایک فرسودہ نظام شہنشاہی کو گرتے دیکھا۔ جو غریبوں کی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ اور ان کی محنت پر عیش و نشاط کی محفلیں گرم کرتا تھا جہاں غریبوں اور پامال مزدوروں اور کسانوں کے علم بغاوت کو زار شاہی کے در و دیوار پر نصب پایا۔

زمانے کے انداز بدل گئے

کانگریسی ہونے کی وجہ سے سوویت روس نے آپ کو اپنا معزز مہمان بنایا، اور مطالعہ کی ہر سہولت فراہم کی۔ عام طور پر لوگوں میں چرچا ہے کہ آپ لینن کے مہمان تھے۔ اور آپ کو اس کی محبت نصیب تھی۔ مولانا نے اس کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ غلط ہے میں لینن سے ملا۔ کامریڈ لینن اسوقت ایسا بیمار تھا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہ قریبی دوستوں کو نہیں پہچان سکتا تھا۔ ۱۹۲۲ء میں انقرہ پہونچے۔ سفیر ترکیہ متعین ماسکو اور وزارت خارجہ ماسکو نے آپ کے سفر اور راہ کا تعین کیا تاکہ برطانوی عملوں اور کارندوں کو خبر نہ ہو سکے۔

بہرحال آپ جب ترکی پہونچے تو مصطفیٰ کمال اتاترک کی رہنمائی میں ترکی نشاۃ ثانیہ ہو رہی تھی۔ فرسودہ نظام کی جگہ ایک خالص قومی اور ترقی پذیر نظام کا سنگ بنیاد رکھا جا رہا تھا۔

وہاں مولانا عبید اللہ نے اتحاد اسلام کی کوئی گنجائش نہ پائی۔ ترکی کے لئے ہندوستانی مسلمانوں نے جو تحریک خلافت شروع کر رکھی تھی اس کے تہ ترکی بالکل نہیں تھے۔ وہاں کی معاشرتی ترقی کا ذکر کرتے ہوئے مولانا نے بتایا ہے کہ کمال پاشا نے دیہاتیوں کو   کے برابر کر دیا۔

آپ کے ایک معمولی خط پر لالہ لاجپت رائے آپ سے ملاقات کرنے اور تبادلہ خیالات کرنے کیلئے ترکی گئے۔

۔۔۔ء میں حج کے موقع پر مکہ معظمہ میں موتمر منعقد ہوئی اس کی شرکت کو ہندوستان دوستوں سے ملاقات کرنے آپ وہاں گئے آپ موتمر کے بعد پہونچ سکے۔ آپ مکہ معظمہ میں ۱۴ سال تک علمی مشاغل میں مشغول رہے۔ انڈین نیشنل کانگریس کی کوششوں سے حکومت برطانیہ نے واپس آنیکی اجازت دیدی۔ اور آپ کوئی چوبیس سال بعد ۱۹۳۹ء میں وطن عزیز واپس ہوئے۔

آتے ہی آپ نے بتایا اس عمر میں خانہ کعبہ میں باقی دن گذارنا بہتر تھا۔ لیکن اپنے علم احساسات اور تجربات سے ملک کے نوجوانوں کی کوشش کرتے ہیں ملک عزیز کی خدمت کا جذبہ ہی ہندوستان کھینچ لایا۔ آپ عمر طبعی کو پہنچ چکے تھے آرام کی سخت ضرورت تھی۔ لیکن ملک عزیز کے بدوش چھپکر برطانوی کا دعبا اور مسلمانوں

www.KitaboSunnat.com

کی کج روی مولانا کو حد درجہ پریشان کئے ہوئے تھی۔ قومی محاذ سے مسلمانوں کا الگ ہو جانا اور ان سے پیدا ہونے والے حالات کے اندیشہ نے مولانا کو ایک پل چین نہ لینے دیا۔ ان کی غیر حاضری میں مسلمانوں نے ایک عجیب طریقہ اختیار کر لیا تھا۔ قدرتی طور پر اس کے کچھ لازمی نتائج برآمد ہونے والے تھے۔ جو بہت ہی اندوہناک نظر آ رہے تھے۔ مولانا کی دوربینی ان حالات کو پڑھ رہی تھی جس سے ہم دوچار ہوئے اور جس کا خمیازہ ہم بھگتتے رہیں گے جب تک ان کی پیش کردہ راہ پر گامزن نہ ہوں۔

مولانا گاؤں گاؤں پھرے دستک دے دے کر مسلمانوں کو مخاطب کیا افتراق پسندی سے پیش آنیوالے نتائج سے متنبہ کیا قومی راستے سے علیحدگی پر ڈانٹا مسلم لیگ کے دو قومی نظریہ کو باطل قرار دیا۔ اور مسٹر جناح کی قیادت کو گمراہ کن بتایا اور قرآن کی روشنی میں متعین کردہ راہ کی ترویج و اشاعت میں لگ گئے۔

کئی بار ایسا ہوا دوران تقریر آپ پر غشی طاری ہو گئی ہوش و حواس درست کر کے آپ نے سلسلہ تقریر جاری رکھا حالت بد سے بدتر ہو گئی لیکن جد و جہد سے باز نہ آئے۔ آخر جب حالت غیر ہو گئی تو آپ اپنی صاحبزادی اور نواسے کی درخواست پر دین پور ریاست بھاولپور تشریف لے گئے اور وہیں ۲ر اگست [illegible]ء کو وفات پائی۔

مولانا نے قومی مسائل کے کسی پہلو کو اپنی پرواز فکر سے پرے نہیں رکھا ان مسائل کو تاریخی واقعات اور حالات کی روشنی میں جانچا اور عوام کو ان کے حل سے آگاہ کیا۔

مسلمانوں کے تمام مذہبی و سیاسی مسائل خاص طور پر ان کے زیر غور رہے اور آپ نے غور و فکر کے نتیجہ سے مسلم خواص و عوام کو آگاہ کیا۔ مولانا نے کوئی بات

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کبھی نہیں چھوڑی۔ لیکن مسلمانوں کے ذہن میں کچھ ایسا زہر بھر دیا گیا تھا کہ یہی ان سنی کر دیتے تھے۔

آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کی قائم کردہ سندھ ساگر اکیڈمی ٹمپل روڈ لاہور آپ کی تصنیفات اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی تصنیفات کے اردو ترجمے شائع کرتی رہی نہ جانے پاکستان بننے پر ان پر کیا گذری اور ان کا سلسلہ اشاعت جاری ہے یا نہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"گاہے گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را"

اتحاد و ترقی کے داعی

مولانا ابوالکلام آزاد

سے

{ کانفرنس مسلمانان ہند جنوری ۵۸ء میں یہ منظوم سپاسنامہ مولانا ابوالکلام کی خدمت میں مولانا قمر الہدیٰ فردوسی صاحب نے پیش کیا تھا یہ ایک نادر دستاویز ہے جو نکتے آپ نے بیان کئے ہیں وہ آج ایک انقلاب معلوم ہوتا ہے۔ }

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

منظوم سپاسنامہ

اے امامِ ہند اے علم و ادب کے تاجدار
اے امامِ کاروانِ شوقِ [illegible]
اے خطیبِ بے بدل اے عالمِ اُمّ الکتاب
اے زِ سرتاپا سیاست اے امامِ انقلاب
اے تدبر کے خزانے اے تفکر کے امیں
اے حکیمِ قوم نباضِ وطن حکمت شناس
اے عزائم کے فلک، سعی و عمل کے آفتاب
اے نویدِ صبحِ آزادی نقیبِ انقلاب
اے بہشتِ علم فردوسِ عمل خلدِ یقین
اے نسیمِ [illegible] عرشِ بریں
اے شہنشاہِ خطابت موجدِ علم الکلام!
اے دلِ مایوس کی درس امیدوں کو پیام
اے نگارش کے مجدد اے ادیبِ باکمال
اے کلام اللہ کے شارح مدیرِ الہلال
اے نشانِ راہِ منزل اے دلیلِ خضرِ راہ
اے حدیثِ شاہدِ حجت اے فروغِ لا الٰہ
اے سپیدے شبِ دیجور کے روشن چراغ
اے جنیدِ عصرِ حاضر اے مدیرِ البلاغ
اے محبت کے ستارے اے مظہرِ خلقِ عظیم

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اے فروغِ عقل و دانش منبعِ عقلِ سلیم
اے محی الدین اے آزاد اے فیروز بخت
اے ضیائے رسمِ احمدؒ وارثِ تسبیح و تخت
اے امام احمد کے سچے جانشیں اے سرفروش
اے دلِ اہلِ عزیمت کی خلش اے سخت کوش
اے مجدد الفِ ثانی شیخ احمدؒ کی امید
سید احمدؒ کی تمنا حسرتِ قطبِ شہیدؒ
اے جمال الدین افغانی کے مستقبل کی آس
اے ولی اللہؒ کی تحریکِ حکمت کی اساس
اے امینِ رازِ فطرت اے چراغِ انجمن
اسوۂ قاسمؒ کے پرتو عکسِ محمود الحسن!
اے حقائق کی تجلی اے دلِ شبلی کے راز
اے صریرِ رنگ و بو سجادؒ کے سوز و گداز
اے مشیت کے نشاں اے سرِّ گیتی کے نمود
اے کتابِ کبریا کے ترجمے "بین السطور"
اے علمبردارِ حق اے تیغِ باطل شکن!
اے ہمارے خضرِ منزل اے امامِ علم و فن
اے جہانِ علم و فن کے بحرِ ناپیدا کنار
فکر کی دنیا میں طرزِ خاص کے پروردگار
اے علمِ آگہی اے آب و رنگِ ہست و بود
اے نوائے زندگی اے نغمۂ ترکِ جمود

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

[illegible]

اے کلیدِ نقشِ مطلب محرمِ [illegible] ادب
اے عروسِ ہند فخرِ ایشیا رشکِ عرب
اے قرارِ جانِ [illegible] حیرت کے ملک
اے مسلمان اور ہندو کی متاعِ مشترک
اے امینِ ملک اے پیغامِ امن و [illegible]
اے شعاعِ نیّرِ العارف کنزِ معرفت
اے جہادِ زندگاں کی کتابِ زر فشاں
نام تیرا رہبرِ آزادیِ ہندوستاں ہے
تیری صورت ... نقش و نگار کائنات
تیری سیرت عرش کی قندیل نورِ شش جہات
تیری جرأت مژدۂ رنگینیِ صبحِ بہار!
تیری ہمت [illegible] آئینہ دار
لب کشائی میں تری پنہاں پیامِ رنگ و بو
نقش پیشانی پہ تیری آیۂ لا تقنطوا
دیدۂ بینا ترا سرچشمۂ حق الیقین!
تیری نظروں پر نمایاں دامِ ہر رنگِ زمین
تیری ہستی بہرِ جنت چشمۂ آبِ حیات
صد گلستاں بر کفن و صد گل بداماں تیری ذات
ذات میں [illegible]
تیری ہستی [illegible] کی زندہ مثال
تیرا سینہ جلوہ گاہِ [illegible] علیم!

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

تیرا دل مسحورِ منزل یا مِن الرّب رحیم
کامیابی تیرا حصہ کامرانی تیرا حق
تو نے دنیا کو دیا خود اعتمادی کا سبق
عمر بھر کی تو نے جور و ظلم کی طاقت سے جنگ
جیل تیرا گھر تو گھر کی زندگی قید فرنگ
امتزاج سنگ و آہن سے بنا تیرا مزاج
لے لیا گاندھی سے تیری استقامت نے خراج
دم بخود کوہ ہمالہ تیرے استقلال پر
تیری عظمت نے اثر ڈالا جواہر لال پر
رائے کی تیری ہمیشہ کانگریس نے قدر کی
حیثیت ہر حال میں تیری رہی ہے سند کی
سامنے شملہ میں آیا جب ترے ویول پلان
تو ہوا ردعمل میں اس کی ثابت اک چٹان
بات میں تیری سیاست کی ہوا کرتی ہے بات
کھا گیا کیبنٹ مشن دہلی میں آخر تجھ سے مات
بعد میں ہے گا مورخ ہاتھ میں اپنے قلم
پہلے وہ کھائے گا تیری استقامت کی قسم
لیکن اے علم و معارف کے ندیدہ کامیاب
کچھ یہ اندازہ گر اب تجھ سے کرنا ہے شتاب
یعنی از ذلِ التجا دارم بہ تو با صد ادب
تا یکے معلوم صہبائے عمدہ بے ساز طرب

www.KitaboSunnat.com

۵۰

تجھ سے پوشیدہ نہیں قوم و وطن کی کیفیت
ان دنوں اوجھی جوانی پر ہے فرقہ واریت
ہے ادھر کثرت بدہضمی ادھر قلت کا غم
دونوں پاگل ہو گئے انگریز کے سر کی قسم
آج دستِ عقل ہے جنوں کی باگ پر
قصرِ مستقبل بنایا جا رہا ہے آگ پر
جا رہی ہے فطرتِ اقوام پستی کی طرف
بڑھ رہا ہے ملک پھر فرقہ پرستی کی طرف
کارفرماں ملک میں ہیں قوتیں تخریب کی
توڑ دی کوتاہ بینی نے کمر تہذیب کی
ہند و پاکستان دوزخ کے نمونے ہو گئے
گھر تو گھر سیکڑوں دیہات سونے ہو گئے
رفتہ رفتہ غم کے بادل روح پر چھانے لگے
کشتِ گلزارِ وطن کے پھول مرجھانے لگے
گر رہی ہے چپے چپے برقِ تعصب فہم پر
قوم نے قربان کر ڈالا یقیں کو وہم پر
دھار پر خنجر کی قائم ہے اخوت کا نظام
چھوڑ بیٹھا آدمی انسانیت کا احترام
بہیمیت کے سانچے میں اب طرزِ دل ڈھلتا نہیں
آدمی انسانیت کی راہ پہ چلتا نہیں ؛
بھائی چارہ کا نہیں اب بہروں کے دل میں جوش

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہندو مسلم بھائی بھائی کہنے والے ہیں خموش
تلخ گوئی سے پڑی جاتی ہے کانوں میں خراش
دل ہوا جاتا ہے طعنوں کے اثر سے پاش پاش
دوست کا چہرہ خلوص قلب کا مظہر نہیں
ہے وہی آئینہ لیکن اسمیں وہ جوہر نہیں
انتہائی کشمکش میں آج ہندوستان ہے
اور مخلوق خدا بے چین ہے حیران ہے
مطلع امید پر غم کی گھٹائیں چھا چلیں
زندگی تھی جن سے وہ چنگاریاں کجلا چلیں
سحر انگلستان سے ہیں مسحور اب قلب و دماغ
ہنس کی چالوں پہ چلنا چاہتے ہیں اب بھی زاغ
آنکھ لندن پر کسی کی اور کسی کی روس پہ
دی گئی ترجیح یوں موہوم کو محسوس پہ
جا رہی ہے ناؤ آزادی کی آندھی کی طرف
رخ ہے چرچل کی طرف اور پشت گاندھی کی طرف
ڈر رہا ہوں نظم آزادی میں خامی آ نہ جائے
خوف ہے پھر لوٹ کر دورِ غلامی آ نہ جائے
دردِ دل برپاست از گرداب طوفانِ دگر
نم از چشم تحیر ساز و سامانِ دگر
وطن ہی ہو کے پنہاں اک دلِ ناشاد میں
بہہ رہے ہیں اشک خوں گزرے ہوؤں کی یاد میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ڈر ہے آزادی کا پودا آندھیوں سے گر نہ جائے
کی گئی جو قربانیاں ان سب پہ پانی پھر نہ جائے
ملک دشمن طاقتیں ہیں ایک ہی مصروف کار
سب سے بازی لے گیا اس دور میں سرمایہ دار
ڈھا دیا ہے شک شبہات میں ایک جوش ہے
اور ساز اتحاد باہمی خاموش ہے!
ہے عوام الناس کا میلان شاہی کی طرف
بڑھ رہا ہے قافلہ تباہی کی طرف
دور آزادی کٹ رہی ہے بے ضمیری کی چھاؤں میں
یعنی کامن ویلتھ کی بیڑی پڑی ہے پاؤں میں
ضابطہ جینے کا قائم ہے نہ مرنے کا نظام
دور ہی بے ڈھنگا اور نہیں رہا ہے انتظام
زلزلہ برپا ہے ہر ایوان پر تمکین میں آج
زہر گھولا جا رہا ہے ساغر تمکین میں آج
آہ تیری قوم ہے وہم و تذبذب کی اسیر
ایسی حالت میں بتا کہتا ہے کیا تیرا ضمیر
جو مروت سے پھر ایک بار اپنے کام لے
اٹھ خدا کے واسطے گرتے ہوؤں کو تھام لے
ساتھ شیخ الہند مولانا حسین احمد کے
اور خوف و دہشت کی فضائیں ختم ہے
ہاتھ اٹھا میں مفتی اعظم بقا کے واسطے

www.KitaboSunnat.com

متصدہ ہوں حفظ الرحمن ہر بلا کے واسطے
ہو ہمارے واسطے شام محرم صبح عید
جلوہ گر ہوں پھر نئے انداز سے احمد سعید
ہند و پاکستان دونوں بن گئے ماتم کدے
کام کچھ لدھیانوی پیر جواں ہمت سے لے
خوف جو کھاتا نہ تھا انگریز کی سنگینوں سے
تو مدد لے اس جری انسان نور الدین سے
کام میں تیرے سبھی دیں گے مدد ذاکر حسین
ان کی باتوں کا اثر لیں گے یقیناً مانعین
ساتھ دیں گے آخری حد تک ترا عتیق
مولوی طیب بنیں گے راہ و منزل کو رفیق
لے اعانت کچھ سعید صاحب مہرباں سے تو
کچھ مدیر "الجمعیۃ" مولوی عثمان سے
ختم ہو جائے کسی صورت سے یہ دور عجیب
لائیں جنبش میں قلم اپنا پر دفیسر مجیب
فرقہ داریت کے دشمن قومیت کے دلکی ہیں
دیں مدد   کو قلم سے ڈاکٹر عابد حسین
سامنے کوئی رجال احمد کے آ سکتا نہیں
اور   سے کوئی آنکھیں ملا سکتا نہیں
ملک میں پھیلی ہوئی ہے ہر طرف اک ابتری
اٹھ کھڑے ہوں کام کو سید محمد جعفری

www.KitaboSunnat.com

ہمارے چارہ کا سفینہ پڑ گیا گرداب میں
ڈاکٹر کچلو سے کچھ ملنے پنجاب میں
اور بھی اک آدمی ہے عزم و ہمت کا دھنی
پیکر ایثار جس کا نام ہے عبد الغنی
سید عبد اللہ ہیں تیری حضوری کے لئے
بمبئی کو چھوڑ دے لیکن ذری سی کے لئے
مولوی اظہر الدین سے ہم کہہ دیں کچھ انتظام
تاکہ پہونچا دے وہاں بھی تو اخوت کا پیام
بھیج سی۔ پی میں اسے جو ہے مجسم اتحاد
تاکہ قائم ہو وہاں بھی شاخ "بزم اتحاد"
مولوی سلطان حسن کو بھیج دے اجمیر میں
اور ادھر مہدی حسن موجود ہیں ناگپور میں
اور بھی موجود ہیں اجمیر میں عبد الشکور
انجمن کی روشنی پہونچائیں گے یہ دور دور
لے مدد بنگال سے تو شیر علی سے کام میں
طیب اللہ کام کو موجود ہیں آسام میں
ہند کلکتہ کے ناظر ساتھ دیں گے شان سے
اور امید تعاون ہے محمد جان سے
اپنا اک بوڑھا چچا بھی ہے دہلی میں مقیم
جنکو سب کہتے ہیں حافظ مولوی عبد الحلیم
اور بھی مولانا قاری رحمت اللہ ہیں وہیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جن سے اچھا کارکن مجھ کو نظر آتا نہیں
ڈاکٹر محمود گر کچھ وقت دیں تحریک کو
صبح میں تبدیل کر دیں یہ شب تاریک کو
کام میں ان کے کریں قیوم انصاری مدد
منت اللہ ساتھ ہوں ہمراہ ہوں عبدالصمد
علم ہو شام محرم جلوہ گر ہو روز عید
مولوی عبدالصمد کے ساتھ ہوں عبدالحمید
بیکسوں کی دستگیری کو سمجھ کر فرض عین
ساتھ دیں گے لازمی پھلواروی احمد حسین
مولوی الیاس صدیقی کریں رانچی میں کام
اور معین الحق پلاموں میں کریں کچھ انتظام
مولوی نور الحسن پھلواروی ہوں مستعد
دست نور اللہ میں ہو پرچم ترک جمود
اور دربھنگہ سے اٹھیں مولوی عبدالودود
اور بھی اک شخص ہو چمپا نگر میں خوش خرام
نام میں جن کے علی آتا ہے پہلے پھر امام
ظل نور اللہ میں یہ مشق جانبازی کریں!
اور صمد تحریک میں منظور اعجازی کریں
پھر تو صوبے کی فضا انگڑائیاں لینے لگے
قبر میں نصرت سلف اٹھ کے دعائیں دینے لگے
صوبۂ مفلس کا لیتا ہوں میں عزت سے نام

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ ہے مدراسیوں کا سب کے دل میں احترام
ہو رہی تھی ملک کی ہر چیز جب زیر و زبر
تھی نظر مدراسیوں کی انقلاب وقت پر
انقلاب تند خو کی رو میں جو بہتے نہیں
عزت و عظمت میں جو پیچھے کبھی رہتے نہیں
جل رہا تھا جن کے سینے میں چراغ احساس کا
اس لیے اونچا نظر آتا ہے سر مدراس کا
ہم کو اپنے عہد کی تجدید کرنی چاہیے
ملک کو مدراس کی تقلید کرنی چاہیے
صوبہ مدراس میں ہیں مولوی عبدالحمید
ان سے ہونی چاہیے اس باب میں گفت و شنید
ان کی کوشش سے پہنچ سکتا ہے گھر گھر میں پیام
کیونکہ ان کی ہی ادارت میں ہے جاری [illegible] الکلام
اور مولانا محی الدین ہیں کرنول میں !
کام کر سکتے ہیں جو تاریک تر ماحول میں
مولوی مقبول احمد ہوں سیابانی کے ساتھ
پھر تو ہر مدراس میں ہر کام آسانی کے ساتھ
مولوی رزاق بھی مدراس میں ہیں نیک نام
اور دیدہ ور دہلی میں موجود ہیں عبدالسلام
ذکر میں کیونکر کروں ان [illegible]
[illegible]

[illegible]

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

بعینٹ سرحد چڑھ گیا انگریز کی اسکیم پر
لعنت اس تقسیم پر پھٹکار اس تقسیم پر

آج تک جب بادشاہ خاں یاد آتے ہیں مجھے
بے بسی پر اپنی وہ گھنٹوں رلاتے ہیں مجھے

دیکھتا ہے ان کو جب میرا تصور مضمحل
کیا کہوں فرط عقیدت سے تڑپ اٹھتا ہے دل

ورنہ وہ اور اس کی اس حالت پر کوئی آنسو بہائے
موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جو مسکرائے

زندہ باد اے شہر سرحد شہر سرحد زندہ باد
اب بھی گویا دشمنوں سے تو ہے مصروف جہاد

تیرا قصہ خوانی کی زمیں کو یاد ہے
قید میں تو ہے مگر تیرا وطن آزاد ہے

دشمنوں کی دسترس سے تیری ہستی ہے بلند
آج گرچہ تو وطن کے قید خانے میں ہے بند

فوج پہونچے اس کے آگے راست چپ کرتی ہوئی
موت بھی آئے گی جس کے سامنے ڈرتی ہوئی

اک تبسم سا لب قیوم پر رخشندہ ہے
ورنہ وہ سارے جہاں کے سامنے شرمندہ ہے

دور آزادی میں جان حریت ہے جیل میں
اے خدا تیرا بھی کیا کچھ ہاتھ ہے اس کھیل میں

ہے مری نذر عقیدت سرخ پوشوں کے لئے

ماہیِ بے آب ہوں اس شہر فردوس کیلئے
لائیں راہ راست [illegible] ہوں وہاں پایا بکہ
ڈاکٹر خاں اور بلوچستان کے عبد الصمد
کام سے یو پی کے اللہ حافظ ابراہیم ہے
جن کا ایک گورنر قلق بے تری اسکیم ہے
کون کار مشکل و محمود شروانی سے لے
اور مدد اس کام میں انصار ہروانی سے لے
ہے بنارس اور علی گڑھ سے امامت کی امید
آئیں گے دونوں بجز سے ملک تک عبد المجید
اور اعظم گڑھ میں ہیں سید سلیمان و سہیل
چھانٹ دیں گے یہ دلوں سے ظلم و جہل کی میل
کام کچھ اپنا بقا ماء اللہ عثمانی سے لے
اور مدد تنظیم میں منظور نعمانی سے لے
کام لے صبح بنارس سے اردو کی شان ہے
یعنی کچھ اسحاق سے کچھ اختر الاسلام سے
مشرقی یو پی میں نکلے کام تم کو بھی سہیل
دیں اگر امداد سابق وائس چانسلر خواجہ خلیل
ان احمد لیس چپ بلا کر دے کے عنوان سے!
اس قدر نکل آئے وطن طوفان سے
ہمنوا ہوں گے فتح گڑھ کے مجلس کے بلبل
تیری دمسازی کریں گے از [illegible]

www.KitaboSunnat.com

کام میں امداد دیں گے ڈاکٹر عبدالعلی
یں کام کو اسحاق صاحب سنبھلی
لکھنؤ سے عظمت اللہ اور انیس احمد کو ہے
کام موزوں کوئی مولانا بشیر احمد کو دے
فرقہ واریت کا سورج دم بدم ڈھلتا رہے
لکھنؤ میں آل احمد کا قلم چلتا رہے
دیں مدد کچھ لکھنؤ ایوان کے سابق حکیم
یعنی بستی کے لیڈر مولوی عبدالحلیم
ساتھ دیں گے سچے دل سے تیر شاید فاخری
یہ وہ موسیٰ ہیں کہ جن سے کانپتا ہے
ہو رہی ہے ناؤ آزادی کی طوفاں سے قریب
ایسی حالت میں مدد دیں گے پروفیسر حبیب
حامد الانصاری غازی سے مدد ہے کام میں
رہتے ہیں ثابت قدم یہ گردشِ ایام میں
غیر ممکن ہے ہٹانا ان کو اپنی راہ سے
فرقہ پرست تھرتھراتے ہیں حیات اللہ سے
فرقہ واریت جھکادے گی ادب سے اپنا ہیں
آئیں گے میدان میں جب مولوی سید انیس
ختم ہو جائیں گے دم بھر میں یا دلوں کے پیچ و خم
جب اٹھائیں گے پروفیسر رشید احمد قلم
کر نہیں سکتے کبھی پہلو تہی امداد سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

[illegible]

[illegible]

ہے ریاض الدین احمد کو اک آئینہ سے
خواجہ اظہر کو سہارا نہج سے ہے لینا ضرور
اور منظور الٰہی ایک آدمی ہیں ذی شعور
نامزد کن از مراد آباد نصیر الدین را
وز گیا ایضاً داخل کن سراج الدین را!
ہمدوانی میں حکیم اللہ ایسے میں ظفر
اور متھرا شہر میں عبد الغنی ہیں باثر
غیر مسلم ہم سے بگڑے ہوں تو ان کیلئے
سیکڑوں تیار ہیں سے تعاون کے لئے
پانصد اشخاص پر مشتمل یہ کاروان
اک ادائے لوٹ ہے بڑھ کر جانب منزل رواں
کام سے ہر ہر رسالے سے ہر ایک اخبار سے
قوم کی کشتی نکل آئے گی خود منجدھار سے
ہے صداقت حقیقت ایثار تعمیر سے
آئینہ مشعل اجالا روشنی تنویر سے!
کلمہ ہے منظر ہے ساغر ہے جگر ہے جوش ہے
اختر و انور سروش ہے فکر ہے اور ہوش ہے
نازش و انصار روا احق و بزم و شرار
کامل و سرشار و کوثر اصغر و ابر نشد
شاکر و حامد و محفوظ و وحید و کاظمی
قاسم و اخلاق و عابد اور حبیب اعظمی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یونس و سجاد و ایوب و فضیل و ہاشمی
احمد و محمود و یوسف اور وحید قاسمی

روکتے ہیں نام لینے سے قوافی اور ردیف
ورنہ ہیں معلوم مجھ کو سینکڑوں اسمِ شریف

راہ میں حائل ہے بحرِ فاعلاتن فاعلات
ورنہ خیمہ زن نہ رہتے شاخِ آہو پر برات

الغرض تیار ہے یہ کارواں تیرے لیے
گوش بر آواز ہے ہندوستاں تیرے لیے

قافلہ سالار یا در قیصرِ حکومت تاب کے
نرخ کشتی یا قلمدانِ وزارت تاب کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مولانا..... آزاد

سنہ ۱۹۲۵ء ---------

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یکم جنوری ۱۹۴۵ء

سلیم پور ہاؤس ـــــ لکھنؤ

میرے بھائی ہندوستان کے آئینی مسئلہ کے بارے میں میری نپی تلی رائے ہے کہ آنیوالے انتخاب میں ہندوستان کو آزادی تو نہیں مل رہی لیکن میرا قطعی یقین ہے کہ ہم ہندوستان کی آزادی کے قریب ہوجائیں گے۔ لیکن آزادی سے پہلے یہ ضروری ہے کہ ہندو اور مسلمانوں میں اتحاد قائم ہو۔ بلکہ کسی آئینی اتحاد کے ہندوستان کی آزادی بے معنی ہوکر رہ جائیگی۔ میرے نزدیک مسلم پارلیمنٹری بورڈ میں اگر سوء مسلم لیگ کے تمام جماعتیں شریک ہوجائیں۔ تو الکشن کے بعد کانگریس کیلئے آئینی اتحاد کا مسئلہ آسان ہوجائیگا۔

سلیم پور ہاؤس میں مولانا آزاد۔ ایک گول میز کے گرد بیٹھے ہوئے تھے اور بے نیازی سے سگریٹ پر سگریٹ کے کش لگا رہے تھے۔ مولانا آزاد نے پنڈت پنت کی موجودگی میں چودھری خلیق الزماں، نواب اسمٰعیل خاں۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی صدر مجلس احرار ہند اور مولانا شبیر سیٹھ مرحوم رکن ورکنگ کمیٹی جمعیت علماء ہند کے سامنے تقریر کی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں کمرے کے ایک کونے میں صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ ہندوستان کے اس عظیم الشان انسان کی یہ باتیں غور سے سن رہا تھا مولانا آزاد کی خدمت میں میری یہ پہلی حاضری تھی میں اپنے والد محترم مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے ہمراہ کوئی آٹھ دن تک مولانا آزاد کی خدمت میں رہا۔ مولانا آزاد جب گفتگو فرماتے۔ تو ایسا معلوم ہوتا۔ کہ ادبی الفاظ مولانا کے محتاج ہیں۔ اور مولانا کو زبان وبیان پر ایسی قدرت حاصل تھی جس کے متعلق یہی کہا جاسکتا ہے کہ مولانا کے دماغ میں الفاظ ڈھل کر نکلتے تھے۔ اس آٹھ روزہ قیام کے دوران میں مولانا کو جی بھر کر دیکھتا رہا۔ اور ان کی سب ہی گفتگو سنی۔ لیکن اس کے باوجود بار بار دل میں یہی خیال آتا رہا۔ کہ یہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دیکھنے کی چیز اسے بار بار دیکھوں۔

یکم نومبر ۱۹۳۷ء

کوچہ چیلان آصف علی ہاؤس۔ دہلی

والد صاحب قبلہ نماز ظہر سے فارغ ہوئے ہی تھے۔ کہ ان کو دہلی سے تار ملا۔ دہلی پہونچئے۔ آزاد۔ مولانا آزاد کا تار پڑھتے ہی والد قبلہ مجھے ہمراہ لیکر دہلی روانہ ہو گئے۔ دہلی میں انجمن سیف الاسلام میں قیام رہا۔ یکم نومبر کی صبح آٹھ بجے مولانا کی خدمت میں پہونچے۔ اس میٹنگ میں بہار سے ڈاکٹر سید محمود۔ بمبئی سے سید عبداللہ بریلوی۔ کلکتہ سے مولانا نوشیر علی، جمعیت علماء ہند کی طرف سے مفتی کفایت اللہ شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی حضرت مولانا حفظ الرحمٰن شامل تھے۔ مسئلہ زیر بحث یہ تھا کہ مسلم لیگ نے ہندوستان میں مسلمانوں کے مطالبات کو ایک نئی شکل دی ہے۔ مسلم لیگ کے رہنما کسی ایک انوال پر گفتگو کرنے پر تیار نہیں اسلئے ضروری ہے کہ مسلمانوں کے سیاسی حقوق کے بارے میں ایک واضح بات سامنے آجائے۔ مولانا آزاد نے مجلس کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

تمام صوبوں سے مسلم لیگ اور کانگریس کی کشمکش کی خبریں آرہی ہیں۔ اس سے ہندو اور مسلمانوں میں نفرت بڑھ رہی ہے۔ اگر ہندو مسلم منافرت کو نہ روکا گیا تو ایک دن ایسے حالات سامنے آئیں گے کہ جو ہندو یا مسلمان یا یوں کہیئے کہ کانگریسی اور مسلم لیگی رہنماؤں کے قابو میں نہ رہیں گے۔ میری یہ بہت پرانی رائے ہے۔ کہ ہندوستان کی آئینی آزادی ہو یا مکمل آزادی۔ وہ ہندو مسلم اتحاد کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی۔

جہاں تک کانگریسی حکومتوں کی مقبولیت کا تعلق ہے۔ وہ اگر بقول مسلم لیگ کے درست بھی ہو۔ تب بھی بحیثیت مسلمان کے مسلمانوں کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ خود مشتعل نہ ہوں کیونکہ اقلیت کا اشتعال اکثریت کے انتقام کی صورت میں نمودار ہوتا ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میری رائے یہ ہے کہ مسلمان جن صوبوں میں اقلیت میں ہیں۔ وہاں وہ تدبر حکمت اور صبر سے کام لیں۔ انگریزی حکمت عملی تو یہ ہے کہ جو مسلمانوں کے جمہوری وجود اور ذاتی حقوق کو فرقہ وارانہ شکل میں ہی ظاہر کرے۔ اس بارے میں بڑی ذمہ داری تو اکثریت کی ہے کہ وہ جمہوری طرز حکومت میں اقلیت کو مطمئن کرے۔ کیونکہ کوئی جمہوری حکومت اقلیت کو مطمئن کئے بغیر نہیں چل سکتی ہے۔ اور نہ چلائی جا سکتی ہے۔ کانگریس نے اپنا نقطہ نظر یہی قرار دیا ہے۔ کہ وہ اقلیت کے پورے حقوق اور آزادی دے۔ گفتگو کے اس مرحلہ پر ڈاکٹر سید محمود نے فرمایا۔ کہ کانگریس کے ہندو لیڈر روزانہ ایک نہ ایک بیان ایسا دیتے ہیں جس سے حالات میں تلخی پیدا ہو جاتی ہے۔ مفتی کفایت اللہ صاحب نے فرمایا کہ آخر کانگریس مسلمانوں کے بارے میں آزاد خیال جماعتوں سے معاہدہ کیوں نہیں کرتی۔ مولانا محمد میاں فاروقی الٰہ آبادی نے فرمایا کہ کانگریس کے ہندو رہنماؤں میں جمہوری حکومت سے زیادہ ہندو حکومت قائم کرنے کا خیال نمایاں ہو گیا۔ مولانا حفظ الرحمٰن نے جمعیت علماء کے فارمولے کی تشریح کی یہ مجلس کوئی تین گھنٹے جاری رہی۔ اور پھر شام کیلئے ملتوی ہو گئی۔

حضرت مولانا آزاد کی خدمت میں میری یہ دوسری حاضری تھی۔ آج کی گفتگو میں مولانا آزاد نے یہ بھی انکشاف کیا۔ کہ آج دو بجے سر سکندر حیات خاں وزیر پنجاب ملنے کے لئے آئیں گے۔ تاکہ کانگریس اور مسلم لیگ کے سلسلہ میں بات چیت ہو سکے۔

۱۸ جولائی ۱۹۴۵ء

وائسرائے ہاؤس شملہ

۸ جولائی کی صبح کو رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی مولانا آزاد سے وائسرائے لاج میں ملے۔ مولانا آزاد نے اس ملاقات میں فرمایا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اگر برطانوی گورنمنٹ کسی باعزت سمجھوتے پر رضامند نہ ہوئی تو کانگریس کو نئی تحریک جاری کرنی ہوگی۔ اس گفتگو میں مولانا آزاد نے اپنے ساتھیوں کی کمزوری کیطرف بھی اشارہ کیا۔

میرے بھائی لوگ تو اسوقت سمجھوتے کیلئے بے تاب ہیں۔ خواہ وہ سمجھوتہ کیسا ہی ہو۔ اور کسی بھی بنیاد پر ہو۔ لیکن میں نے دیول صاحب سے کہہ دیا کہ سمجھوتہ اگر ہمارے خلاف ہوگا۔ تو اسے کانگریس قبول نہ کرے گی۔ اس موقعہ پر مولانا حبیب الرحمٰن نے سر فیروز خاں کا یہ پیغام دیا۔ کہ آپ مسلم لیگ کو نظر انداز کر کے برطانیہ سے سمجھوتہ کرلیں۔ اس پر مولانا نے فرمایا۔ کہ میرے سامنے سوال دیول کی مخالفت کا نہیں۔ بلکہ ہندوستان کے قومی اتحاد کا مسئلہ نہایت اہم ہے۔ برطانوی گورنمنٹ کی اس معاملے میں کیا رائے ہے۔ وہ کس انداز سے ہندوستان کے آئینی مسئلہ کو حل کرنا چاہتی ہے۔ میرے سامنے یہی مسئلہ زیر غور ہے دیول کی گفتگو اور اس کا تعاون اس حد تک میرے سامنے ہے۔ کہ وہ پرائیویٹ ملاقاتوں میں بہت کھل کر ہندوستان کے مسائل پر بات کر رہا ہے۔ اگر دیول کو یہ مسئلہ یونہی طے کرنا ہوتا تو میں اور دیول آج یہ مسئلہ طے کر چکے ہوتے۔ لیکن دیول گورنمنٹ برطانیہ کی رائے اور مشورے کے خلاف کچھ کرنے سے مقدور ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد سے میری ملاقاتیں شملہ سے شروع ہوئیں۔ اور دہلی میں آخری دم تک جاری رہیں۔ میری ملاقاتوں کی کل تعداد اکیس تھی ہے۔ ان ملاقاتوں میں میں نے سیاسی، سماجی۔ ادبی۔ معاشی۔ معاشرتی اقتصادی، تمدنی، تہذیبی۔ عمرانی، انقلابی۔ اور تاریخی موضوعات پر ان

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے خیالات میں یقین کے ساتھ اپنی شنید و دید کے مطابق یہ کہہ سکتا ہوں۔ کہ انسانی اور مدنی زندگی کا کوئی موضوع ایسا نہیں تھا جس پر مولانا کو عبور حاصل نہ ہو۔ وہ جس موضوع پر بھی بات کرتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس بارے میں نئی تحقیقات بیان کر رہے ہیں جو اس سے پہلے دریطن تاریخ ہی میں تھی۔

ان کی گفتگو کا انداز نرالا تھا۔ ان کی تہذیبی اور تمدنی زندگی روایتی بادشاہوں کی زندگی کا مزاق اڑاتی تھی۔ ان کا کوئی مخالف ان کی مجلس میں کبھی بھی بے تکلف نہ ہو سکا۔ اور نہ ہی ان مجلس میں کسی کی یہ جرأت ہوتی کہ ان کے دلائل کے جواب دے سکے۔

وہ گاندھی جی اور پنڈت نہرو کا نام اپنی سیاسی گفتگو میں سیر سیاہ کی حیثیت سے لیتے تھے۔ انہوں نے ہندوستان کی آزادی اور ہندوستان کی تقسیم کے بارے میں جس رائے کا اظہار کیا تھا وہ اس پر مضبوطی سے قائم رہے۔ اور آخر دم تک ان کا یہی خیال رہا۔ کہ ہندوستان کی تقسیم سے ہندو اور مسلمانوں کا مسئلہ حل نہیں ہوا۔

عزیز الرحمٰن جامعی

ختم شد

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد برکت اللہ بھوپالی

ہندوستان کی جنگ آزادی کا ایک سپہ سالار

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

ہندوستان کی حکومتِ موقتہ کا وزیر اعظم۔ ہفت زبان بیباک صحافی۔ جید عالم انقلاب مجسم اور مفکر اعظم شیخ جمال الدین افغانی کی تحریک اتحاد ہو۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن کی انقلابی تحریک ہو۔ لالہ ہردیال کی امریکہ میں غدر پارٹی۔ ریشمی رومال تحریک ہو۔ راجہ مہندر پرتاپ کی حکومت موقتہ ہو یا مسئلہ خلافت۔

مولانا محمد برکت اللہ بھوپالی ہر تحریک میں زندہ جاوید تحریک مجسم مشیر خصوصی اور شناختہ اول کی صف میں نظر آئینگے۔ جن کی زندگی ہندوستان کی جدوجہد آزادی کی ۴۵ سالہ کھلی کتاب ہے۔ جو اپنی آخری عمر تک آزادی وطن کے لئے برسرِ پیکار رہا۔

جب ۱۸۵۷ء میں ہندوستان کی پہلی جنگ آزادی کا بگل بجا اور منگل پانڈے نے جنگ آزادی کی پہلی گولی چلادی تو بھوپال کے ضلع نوب میں قصبہ سیہود میں ولی شاہ اس کے بھائی عارف شاہ اور ساتھی مہابیر اور رمجولال نے کمپنی سرکار کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور متوازی حکومت سپاہی بہادر قائم کرکے اپنا انقلابی پرچم لہرایا۔ تو بعد میں ان کے ۴۹ ساتھی برطانوی سامراج کی گولیوں کا نشانہ بنے اور ضلع مشرق میں گدھی آینہ پانی کا جاگیردار میاں فضل محمد خاں برطانوی سامراج کے مدمقابل سر سے کفن باندھ کر برہنہ شمشیر نکل کھڑا ہوا۔ اور بالآخر قلم راحت گڈھ کے دروازہ پر خوشی خوشی پھانسی کے پھندے میں سر دیکر جام شہادت نوش کرگیا۔

اور پھر بھوپال کی خاک سے ایک اور مجاہد مولانا برکت اللہ بھوپالی شیخ جمال الدین افغانی سے بھوپال میں ۱۸۸۳ء میں انقلابی توانائی حاصل کرکے انقلاب مجسم بن کر اٹھا اور ۴۵ سال کامل اپنی آخری سانس تک زندہ تحریک حریت بنا رہا۔ خدا کا نام لے کر میدان عمل میں کود پڑنیوالے پر دضمیر مولانا برکت اللہ بھوپالی جیسے عظیم اور جلیل القدر مجاہد جید عالم سراپا انقلاب اور باغی اعظم کی زندگی کے عظیم کارناموں کو کسی مختصر مضمون میں سمیٹا یا کوزہ میں بند نہیں کیا جاسکتا۔ اس کیلئے تو علیحدہ سے ہی ان کی داستان حیات

www.KitaboSunnat.com

ایک کتاب کی صورت میں عنقریب طباعت کے مراحل و مدارج طے کر کے منظر عام پر آنیوالی ہے۔ یہاں تو صرف ایک سرسری اور وہ بھی نہایت اختصار کے ساتھ اس مجاہد اعظم کی انقلابی سرگرمیوں کا ایک خاکہ ہدیۂ ناظرین ہے۔

مولانا محمد برکت اللہ بھوپالی نے آزادیٔ وطن کی خاطر اقوام کی رائے عامہ کو ہندوستان کے حریت پسند اور انقلابی سرفروش مجاہدین کے ہم خیال کرنے کی خاطر کرہ ارض کا دوبار سے زیادہ طواف کیا جو لندن اور لورپول سے نکل کر نیویارک، ٹوکیو، ہانگ کانگ، شنگھائی، سنگاپور، برلن، پیرس، واشنگٹن، سانفرانسسکو، سیکرامنٹو، قسطنطنیہ، کابل، ہرات، ماسکو، زیورخ، بروسیلز، کلکتہ کال دالا بالآخر اسی آرزو اور امید میں سان فرانسسکو کے ایک ہسپتال میں ۲۰ ستمبر ۱۹۲۷ء کی رات میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور غلامی میں جکڑے ہوئے وطن سے ہزاروں میل دور یہ تھکا ہوا مجاہد سو گیا کہ جب آزادی کی نمود سحر ہو تو مجھے جگا لینا اور میرے جسد خاکی کے ساتھ سیکرامنٹو لا کر دعاہ کیا گیا ہے اور پھر حویلی کے قبرستان میں سپرد خاک کرتے وقت عہد کیا گیا ہے اس کو پورا کر دینا یہ خاک میرے وطن پہونچا دینا دوستوں کے وعدہ کیا قول و قرار ہوا وطن بھی آزاد ہوا لیکن آج انیس سال بیت جانے پر بھی تو کسی کو خیال تک نہ آیا کہ کوئی محو خواب ہے اسے جگا دیں اپنا قول و قرار بھول گئے۔ وعدہ فراموش کر دیا۔

آج برکت اللہ بھوپالی کی روح بیقرار ہمارے ساتھ ہے۔ چاہے اس کا جسد خاکی ہم سے دور بہت دور ہے لیکن ایک وقت ایسا آئیگا کہ اسکی خاک کو اس کے آزاد وطن جمہوری وطن کی خاک میں گھل مل جانیکا موقع اور حق دیا جائیگا۔

ابتدائی حالات

۱۸۵۸ء کے آخر میں مولوی محمد شجاعت اللہ نامی ایک شخص مع اہلیہ بدایوں سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حوادث زمانہ کا شکار ہو کر بھوپال میں وارد ہوئے۔ یہ زمانہ عہد حکومت تو نواب شاہجہاں بیگم کا تھا لیکن اصل حکومت ان کی والدہ ماجدہ نواب سکندر بیگم بحیثیت مختار سلطنت کر رہی تھیں جو بعد میں ۱۸۶۱ء بیٹی کی جگہ خود بحیثیت فرماں روا تسلیم کی جا کر مسند نشین ہوئیں اور نواب شاہجہاں بیگم اپنی والدہ کے حق میں تخت سے دستبردار ہو کر ان کی ولی عہد مقرر ہوئیں۔

مولوی محمد شجاعت اللہ کو چند ہی روز میں ملازمت مل گئی اور وہ نواب سکندر بیگم کے تعمیر کردہ مدرسہ سیہور کی مدرسی پر مامور ہو کر اطمینان کا سانس لے سکے پھر حالات نے کروٹ بدلی اور سیہور سے تبادلہ ہوا تو محلہ چھاؤنی دلاتیان میں ایک خس پوش مختصر سے مکان میں سکونت اختیار کی جو مولانا آزاد سنٹرل لائبریری کے احاطہ کی شمالی فصیل کے قریب واقع تھا۔ یہیں اس سپاہی منش کے گھر ایک لڑکا اور پھر ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اور یہ لڑکا بڑا ہو کر پروفیسر مولانا محمد برکت اللہ کہلایا۔

یہ گدڑی کا لعل اس جگہ پیدا ہوا جہاں آج آزاد ہندوستان کی سب سے بڑی ریاست مدھیہ پردیش کی راجدھانی بھوپال میں ٹھیک اس مکان کے مدِ مقابل فصیل کی شمالی جانب لب سڑک میونسپل کمیٹی کا کچرا گھر ہے۔ اور اہل محلہ جب کچرا ڈالتے ہیں تو آدھا فصیل کے اس طرف اور آدھا فصیل کے اس طرف جہاں ہندوستان کی آزادی کا روشن مینار پیدا ہوا کرتا رہتا ہے۔ لیکن آج بھی کسی کو یہ احساس نہیں کہ یہ کس کا مقدس مقام پیدائش ہے۔

تعلیم و تربیت

مولانا محمد برکت اللہ بھوپالی ۱۸۵۹ء کے اوائل میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم نو دس سال کی عمر تک اپنے والد محمد شجاعت اللہ صاحب سے پولیس چوکی ہندی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

والی محلہ چھاؤنی دلاتیان میں جہاں ان کی ڈیوٹی تھی حاصل کرتے رہے۔ پھر مدرسہ سلیمانیہ میں تعلیم حاصل کی اور شہر بھوپال کے علماء و فضلاء کے درس میں بھی شریک ہوتے رہے ریاست بھوپال میں جب ۲۸ اکتوبر ۱۸۴۸ء کو نواب سکندر بیگم کے وفات کے بعد نواب شاہجہاں بیگم کو بحیثیت فرماں روا تخت نشین ہونیکا موقعہ ملا تو انہوں نے تعلیم عامہ کی جانب خاص توجہ کی اور مارچ ۱۸۵۱ء میں باقاعدہ اعلان جاری کر کے ملازمان ریاست اور عوام کو اپنے بچوں کو تعلیم مدارس سرکاری کی ترغیب دی اور مدرسہ سلیمانیہ کا اسٹنڈرڈ ایک مشرقی دارالعلوم کا ہوگیا اس طرح دس سال میں عربی و فارسی کا ایم۔ اے اور میٹرک تک انگریزی کا انتظام ہوگیا۔ اور طلباء کو تعلیمی وظیفے بھی دیئے جانے لگے۔

الغرض محمد برکت اللہ بھوپالی اپنی تعلیم کے سلسلہ میں موتی مسجد کے مشرقی دروازے کے بالائی حجرے میں رہنے لگے۔ ان میں تحصیل علم کے بے پناہ ذوق دیکھ کر سرکار کی جانب سے دس روپیہ ماہوار مقرر کر دیا گیا۔

مگر یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ جب نواب سید صدیق حسن خاں خستہ حال پہلی بار بھوپال آئے تو اسی حجرے میں قیام پذیر ہوئے اور ترقی کر کے شوہر بھوپال ہو گئے اور اس حجرے سے نکل کر یہ سپاہی زادہ حکومت موقفہ بند کا وزیر اعظم بنا۔

موتی مسجد کے اس حجرہ میں رہ کر انہوں نے مولوی عبداللہ پنجابی اور مولانا محمد عمر شاگرد مولانا صہبائی دہلوی سے فارسی کی تکمیل کی۔ اور ریاضیات میں مولوی ہادی حسن سے استفادہ کیا۔ جو اپنے وقت کے مشہور و معروف مدرس ریاضی تھے۔ اور کے معقول اور منقول کتابیں علاوہ مدرسہ سلیمانیہ شہر کے مشہور و معروف علماء و فضلا مثل مولانا سید انوار علی اور مولانا یوسف علی سے پڑھیں۔ اور مولوی سید ذوالفقار احمد نقوی سے بھی تلمذ حاصل کیا۔ نیز حافظ عبدالعزیز نائب مفتی شہر سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مسجد ترجمہ والی میں اور حدیث شیخ حسن عرب سے حاجی صاحبہ کی مسجد میں پڑھتے تھے۔ اور منطق و فلسفہ بھوپال کی مایہ ناز شخصیت قاضی عبدالحق صاحب سے اور انگریزی ماسٹر فیاض الدین عرف میاں سراج مہتمم شہ خانہ خاص سرکار عالیہ و منتظم موتی محل کے حکم سے موتی مسجد کے حجرہ سے موتی محل کے سب سے اوپر کے ایک مختصر کمرہ میں رہنے لگے کیونکہ آپ کے والد مرحوم جو ملازم پولیس تھے ان کی یہیں ڈیوٹی رہتی تھی۔

لیکن جب مولوی سراج الدین موتی محل کے انچارج نہ رہے تو مولانا برکت اللہ کو بھی موتی محل چھوڑنا پڑا۔ اور آپ میاں نور محمد خاں جاگیر کے یہاں رہنے لگے اور حلقہ ذکر و تسبیح کا سلسلہ شروع کر دیا۔

۱۸۸۳ء کے لگ بھگ مولانا برکت اللہ بھوپالی نے درس دینے کا سلسلہ بھی شروع کر دیا تھا۔ اور نور محل میں آپ کیلئے ایک کوٹھری رہنے کیلئے لی گئی کیونکہ ابو النصر سید محمد علی حسن خاں صفی الدولہ حسام الملک جو نواب صدیق حسن خاں کے چھوٹے صاحبزادے تھے وہ اسوقت بھوپال کے ڈائریکٹر تعلیمات تھے جیسا کہ مولانا برکت اللہ بھوپالی نے لیورپور سے اپنے زمانہ پروفیسری میں اسکا تذکرہ ان الفاظ میں کیا تھا۔

میں اب وہ برکت اللہ نہیں ہوں جو آپ کا دس روپے کا ملازم برکت اللہ تھا جس بنگلہ میں میں رہتا ہوں اور جو تنخواہ مجھے ملتی ہے اس کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ اسوقت میرے پاؤں میں پچاس روپے کا جوتا ہے۔ مولانا برکت اللہ بھوپالی کے شاگردوں کی تعداد اچھی خاصی تھی لیکن ان سب میں قابل ذکر شاگرد جنہوں نے علوم عربی پڑھے وہ سید نصرت الدین عبدالقادر ناظم بخاری تھے۔ جو اردو فارسی کی ۲۰ کتابوں کے مصنف و مؤلف ہیں۔ اور ان کی ۱۳ کتابیں طبع ہوئی ہیں اور آج بھی موجود ہیں۔ ناظم بخاری نے اپنے حالات بخارا سے ہندوستان بھوپال وارد ہونے تعلیم حاصل کرنے اور ملازمت وغیرہ کو فارسی میں نظم کیا ہے اس منظوم

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تذکرہ میں ۷ اشعر مولانا برکت اللہ بھوپالی پر لکھے ہیں جو ۱۹۰۹ء کے حالات کا جائزہ ہے۔ قلمی نسخہ)

شیخ سید جمال الدین افغانی

بھوپال میں اور مولانا برکت اللہ بھوپالی

جسوقت مصر میں اعرابی پاشا نے انگریزوں کے خلاف تلوار اٹھائی تو شیخ جمال الدین افغانی جو اسوقت حیدرآباد دکن میں مقیم تھے گرفتار کر کے کلکتہ میں نظر بند کر دیا گیا۔ لیکن ۱۳ ستمبر ۱۸۸۲ء کو کبیر کے معرکہ میں اعرابی پاشا کی شکست اور گرفتاری نے انگریز کو مطمئن کر دیا۔ شیخ کلکتہ کی نظر بندی سے آزاد ہو کر افغانستان گئے اور چند ماہ بعد یورپ جاتے ہوئے ہندوستان آئے تو گوالیار بیرآدہ سیہور ہوتے ہوئے بھوپال پہونچے اور قاضی عبدالحق صاحب کے مہمان رہے جو مولانا برکت اللہ بھوپالی کے استاد تھے اس زمانہ میں بھوپال میں جماعت اہلحدیث کا بہت زور تھا۔ جو شیخ جمال الدین افغانی جیسے مدبر کے اقوال سمجھنے کی قابلیت نہ رکھتے تھے۔ لیکن قاضی عبدالحق صاحب کا یہ ہونہار شاگرد ان کی صحبت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اور وہ بھی دفعتاً بھوپال سے ایسا غائب ہوا کہ پھر دوبارہ بھوپال نہ آیا۔ اور اپنی تمام آزادی وطن کی جدوجہد میں صرف کر دی۔

مولانا برکت اللہ بھوپالی کی سیاسی سرگرمیاں

(مصنف انگلستان)

مولانا برکت اللہ نے ۱۸۸۳ء کو اچانک بھوپال کو خیرباد کہا چند روز

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوشنگ آباد سے جبلپور میں انگریزی تعلیم حاصل کی اور چار سال بمبئی میں رہ کر ایم۔ اے کی سند لی اور اعلیٰ تعلیم کے ذوق میں لندن انگلستان پہونچ گئے چند سال بعد لیورپول چلے گئے اور خود پڑھنے کے بجائے پڑھانے کا سلسلہ شروع کر دیا الغرض لیورپول یونیورسٹی کے اورنٹیل کالج میں عربی کے پروفیسر ہو گئے۔ اور ۵۰۰ روپے تنخواہ ملنے لگی۔ جس وقت لیورپول گئے تو ان کی ملاقات شیخ الاسلام عبداللہ کوئلیم سے ہو گئی اور وہ لیورپول کی مسلم جماعت مسلم انسٹی ٹیوٹ میں شامل ہو گئے۔ اور مسٹر عبداللہ کوئلیم کے اخبار اور رسالہ کریسنٹ اور اسلامک ورلڈ کی ادارت میں بھی کام کرتے رہے۔ اور یہیں ۱۸۹۵ء میں ان کی پہلی ملاقات امیر عبدالرحمٰن والئی افغانستان کے منجھلے شہزادے نصراللہ خاں سے ہو گئی تھی۔ جو اپنے والد کی جانب سے ۲۵ ہزار روپے مسلم انسٹی ٹیوٹ لیورپول کیلئے بطور عطیہ پیش کرنے وارد ہوئے تھے۔ اور یہی ملاقات مولانا برکت اللہ بھوپالی کے اس وقت کام آئی جب اکتوبر ۱۹۱۵ء میں وہ کابل پہونچے کیونکہ اسوقت سردار نصراللہ خاں اپنے بڑے بھائی امیر حبیب اللہ کے دور حکومت میں وزیر اعظم تھے۔ زمانہ تعلیم میں مولانا برکت اللہ کی ملاقات ہندوستان کے مشہور انقلابی کرشن ورما سے ہو گئی تھی نتیجہ یہ ہوا کہ شیخ جمال الدین افغانی کی سوئی ہوئی روح جسد خاکی میں بے چین و بیقرار ہو گئی اور وہ انقلابی اور سراپا انقلاب بن گئے۔

نیویارک میں درس و تدریس کا سلسلہ

مولانا برکت اللہ دوران قیام انگلستان میں کافی مقبولیت حاصل کر چکے تھے اور گیارہ سال کے بعد نیویارک چلے اور یہاں بھی ۷ سال تک ۱۹۰۹ء سے ۱۹۱۵ء تک عربی کا درس دیتے رہے۔ اس زمانہ میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن کو

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جب مولانا برکت اللہ کی سیاسی صلاحیتوں کا حال معلوم ہوا تو ان کو اپنے سیاسی مشن کیلئے منتخب فرمایا۔

مولانا برکت اللہ بھوپالی جاپان میں

شیخ الہند بیرونی ممالک میں خفیہ سیاسی سفارتیں بھیجنے کا سلسلہ جاری فرما چکے تھے۔ لہٰذا مولانا برکت اللہ بھوپالی کو دوسرے سیاسی مشن کی قیادت سپرد فرمائی۔ اور وہ ۱۹۰۵ء میں نیویارک روانہ ہو گئے۔ مشن نمبر ۲ کے ارکان کی تعداد پانچ تھی۔ اور مولانا برکت اللہ جو اسوقت پروفیسر برکت اللہ بھوپالی کے نام سے مشہور تھے گو آپ نے انگریزی میں ایم۔ اے امتیاز کے ساتھ اور اردو فارسی اور عربی کے جید عالم تھے لیکن انگلستان میں ترکی جرمنی اور جاپانی زبانوں پر بھی پورا پورا عبور حاصل کر چکے تھے۔ لہٰذا جب ان کا مشن جاپان پہونچا تو ان کو ٹوکیو یونیورسٹی کی اردو کی پروفیسری مل گئی۔ قدم جماتے ہی انہوں نے اسلامک فریٹرنیٹی اخوات اسلام کے نام سے انگریزی اور جاپانی زبان میں ایک اخبار کا اجرا کیا یہ شیخ جمال الدین افغانی کی صحبت کا پہلا اثر تھا۔ جو ان کے جاپان میں پان اسلام ازم کی ترجمانی کر رہا تھا۔ اس اخبار میں ہندوستان کی غلامی اور برطانوی سامراج کی لوٹ کھسوٹ پر شرح و بسط سے اداریہ اور شدت سے قلم کرنا شروع کر دیئے اور ان کا اثر ہندوستان میں پہیلا برطانوی قونصل مقیم ٹوکیو کے احتجاج پر مولانا برکت اللہ کو ٹوکیو یونیورسٹی کی ملازمت سے سبکدوش کر دیا گیا لیکن مالی دشواریوں کے باوجود اور ان کی زبان قلم سے نکلنے والے مضامین مشرق بعید میں دھوم مچاتے رہے اور سلسلہ ۱۹۱۱ء تک جاری رہا۔ برطانوی سامراج کے خلاف جاپانی عوام کی ہمدردیاں حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ ہندوستان مقیم ہندوستانیوں کا انقلابی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مزاج بنانے کے فرائض انجام دیتے رہے۔

مولانا برکت اللہ بھوپالی فرانس میں

مولانا برکت اللہ کی دھوم ہانگ کانگ ملایا شنگھائی تک پہنچ گئی۔ اور لوگوں نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا شیخ الہند نے تیرا مشن چودھری رحمت علی کی قیادت میں جو فرانس پہونچا تھا اس میں مشہور انقلابی صحافی رام چندر بھی شامل تھے اور اخبار الانقلاب کا اجرا کر دیا تھا لیکن اس مزید مشن کو جاندار رہنمائی کی ضرورت تھی تو شیخ الہند نے مولانا برکت اللہ کو فرانس پہونچ کر اس مشن کو تیز تر بنانے کا حکم دیا چنانچہ وہ اسلامک فریٹرنیٹی بند کر کے فرانس پہونچ گئے۔ اد مشن کے اخراجات پورے کرنے کیلئے اس مشن نے رنگ سپلائی کرنے کا کام شروع کر دیا اور ہندوستان میں تمام تاجروں کی بھی رنگ بھیجنے اور اسی ذریعہ سے پیغام رسانی کا سلسلہ جاری کیا اور اخبار انقلاب کے ادارہ کو بھی

مولانا برکت اللہ بھوپالی سان فرانسکو میں

اور

غدر پارٹی میں شمولیت

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن کے حکم سے جو تھا مشن امریکہ بھیجا گیا مشن سے پیشتر چودھری رحمت علی پہنچا کہ کیونکہ حکم ملا کہ وہ وہاں پہنچ کر مشن کی جزئیات کا انتظام کریں چنانچہ چودھری رحمت علی نے واشنگٹن میں بھائی جی پرمانند اور اس میں ہوٹل جاری کیا جب یہ مشن لالہ ہردیال کی قیادت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں ۱۷ افراد پر مشتمل واشنگٹن پہونچا تو دوسری رجمنٹ علی پنجابی پیپرز واپس لوٹ آئے اور پھر مشہور و معروف انقلابی لالہ ہر دیال امریکہ کی ریاست کیلیفورنیا کے صدر مقام سیکرامینٹو اور سان فرانسسکو وغیرہ میں اپنے مشن کی کامیابی کے لئے سرگرم ہوئے۔

سڈیشن کمیٹی ۱۹۱۸ء رپورٹ جو رولٹ کمیٹی کہلاتی ہے لالہ ہر دیال کے متعلق درج ہے کہ یہ شخص ۱۹۱۳ء کو ایک جماعت بنایا اور اخبار کے اجراء کے مراحل طے پائے اور یکم نومبر ۱۹۱۳ء کو اخبار غدر کا اجرا عمل میں آیا اور اسی لئے نام غدر پارٹی اور پریس کا نام یگانہ آشرم یعنی دور جدید کے مکتب خیال کا مرکز اب مولانا برکت اللہ بھوپالی جو غدر پارٹی کے قیام سے قبل سان فرانسسکو پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے لالہ ہر دیال اور پر [illegible] کے ساتھ مل کر امریکہ اور کینیڈا کے متعدد شہروں میں جلسے کر کے ہندوستانی لوگوں میں انقلاب کی مشعل روشن کی اس سلسلہ میں ولن کوور وغیرہ کے [illegible] سیاسی سرگرمیوں کا مرکز بن گئے۔ اسٹوریا ASTORIA میں ایک جلسہ لالہ ہردیال کی صدارت میں ہوا جس میں مولانا برکت اللہ بھوپالی جیسے دیگر جار مقررین نے بھی انگریزوں کے خلاف شعلہ فشاں تقریریں کی اور جب مولانا برکت اللہ نے غدر ۱۹۱۴ء میں راجپوتوں کا پتہ بتاتا تو اخبار میں کھلم کھلا شائع کرنا شروع کر دیا کہ اے وقت تمہارے پاس اتنا وقت نہیں بغاوت کرنے انقلاب لانے کیلئے جان کی بازی لگاری یورپ میں جنگ چھڑ گئی ہے اٹھو ہندوستان پر حملہ کر دو تمام ٹیکس دینا بند کر دو سارے ہندوستان میں غدر مچا دو۔ ہمیں ایسے بہادر اور سرفروش چاہئیں جو ہندوستان میں غدر مچا دیں اور ان کو تنخواہ موت انعام شہادت اٹھو اپنی آنکھیں کھولو غدر کیلئے چندہ میں توڑے کے توڑے جمع کر دو اور غدر مچانے کیلئے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان روانہ ہو جائے اور آزادی وطن کی خاطر اپنی جانیں قربان کر دو۔

دو فنٹ پولسٹ میں درج ہے کہ ایک کتابچہ جو مشتعل انگیز نظموں پر مشتمل تھا غدر کی گونج کے عنوان سے شائع کیا گیا جس کی انیسویں نظم ایک قصیدہ تھی جس میں تلک، لیاقت حسین، برکت اللہ بھوپالی کی اہمیت سمجھ کر اور گوبند گھوش کرشن ورما، ہر دیال اور دیگر غدر پارٹی کے رہنماؤں کی تعریف و توصیف کی گئی تھی۔

غدر پارٹی کا ایک جلسہ جو ۱۲ر دسمبر ۱۹۱۲ء سیکرامینٹو میں ہوا تھا اس میں مشہور و معروف انقلابیوں کی تصاویر بھی آویزاں کی گئی تھیں۔ اور جلسہ کو لالہ ہر دیال اور مولانا برکت اللہ بھوپالی نے خطاب کیا تھا۔ غدر پارٹی کی شاخیں امریکہ اور کینیڈا کے علاوہ ملایا، ہند، چین، برما، جاپان، چین، افغانستان وغیرہ میں بھی پھیل گئی۔

مولانا برکت اللہ بھوپالی جرمنی میں

ایک نوجوان نامی چمپکا رامن پلے جو زیورخ کے انٹرنیشنل پرو انڈیا کمیٹی کا صدر تھا وہ اکتوبر ۱۹۱۴ء میں برلن پہنچا اور اس نے وہاں انڈین نیشنل پارٹی کی بنیاد رکھی اور پھر امریکہ سے غدر پارٹی کے اراکین لالہ ہر دیال، مولانا برکت اللہ بھوپالی، تارک ناتھ داس، چندرا کے چکرورتی اور ہیرالال گپتا وغیرہ آکر شامل ہو گئے۔ جنگ عظیم شروع ہو چکی تھی برلن میں مولانا برکت اللہ کی سرگرمیاں بہت زیادہ بڑھ گئیں تو ان کے پرائیویٹ سیکریٹری کا ہر شیہ راسن گیا جو اس وقت سب سے کم عمر تھے لیکن مولانا برکت اللہ کو جو عمر میں سب سے زیادہ تھے بہت مانا جاتا تھا۔ یہ اس وقت باقید حیات ہے اور انہوں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے مولانا برکت اللہ بھوپالی کے سلسلہ میں مجھے کافی مفید معلومات علاوہ راجہ مہندر پرتاپ فراہم کی ہیں۔ راقم الحروف مسٹر ایل۔ ایس داس گپتا ہی نے راجہ مہندر پرتاپ سے پہلی بار مولانا برکت اللہ بھوپالی سے ملوایا تھا۔ راجہ مہندر پرتاپ اور مولانا برکت اللہ بھوپالی جرمنی کے فرمانروا ولیم سے ملے اور ہندوستان کو آزاد کرانے کے سلسلہ میں ایک جامع منصوبہ بنایا گیا الغرض اوائل ۱۹۱۵ء میں محمد برکت اللہ بھوپالی اپنے پرائیویٹ سکریٹری مسٹر بریندرناتھ گپتا اور راجہ مہندر پرتاپ نے برلن سے ویانہ بڈاپسٹ بخارسٹ صوفیہ وغیرہ کے راستے قسطنطنیہ کا سفر کیا۔ اس دورہ میں سلطان روم وزیراعظم حلمی پاشا اور غازی انور پاشا وغیرہ سے ملاقات کی پھر وہ کربلا پہنچے پھر بغداد حلب، دمشق، فلسطین، صحرائے سینا، ایران اور دارالحکومت ہرات تھے۔ سے روانہ ہو گئے لیکن مولانا برکت اللہ بھوپالی اور راجہ مہندر پرتاپ کابل افغانستان کے مشن پر روانہ ہو گئے۔

کابل میں ہندوستان کی حکومت بلوقفہ متوازی حکومت کا قیام

اب ہندوستان ترکی جرمن وفد کابل روانہ ہوا اور بقول راجہ مہندر پرتاپ ریل کا سفر گھوڑ دوڑ، پیدل سفر اور گھوڑا گاڑی میں بیٹھنا اور پھر پیدل اونٹ کی سواری ان تمام مشکلات کو راجہ کے رفیق سفید پوش مولانا برکت اللہ نے خوشی خوشی تکلیفوں کو برداشت کیا۔ یہ وفد بقول ظفر حسین صاحب ۲ اکتوبر ۱۹۱۵ء کو کابل پہنچا اور ۱۵ اکتوبر ۱۹۱۵ء کو مولانا عبید اللہ سندھی کابل پہنچ گئے۔ اس وفد کے اراکین ترکی کپتان کاظم بیگ کے علاوہ جرمن ڈاکٹر وان ہینٹگ کپتان واگرنفٹ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فوقیت اور مستر د ورتھے جیسا کہ پہلے تحریر کیا جا چکا ہے کہ مولانا برکت اللہ بھوپالی نے سردار نصر اللہ خاں سے جو اس وقت وزیر اعظم تھے۔ لیورپول میں ملاقات ہوئی تھی جو اس وقت بہت کام آئی کیونکہ امیر حبیب اللہ خاں والی افغانستان انگریز پرست آدمی تھے اس انقلابی تحریک کے سلسلہ میں مشہور ریشمی رومال تحریک کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا تھا الغرض کابل میں ہندوستان کی حکومت موقتہ کا قیام عمل میں آیا جس کے صدر راجہ مہندر پرتاپ وزیر اعظم مولانا محمد برکت اللہ بھوپالی وزیر ملک مولانا عبید اللہ سندھی اور خود شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن کا نڈر انچیف ہو گئے۔ لیکن شریف مکہ حسین کی انگریزوں سے خفیہ سازش کی بدولت ترکی کو ۱۹۱۸ء میں شکست ہونے لگی تو امیر حبیب اللہ خاں والی افغانستان بہت گھبرائے اور ان لوگوں سے کہا کہ آپ کہیں اور چلے جائیں جرمن رفقا تو پہلے ہی جا چکے تھے راجہ مہندر پرتاپ مزار شریف چلے گئے جو روسی سرحد سے بہت نزدیک ہے۔ اور مولانا برکت اللہ بھوپالی وزیر اور کپتان کاظم بیگ نے ہرات جانا پسند کیا جو ایران سے بہت نزدیک ہے۔ اسی زمانہ میں روس میں انقلاب برپا ہو گیا۔ اور لال سردار زارشاہی پر فتحیاب ہو گئی تو لال سرکار نے راجہ مہندر پرتاپ کو ماسکو آنے کی دعوت دی۔ وہاں جانے سے پہلے راجہ مہندر پرتاپ نے مولانا برکت اللہ بھوپالی کو خط لکھا اور انہیں اور کپتان کاظم بیگ کو بھی روس آنے کی اطلاع دی۔

ترک عرب مصالحت کی کوشش

جس وقت لوزان LAUSANNE کا کانفرنس ہو رہی تھی جو نومبر ۱۹۲۲ء سے جولائی ۱۹۲۳ء تک جاری رہی اس لئے مولانا برکت اللہ بھوپالی وہاں موجود تھے اور انہی کی کوشش سے ترک عرب مفاہمت کا باب کھولنے کی کوشش اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

وقت آگے بڑھی کہ ہاشمی نمائندہ ڈاکٹر نبی [illegible] ہاتو ترک وزیر خارجہ جنرل غازی رحمت پاشا رہنما الوزیت سعید ازیں ۴ فروری ۱۹۲۳ء کو ملاقات کرانے کے باعث مولانا برکت اللہ بھوپالی کی زبردست شخصیت اور کوشش کا نتیجہ تھی ۔ اس ملاقات کا مقصد انگورہ کی جمہوریت ترکی اور عربوں کے درمیان سابقہ اختلافات بھلا کر اخوت اور مصالحت کے تعلقات استوار کرنا تھا لیکن ہاشمی نمائندہ نے سرکاری راز کو راز نہ رکھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملاقات کا سارا حال یورپ کے اخبار میں شائع ہو گیا ۔ اس کے علاوہ ہاشمی نمائندے نے برطانوی گورنمنٹ سے معاہدہ کرنے کیلئے سودے بازی کا رخ اپنایا اس پر انگورہ کی انقلابی جمہوریت ترکیہ غضب ناک ہو گئی اور اس نے اپنی جرأت و استقلال کی بدولت لوزان کانفرنس میں جی داری کا ثبوت دیکر اپنے حقوق تسلیم کرا لیے ۔

مسئلہ خلافت اور مولانا برکت اللہ

زیوریخ (سوئیزرلینڈ) میں رہکر مولانا برکت اللہ نے انگریزی میں ایک کتاب خلافت لکھی جسکا پہلا ایڈیشن ۱۹۲۴ء اور دوسرا ایڈیشن ۱۹۲۵ء میں شائع ہوا جسکا پیش لفظ عبداللہ یوسفی صاحب مقیم (انگلستان) نے ۷ اگست ۱۹۲۴ء کو لکھا ہے جس میں ایک روحانی سیادت کی ضرورت پر بڑے شرح و بسط سے بحث کی ہے اس کے علاوہ ۲۸ ستمبر ۱۹۲۵ء کو پیرس فرانس سے مولانا برکت اللہ نے اس سلسلہ میں ایک اعلان بھی شائع کیا اور کرۂ ارض کے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ مارچ ۱۹۲۶ء میں قاہرہ میں منعقد ہونے والی کانفرنس میں ایک روحانی پیشوا کے دینی خلیفہ کے انتخاب کرنے کیلئے شرکت کریں ۔

www.KitaboSunnat.com

مولانا برکت اللہ بھوپالی کو بھوپال کی یاد اور اردو سے پیار

زیورچ میں جب مولانا برکت اللہ بھوپالی کو منشی شاکر حسین نکہت بھوپالی کا خط ملا تو مولانا یاد وطن سے تڑپ اٹھے اور اس کا جواب ۱۰ مئی ۱۹۲۶ء کو جنیوا سے اردو میں ان الفاظ میں دیتے ہیں۔

عزیزنا الکریم السلام علیکم علی الاصفیاء الکرام لاکیم آپ کا محبت نامہ ۱۴ سال کے بعد زیورچ میں ملا چونکہ خارق العادہ واقعہ تھا بے حد و انداز خوشی ہوئی۔ اور اس مدت دراز میں ہم کرہ الارض کے پیراں مون روبار گردش کر چکے اور دنیا کے بڑے بڑے لوگ دیکھے مگر بھوپال کے سیدھے سادے لوگ چھوٹے چھوٹے مکان اور تنگ تنگ گلیاں اب تک محبوب و مرغوب خاطر ہیں یہ نامہ میں جنیوا سے لکھ رہا ہوں اور پرسوں یہاں سے برلن عاصمۃ المدینا چلا جاؤں گا۔ کتاب خلافت بزبان انگلش اور ایک رسالہ بزبان عربی معہ تحدیر این مخلص خدمت میں ارسال کر دوں گا۔ ایک عربی ماہانہ جریدہ اب برلن میں زیر طبع ہے زیادہ خیریت ہے۔ اسلام کتبہ محمد برکت اللہ یہ دستاویزی خط راقم الحروف کے پاس موجود ہے مولانا برکت اللہ بھوپالی کی مکمل سوانح عمری شائع کیا جا رہا ہے۔

سوئٹزرلینڈ سے مولانا برکت اللہ بھوپالی جرمنی چلے گئے۔ اور چند ماہ میں برلن میں پہلی بار تحت عمل ہو گئے راجہ مہندر پرتاپ جب کابل سے برلن پہنچے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مولانا برکت اللہ بھوپالی کی بروسلز کانفرنس میں شرکت

برلن میں مولانا برکت اللہ مرض ذیابطیس میں مبتلا ہو گئے۔ ان کے علاج کے لئے غدر پارٹی اور دیگر جماعتوں نے چندہ کر کے ایک ہزار ڈالر سان فرانسسکو سے بھیجا ابھی پوری طرح صحتیاب بھی نہیں ہونے پائے تھے کہ بروسلز بلجیم میں فروری ۱۹۲۷ء سامراج دشمن عالمی کانفرنس کے پہلے اجلاس میں غدر پارٹی کے نمائندے کی حیثیت سے شرکت کی اور یہیں ان کی ملاقات پنڈت جواہر لال نہرو سے ہوئی جو انڈین نیشنل کانگریس کے نمائندے کی حیثیت سے شریک ہوئے تھے۔

مولانا برکت اللہ بھوپالی کی وفات اور ساتھیوں کے قول و قرار

بروسلز کانفرنس کے بعد مولانا جرمنی واپس آئے تو پھر مرض نے زور پکڑ لیا۔ اس وقت راجہ مہندر پرتاپ بھی مشرقی ممالک کا گشت لگا کر برلن پہونچ گئے اور یہاں یہ دونوں حضرات نیویارک روانہ ہو گئے۔ تاکہ وہاں سے غدر پارٹی کے مرکز لیگانتریہ آشرم پہونچکر ٹھیک سے علاج کرایا جائے جب نیویارک پہونچے تو رقم ختم ہو چکی تھی تار دینے پر سو ڈالر جواب تک نہیں دیا گیا لیکن ہندوستان نیشنل پارٹی نے مولانا برکت اللہ بھوپالی کا بہت ساتھ دیا۔ چودھری مہندی خاں نے سردار گربال سنگھ کو اخبار ہندوستان کے دفتر میں ٹیلی فون کر کے بتایا کہ مولانا برکت اللہ بھوپالی کئی روز سے نیویارک آئے ہوئے ہیں ان کے پاس کرایہ تک نہیں ہے کہ وہ ہزار میل کا سفر کر کے سان فرانسسکو پہونچ سکیں۔ جلد سے جلد سردار شیر سنگھ سکریٹری نیشنل پارٹی سے ملکر کم از کم تین سو ڈالر بھیجو چنانچہ روپیہ بھیجا گیا اور جب

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مولانا سان فرانسسکو پہونچے تو ہندوستان نیشنل پارٹی کے نمائندوں نے بندے ماترم کے نعروں سے ان کا استقبال کیا۔ لیکن غدر پارٹی کے پورن سنگھ کا طرز عمل ٹھیک نہیں تھا چودھری خاں ان کی خدمت میں رہنے لگے۔ مولانا برکت اللہ کی حالت جب زیادہ خراب ہوئی تو ان کو ہسپتال میں داخل کر دیا گیا۔ اسوقت ڈاکٹر سید حسین ایڈیٹر ری اورنیٹ لاس اینجیری ANGELE میں لیکچرر ہے تھے۔ سردار گوپال سنگھ نے انہیں تار دیکر بلایا اب ڈاکٹر سید حسین کی تیاری تھی لیکن وقت سفر آپہونچا اور مولانا نے رحمت ... کی ذات کو داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔

مولانا کی تجہیز و تکفین پر نصف:۔ معارف غدر پارٹی نے اور نصف معارف نیشنل پارٹی نے برداشت کئے آپ کا جنازہ سکیلا منٹو saatamatna لایا گیا اور یہاں ایک عالی شان ہال میں رکھا گیا اور ایک بڑا بھاری جلسہ منعقد ہوا سردار جیت سنگھ داس بہاری بوس دلیپ سنگھ گل سندر ناتھ گھوش پروفیسر دیگر ممالک سے آئے ہوئے تار پڑھ کر سنانے لگے۔ اور مسلمان ہندو اور سکھوں نے اپنے عقائد کے اعتبار سے جنازہ کی رسمات ادا کیں۔ اور پھر چہرہ نمائی ختم ہوئی اور کوئی ڈیڑھ ہزار روپے کی قیمت کے بکس میں بند کر کے میرزدیل لیجایا گیا اور مسلمانوں کے قبرستان میں یہ کہہ کر دفنایا گیا کہ ہندوستان آزاد ہونے پر تمہاری میت ہندوستان پہونچائی جائیگی۔ اور یہ وعدہ اخبار پورا نہ ہوسکا۔ دفنانے کی آخری رسوم مولوی رحمت علی ڈاکٹر سید حسین اور ڈاکٹر اورنگ شاہ نے ادا کی راقم الحروف ہندوستانی قونصل جنرل متعیم سان فرانسسکو کیلیفورنیا نے تحریر فرمایا ہے کہ ڈاکٹر رونگ شاہ ابھی بقید حیات ہیں اور کرانٹوں میں مقیم ہیں اور سان فرانسسکو میں وہ مکان جس میں مولانا برکت اللہ نے قیام کیا تھا اور اپنی انقلابی سرگرمیوں کا مرکز بنائے رکھا مدت ہوئی پنا وجود کھو بیٹھا لیکن اس کا کچھ حصہ ہندوستان قونصل خانے کے قبضہ میں رہے اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہندوستانی قونسل خانہ اس جگہ غدر پارٹی کے شہداء کی ایک معقول دشاندار یادگار قائم کرنے کی کوشش میں مصروف ہے۔

مجاہدِ اعظم انقلاب مجسم و فکرِ اعظم برکت اللہ بھوپالی کی روح کو ہمارا اسلام

اہل بھوپال کا سلام آزادیٔ ہندوستان کا سلام

ایم عرفان بھوپال

ختم شد

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علامہ منصور انصاری

[redacted] ریشمی خطوط کا ہیرو!

ہندوستان کی آزادی اور مسلمانوں کی نجات کا علمبردار!

۱۹۱۵ء سے ۱۹۴۶ء تک

آزادی اور انقلاب کا ایک شعلہ جو تیس سال تک بھڑکتا رہا جسے ہندوستان کی آزادی کیلئے جزیرہ عرب قبائل آزاد افغانستان، روس ترکی اور آذربائیجان کے سنگلاخ پہاڑوں میں جلاوطنی کے دن گذارے۔ اور ۱۹۴۶ء میں مہتر الملک نغمان مشرقی افغانستان میں ہمیشہ کی نیند سو گیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہ تاریخ فروگذاشت ہے یا قدرت کا معاملہ ۔ کتنے جواہر نامعلوم کہاں گمنامی کے پردوں میں چھپ جاتے ہیں، کیسے کیسے انسان خدا کی اس زمین سے اٹھے ابھرے ۔ اپنا فرض ادا کیا اور دنیا سے رخصت ہو گئے ۔ مگر تاریخ کے صفحات ان کے کارناموں سے بار نہ پا سکے ۔ حالانکہ مورخ ان کے متعلق کچھ لکھنے کا ارادہ کرے تو اسے اپنا قلم سونے کے پانی میں ڈبونا پڑے ۔ شاید یہ وہ لوگ تھے جو شہرت، ناموری، اور دنیوی نمود و نمائش سے کوسوں دور تھے ۔ ان کے علم و فضل، عظمت کمال اور خدمت و قربانی کا صرف ایک ہی حاصل تھا ___ اور وہ یہ کہ انکی مخلصانہ خدمات جو خاص اللہ کے لئے تھیں، شہرت کے چوراہے پر آ کر برباد نہ ہوں ۔ یہ ان کا فیصلہ تھا ۔ لیکن تاریخ کا جج زیادہ عرصہ تک ایسے لوگوں سے بے انصافی نہیں کر سکتا ۔ میں نہ کوئی مورخ ۔ نہ کوئی مشہور اہل قلم مگر خدا کا نام لیکر ایک ایسے عظیم و جلیل مجاہد کی زندگی کا جوہر پیش کر رہا ہوں جس کا نام شہرت کی گیلری میں آج تک آویزاں نہیں ہو سکا ۔

مری انتہائے نگارش یہی ہے
ترے نام سے ابتدا کر رہا ہوں

وہ عجیب و غریب، دلیر و شجاع انسان جس نے دیوبند سے مدینہ منورہ پشاور، کابل، روس، ترکستان (بخارا) ماسکو، انقرہ، وہاں سے ایڈریانوپل اور وہاں سے آذربائیجان کا سفر کیا ۔ جس کے سارے سفر نہ حصول زر کیلئے تھے نہ تجارتی مقاصد کیلئے ۔ نہ شہرت، ناموری کیلئے نہ سیاحت کے لئے ۔ بلکہ جو ایک جگہ سے دوسری جگہ، ایک مقام سے دوسرے مقام، ایک شہر سے دوسرے شہر، ایک ملک سے دوسرے ملک صرف اس لئے گیا کہ اسے اپنے وطن عزیز کو آزاد و خود مختار دیکھنے کا ارمان تھا ۔ وہ فرنگی استبداد کے خلاف جہاں بھی ذرا سی روشنی پاتا اسطرف کا رخ کرتا ۔ یہ شخص

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے پوری جنگ عظیم کے انقلابات اپنی آنکھوں سے دیکھے جس نے ملک کی آزادی اور قوت کی نجات کیلئے دنیا سے پہاڑوں میں ٹکریں کھائیں۔ راجہ مہاراجوں کے طواف کئے سیاست اور سماج کے بدلتے رنگ دیکھے۔

اور پھر اسی آزادی اور انقلاب کے راستے میں اپنی جان دیدی۔ اس مجاہد جلیل نے اپنی خدمات کو اپنی ذات کا اشتہار بنانا گوارہ نہ کیا۔ اور مورخین مجاہدین آزادی نے دریلہ سے گذرا تو ایک کرسی خالی دیکھ کر بھی اس کا ذکر تجسس خوا بیدلام ہی رہا آج میں اس مجاہد کا نام قوم کے سامنے لے رہا ہوں۔۔۔۔

مولانا محمد میاں انصاری

ہندوستان کی جنگ آزادی میں کروڑوں ہندوستانیوں نے حصہ لیا لاکھوں ہم وطنوں نے قربانیاں دیں۔ ہزاروں بچے یتیم اور عورتیں بیوہ ہوگئیں سینکڑوں خاندان لٹ گئے۔ مگر اسے کوئی نہیں جانتا کہ وہ کون لوگ تھے! مولانا محمد میاں انصاری ایک مفکر۔ ایک مجاہد۔ ان لوگوں میں سے تھے جن کو نام ونمود سے نفرت تھی۔ اور جو اپنی دھن کے پکے۔ اور کام مخلص تھے۔ مولانا حسین احمد مدنیؒ اپنی سوانح «نقش حیات» دوسری جلد میں آپکا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"مولانا منصور صاحب انصاری" — اصلی نام محمد میاں تھا۔ موصوف حضرت مولانا محمد میاں قاسم صاحب نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند کے نواسے اور حضرت شیخ الاسلام مولانا عبداللہ صاحب ناظم دینیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے بڑے صاحبزادے تھے۔۔۔۔ حضرت شیخ الہند نے انکو اپنے مشن کا ممبر بنایا۔ اور اسکیم میں شریک کرلیا۔

نہایت مستقل مزاج، ذکی الطبع، رازدار اور قابل اعتماد تھے۔ ان کو ڈھونڈ کر

www.KitaboSunnat.com

والے خطرات سے دوچار ہونا پڑا مگر یہ ثابت قدم رہے۔ مولانا محمد میاں صاحبؒ نے دارالعلوم دیوبند میں اپنے حقیقی ماموں مولانا حافظ محمد احمد صاحب سے زمانۂ تعلیم میں مشکوٰۃ شریف کے باب جہاد کی تعلیم حاصل کی اور خود بھی اسکا بہت گہرا مطالعہ کیا۔ حضرت شیخ الہندؒ کی تعلیم اور صحبت سے اس جذبے جہاد کو آزادی کا رنگ ورخ دیدیا۔ اور تمام عمر وطن کی آزادی کیلئے لڑتے رہے۔

حضرت شیخ الہندؒ کی تحریک کا بنیادی مقصد ہندوستان کی آزادی تھا۔ مولانا منصورؒ اس تحریک کے ہیڈکوارٹر یاغستان میں مولانا عبداللہ سندھیؒ راجہ مہندر پرتاپ اور دیگر حضرات کے ساتھ مصروف کار رہتے۔ مولانا منصورؒ کا قول تھا کہ ایشیا، افریقہ کے غلام مملکت کی آزادی کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ہندوستان کو آزاد کرادیا جائے۔ ان کا قول حرف بحرف صحیح ثابت ہوا۔ اور اس لئے انہوں نے مولانا محمود الحسنؒ کی سیادت میں آزادی کیلئے جدوجہد کی۔ اور اس مقصد کیلئے جہاد کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیا۔ یہ تحریک اگرچہ مسلم اکابر اور علماء کی تحریک تھی لیکن اسمیں ہندو بھی برابر کے شریک رہے۔

رولٹ کمیٹی رپورٹ کے مطابق:۔ مولانا عبداللہ سندھیؒ نے کابل پہنچکر ترک و جرمن مشن سے ملاقات کی اور اپنے مقاصد ان کے سامنے رکھے۔ اسی اثناء میں مولانا محمد میاںؒ صاحب بھی کابل پہونچ گئے۔ مولاناؒ کے اسوقت دستاویز جہاد تھی۔ آپ نے حجاز کے ترک سپہ سالار غالب پاشا سے حاصل کی تھی۔ یہ دستاویز غالب نامے کے نام سے مشہور ہے۔ مولانا محمد میاںؒ نے اس دستاویز کی نقلیں ہندوستان اور سرحدی قبائل میں تقسیم کیں۔

آپ کے کابل پہونچنے پر مولانا عبداللہ سندھی نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ آزاد ہندوستان کی ایک جلاوطن حکومت کے قیام کا پلان طے کیا جس کے مدد

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

راجہ مہندر پرتاپ ۔ مولانا برکت اللہ بھوپالی وزیر اعظم ۔ مولانا عبیداللہ سندھی وزیر خارجہ تھے ۔ یہ پہلی آزاد حکومت تھی جو ہندوستانیوں نے ہندوستان سے باہر قائم کی تھی ۔ اس حکومت کے تحت ایک فوج کے قیام کا منصوبہ بھی تھا جو پایۂ تکمیل کو نہ پہونچ سکا ۔

دعویٰ تو نہیں کیا جا سکتا لیکن اندازہ ہے کہ ۱۹۱۶ء یا ۱۹۱۷ء میں شیخ الہند اور مولانا منصور میں سیاسی استاد و شاگرد کا رشتہ قائم ہوا ۔ انہوں نے وقت کا اہم ترین کام مولانا کے سپرد کیا ۔

۱۹۱۴ء میں ریشمی خطوط کی تحریک مرتب ہوئی ۔ اور ۱۹۱۵ء میں مولانا محمد میاں اس کے ذمہ دار قرار پائے ۔ اسی سال شیخ الہند نے حج بیت اللہ کا ارادہ فرمایا ۔ لیکن یہ ارادہ صرف حج کا نہیں تھا ۔

حجاز سلطنت ترکی کا ایک حصہ تھا ۔ پہلی جنگ عظیم ہو چکی تھی ۔ اور ترکی جرمنی حمایت میں تمام محاذوں پر موجود تھے ۔ شیخ الہند کا مقصد تھا کہ وہ ترکی کے ارباب حل و عقد کو ہندوستان کی آزادی کے تمام مسائل سمجھا دیں ۔ تاکہ صلح کی صورت میں ترکی کی جانب سے ہندوستان کی آزادی کی شرط رکھی جا سکے ۔ مولانا محمد میاں اس سفر میں آپ کے ساتھ تھے ۔ مولانا ممدوح کا بیان ہے کہ اس سفر میں برطانوی جاسوس بھی ہمراہ تھے ۔ مولانا موصوف آگے فرماتے ہیں کہ خدا ان کے گناہوں کو معاف فرمائے ۔ انہوں نے گورنمنٹ کی خدمت کی پوری کوشش کی ۔ لیکن وہ اپنے مقاصد میں قطعی ناکام رہے ۔

تحریک ریشمی خطوط ؟ ۔

ریشمی خطوط کی تحریک کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ ہندوستان کی آزادی کا مطالبہ ایک پلیٹ فارم سے ہو ۔ اسوقت پورے ہندوستان میں مختلف تحریکوں تحت آزادی کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہند کی کوشش جاری تھی ۔ ساتھ ہی اسکا مقصد یہ بھی تھا کہ شمال مغربی سرحد پر ایک زبردست مسلح بغاوت کے تحت ان تحریکوں کو تقویت بہم پہنچائی جائے ۔ اس تحریک کے بنیادی مقاصد مندرجہ ذیل تھے ۔

مولانا عبید اللہ سندھی شیخ الہند کے منصوبے کے تحت سرحد آزاد میں پہنچکر سارے سیاسی پلان اپنے ہاتھ میں لیں ۔ اور عملی اقدامات کیلئے مولانا محمد میاں اور ان کے ساتھ آنے والے ریشمی خطوط کا انتظار کریں ۔ تحریک کو تقویت پہنچانے کیلئے ترکی سے جنگی مدد کی جائے ۔"

افغانوں کے جذبہ حریت پر اعتماد کرتے ہوئے شاہ افغانستان کو انگریزی سامراج کیلئے تیار کیا جائے ۔ نیز سلطان ترکی کی جانب سے شاہ افغانستان اور آزاد قبائل کو ریشمی خرامین بھیجے جائیں ۔

جب شیخ الہند اور مولانا محمد میاں مدینہ منورہ پہونچے تو ترکی کے وزیر جنگ غازی انور پاشا اور مغربی مورچوں کے کمانڈر غازی جمال پاشا وہاں موجود تھے ۔ غالب پاشا گورنر حجاز نے چاروں اکابر کے مشوروں کے بعد ریشمی فرامین شیخ الہند کے سپرد کر دیئے مولانا محمد میاں ان فرامین کو لیکر ہندوستان واپس آئے ۔

مہم کی ابتداء ۔ یہاں سی آئی ڈی آپ کی تلاش میں تھی اور کئی بار دھوکہ دیکر آپ اس سرزادگان بڑودت اور میرٹھ ہوتے ہوئے لاہور پہونچ گئے ۔ اس بیان کے مطابق مولانا آزاد اور مولانا حسرت موہانی بھی لاہور میں آپ سے ملنے والے تھے اور اس کے بعد یہ تین آدمیوں کا قافلہ افغانستان کی جانب بڑھنے والا تھا لیکن سی ۔ آئی ۔ ڈی کی کڑی نگرانی اور نگہ داشت کی بنا پر مولانا محمد میاں صاحب کو قبل از وقت پشاور پہنچنا پڑا ۔ پشاور میں مولانا عبدالرحیم پوپل زئی کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۱ مکان میں ایک نیچے سے کھوکھلی دیوار میں تین دن کی روپوشی کے بعد آپ نے ایک شب کے اندھیروں میں پشاور کو بھی خیرباد کہہ دیا۔ جس وقت آپ نے ایک افغان قبائلی کے بھیس میں مکان چھوڑا۔ پولیس اور سی۔ آئی۔ ڈی اس مکان کا محاصرہ کئے ہوئے تھی۔ تمام راستے آپ گونگے بنے رہے۔ اور اشاروں سے گفتگو کرتے تھے لوگوں کے پوچھنے پر آپ اشاروں ہی سے بتایا کرتے تھے کہ کسی مشہور درگاہ کی زیارت کیلئے جا رہے ہیں۔ مجاہد پوپل زئی کے آدمی تمام راستے آپ کے ساتھ رہے اور نقل و حرکت میں خفیہ طور پر معاونت کرتے رہے۔

قبائل میں پہونچ کر مولانا محمد   نے فرامین تقسیم کئے۔ اور چالیس ہزار کی ایک، فوج تیار کی جو وزیری   اور مہمند قبائل افغانوں پر مشتمل تھی۔ اسی دوران آپ نے مجاہدین چمرکنڈ مجاہدین بنیر فرور حاجی صاحب ترنگ زئی سے بھی ملاقات قائم کئے اس خفیہ تحریک کا مرکز خید دل کی پہاڑی گھاٹیاں تھیں۔

قبائل میں اپنا کام مکمل کرنے کے بعد آپ افغانستان پہونچے۔ جہاں بنیادی کام مولانا عبید اللہ سندھی انجام دے چکے تھے۔ مولانا محمد میاں نے ریشمی فرامین شاہ حبیب اللہ کو پہونچائے۔ یہاں آپ کی ملاقات امیر امان اللہ خاں سے بھی ہوئی۔ سردار نصراللہ، امیر حبیب اللہ کے چھوٹے بھائی نے اس تحریک میں زبردست دلچسپی لی۔ مولانا محمد میاں صاحب نے افغانستان کے مدبرین اور نوجوان طلبہ نے طبقوں کو بھی اپنے نظریات سے بے حد متاثر کیا۔ لیکن ابھی آپ افغانستان میں اپنے کام کو پوری طرح انجام نہیں دے پائے تھے کہ انگریزوں کے اکسانے پر امیر حبیب اللہ نے آپ کو گرفتار کرنے کی ٹھان لی۔ سردار نصراللہ کی بروقت مدد سے آپ روس (بخارا) پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ کریمیا کے علاقہ میں ترک قوم کی آزادی کے لئے اپنی زندگی کی آخری جنگ میں مصروف تھے، وہ مولانا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

موصوف سے ملاقات کی خواہش مند تھے۔ لیکن جب مولانا وہاں پہونچے تو یہ ترکی شیر جامِ شہادت نوش کر چکا تھا۔ مولانا موصوف نے بخارہ کی قدیم اسلامی حکومت کا مطالعہ کیا اور اس کی کمی کو نہایت شدت سے محسوس کیا کہ باوجود علمی سربلندی کے بخارا میں نئے سائنسی آلات کا مقابلہ کرنیکی مقاومت نہ تھی۔ آپ کی بڑی آرزو رہی کہ مسلمان سائنس کو سمجھیں اور بڑے سائنسداں پیدا کریں۔

شخصیت کے دیگر رخ۔ نوجوان انقلابی افغانوں نے امیر حبیب اللہ کو قتل کر کے امیر امان اللہ خاں کی قیادت میں نئی حکومت قائم کی۔ اور اسی نئی حکومت کی درخواست پر آپ دوبارہ کابل تشریف لائے۔ کچھ ہی عرصہ بعد آپ حکومت ترکی افغان کی آزادی کا اعلان کروانے کیلئے ایک خفیہ سفارت پر انقرہ روانہ ہوئے لیکن راستے میں روسیوں نے آپ کو گرفتار کر لیا۔ تین ماہ کی قید کے دوران حکومت روس کی طرف سے تین بار آپ کی موت کا فرمان جاری ہوا لیکن افغان روس کے سفارتی تعلقات کے قیام کے بعد آپ رہا ہو گئے۔ اور ماسکو میں افغانی سفارت کے ایک رکن کی حیثیت سے کام کرنے لگے۔ بسنہ ۱۹۲۰ء یا ۱۹۲۱ء میں آپ افغانستان کی ترکی سفارت میں سیاسی مشیر کے طور پر پہونچ گئے سفیر کی غیر موجودگی میں اس کے قائم مقام آپ ہی رہا کرتے تھے۔ یہاں پر آپ نے خفیہ کونسل کی بنیاد ڈالی۔ جو غلام قوموں کی آزادی کے سلسلہ میں مشورے کرتی تھی۔

کاظم قرہ بقر شیخ سنوسی اعظم (طرابلس کے انقلابی قائد) محمد سعید (کرد قائد) عبدالعزیز جاویش (مصری قائد) کرنل مظفر (باغی ہندوستانی فوجی) مولانا عبدالغنی امرتسر کے ایک مجاہد) اور نگینہ ضلع بجنور کے مولا بخش (ترکی توپ خانے کے انچارج) اور دوسرے بڑے قائدین اس کونسل میں شامل تھے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ ترکی میں بھی زیادہ عرصہ نہیں رہے۔ اور مصطفےٰ کمال پاشا سے مسئلہ خلافت پر اختلاف کے سبب واپس افغانستان بلا لئے گئے۔ اور افغان وزارت خارجہ کے مغربی ایشیائی شعبے میں تشریف لے آئے۔ آپ کے سیاسی شاگرد سردار فیض محمد خاں (وزیر خارجہ) کی درخواست پر آپکا تقرر ڈائریکٹر آف ایجوکیشن (وزارت تعلیمات) کے عہدے پر ہوا۔

آپ کے علمی کارناموں میں مندرجہ ذیل کتب شامل ہیں۔

- علامہ شبلی کی شعر العجم کا فارسی ترجمہ۔
- حکومت الٰہی (پولیٹیکل سائنس)
- مراقبۂ نماز
- انواع الدول (پولیٹیکل سائنس)

مولانا محترم کو ہندوستان واپس آنے کی بڑی خواہش تھی۔ خود آپکے ہندوستانی اقربا بھی آپ کیلئے بیچین تھے۔ لیکن زندگی نے آگے یاوری نہیں کی۔ جنگ آزادی کا پرجوش مجاہد۔ ہندوستان کا شیر۔ ملک آزاد دیکھنے کا خواہشمند اور قوم کو ترقی اور آزادی کا زینہ دکھلانے والا یہ عظیم شخص ۔۔۔ ۱۲ جنوری ۱۹۴۶ء کو اسلام اور وطن کی راہ میں شہید ہو گیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مولانا فضل الٰہی وزیرآبادی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کئی ماہ ہوئے میں وزیرآباد میں مولانا فضل الٰہی کی خدمت میں دو دن رہا اس وقت سے ہی یہ خطرہ شدت سے محسوس ہو رہا تھا۔ کہ بڑھاپا اور یہ انتہائی کمزوری اور اس پہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بیماری کے اس شدید حملے کا کب تک مقابلہ کر سکے گا۔ آخر ۵، مئی کو سخت بے بسی اور بے کسی سے مولانا فضل الٰہی صاحب انتقال فرما گئے۔ میں ۶، مئی کو دفتر احرار لاہور آیا۔ تو یہ خبر وحشت اثر معلوم ہوئی۔ مجھے سخت صدمہ اور افسوس ہوا۔ دفتر میں ماسٹر تاج الدین انصاری تشریف فرما تھے۔ ان سے دیر تک مولانا کی پچاس سالہ تحریک مجاہدین میں جدوجہد۔ ان کی تکلیفوں مصیبتوں اور اذیتوں کا ذکر اور بے حس قوم کا جو محلوں میں رہنے والوں پہ پھول برساتی جھوم جھوم کر نعرے لگاتی۔ اور سچے جذبے کے ساتھ کام کرنیوالوں سے ایسی بے اعتنائی برتتی ہے جیسی مولانا فضل الٰہی سے برتی گئی ہے۔ دیر تک تذکرہ ہوتا رہا۔

محترم ماسٹر صاحب نے بار بار مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میں چونکہ ۱۹۱۱ء سے ان کے ساتھ وابستہ اور ان کی جدوجہد میں شریک رہا ہوں۔ اس لئے مجھے ان کی زندگی کے حالات پر روشنی ڈالنی چاہیئے۔

میرا خیال ہے کہ اس زمانہ میں ان تکلیفوں اور ان اذیتوں کا ذکر کرنا مناسب نہیں ہے۔ جفاکش اور باہمت نوجوان پہلے ہی نہیں مل سکتے۔ مصیبتوں کے لامتناہی سلسلہ اور اس کا انجام دیکھکر مسلمان اور بھی توہمت ہار دیگا۔ راہ حق پر گامزن ہونے اور خدمت قوم کے لئے صحیح قدم اٹھانے کا کوئی ارادہ بھی کرے تو ہمارا حال پریشاں دیکھ کر اور ان ہولناک باتوں اور اس کا حسرت ناک انجام سن کر اس کا دل اور بھی بیٹھ جائیگا۔ جسے اس راہ پر چلنا ہے وہ بھی ڈر جائیگا۔ ۱۹۱۱ء سے تو میں بھی دیکھ رہا ہوں۔ ہم میں کتنے لوگ آئے۔ اور وہ کتنا عرصہ رہے۔ پھر مصیبتوں سے گھبرا گھبرا کر کس طرح رخصت ہوتے گئے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

۱۹۲۰ء میں خلافت کمیٹیوں میں آ ملے بے شمار تھے۔ وہ ایک ابال تھا۔ اور مسلمان ابال اور ہنگامہ سے بہت جلد متاثر ہو جاتا ہے۔ جس تیزی سے وہ آتا ہے۔ ابال کی مہلت ختم ہونے پر وہ اسی تیزی سے دوڑ جاتا ہے۔ خلافت کی تحریک میں جو بے شمار آدمی گئے۔ ان میں کتنے آخر دم تک راہ حق پر گامزن رہے۔ آج ان کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے۔ اور اس راستے سے منہ موڑنے والوں کی گنتی کون کر سکتا ہے۔ آج میں ان مشکلات ان مصائب اور دشواریوں کا ذکر کروں جن سے مولانا فضل الٰہی اور ان کے ساتھیوں کو سال ہا سال سے دوچار ہونا پڑا تو ممکن ہے۔ کہ آنسوؤں اور آہوں کا تحفہ آپ فیاضی سے دیدیں۔ لیکن اس راہ پر چلنے کی خواہشمندوں کی تعداد اور بھی کم ہو جائیگی بھرتا یا کے جائے۔ انہیں خشکی زبانوں سے ہمارے لئے بڑی بے تکلفی سے غداری کا لفظ نکلتا ہے۔

ہم نے انگریز کے ساتھ ۱۹۱۵ء سے ۱۹۴۷ء تک جنگ کی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ شاید انگریز کے رشتہ دار ہیں۔ اس سلسلہ کے شروع کرنے سے شاید میرے امرید دوستوں اور رفیقوں کی معلومات میں کچھ اضافہ ہو سکے۔ اور تو اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ کیونکہ ؎

میراث میں آئی ہے انہیں مسند ارشاد
زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

ہاں اگر کوئی صاحب مجاہدین کی تاریخ لکھنا چاہتے ہیں۔ تو میں ان کو ۱۹۱۰ء سے ۱۹۴۷ء تک کے حالات و سکنات سے واقف اور ان کی سرگرمیوں میں شریک رہا ہوں۔ ۱۹۱۷ء کے آخر یا ۱۹۱۸ء کے شروع میں مولانا مرحوم میرے پاس کیا یک موری دروازہ لاہور کوچہ سر کی میدان کے ایک مکان میں جہاں ہمارا قیام تھا۔ تشریف لائے۔ اس دن سے لیکر آخر دم تک میں ان کے کاموں میں شریک اور

www.KitaboSunnat.com

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان کی تحریک کا مددگار رہا۔ حضرت مولانا کا میرے پاس تشریف لانے کا قصہ یوں ہے۔

[illegible]ء میں میں پہلے اسلامیہ ہائی اسکول بھاٹی گیٹ اور پھر کچھ عرصہ کے بعد مسلم ہائی اسکول سیکلوڈ روڈ لاہور میں پڑھتا تھا۔ بصرہ، بغداد، حجاز اور مکہ شریف کی تباہی اور ترکوں کی بربادی کی خبروں کو سن سن کر انگریز کے سخت خلاف ہو چکا تھا۔ میں گھنٹوں سوچا کرتا کہ یہ کیا ہو رہا ہے مسلمان لپک لپک کر انگریزی فوج میں بھرتی ہو رہے ہیں آخر میں نے اپنے دل میں بغاوت کا فیصلہ کر لیا خواہ میرا کوئی ساتھ دے یا نہ دے۔

سب سے پہلے میں نے اپنے چچازاد بھائی سردار محمد (سردار محمد حسین ایم۔ ایل اے۔ کے بڑے بھائی) کو جو مجھ سے تین سال بڑے اور میں تھے شریک ہونیکا مشورہ دیا۔ ہم ایک ہی مکان میں رہتے تھے۔ میں اسوقت آٹھویں جماعت میں تھا۔

ہمارے بزرگ خان بہادر آنریری مجسٹریٹ اور کئی بزرگ ذیلدار تھے ان کے اسلحہ سے جب ہم گاؤں میں جاتے تو بندوق اور پستول چلانا اور نشانہ لگانا سیکھتے۔ ہم دونوں بیاہ شادی کے موقعہ پر جب برادری کا اجتماع ہوتا اور ہم شریک ہوتے تو وہاں انگریز کے خلاف دل کھول کر تبلیغ کرتے۔

لاہور میں ہم اپنے سکول میں جا کر طلباء کو بغاوت کیلئے ابھارتے کچھ طلباء نے ہمارے ساتھ حلف اٹھائے۔ سردار عطاء محمد بیمار ہوا اور وہ گاؤں چلا گیا اسی مکان پر ایک روز مولانا فضل الٰہی صاحب کسی ذریعہ سے تشریف لائے۔ دوران گفتگو میں انہوں نے فرمایا کہ جس دن چھٹی ہو میرے پاس وزیرآباد فلاں محلہ میں آنا۔ میرا نام فضل الٰہی ہے۔ ساتھ ہی فرمایا کہ کسی سے میری ملاقات کا اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وزیر آباد آنیکا ہرگز ذکر نہ کرنا۔

میں نے عرض کیا کہ آپ کو میری انگریزی دشمنی کا حال کس نے بتایا انہوں نے فرمایا کہ کچھ تو تمہاری برادری کے لوگوں نے اور کچھ طلباء نے میں جمعہ کی چھٹی میں وزیر آباد گیا۔ سارا دن مولانا کی خدمت میں رہا۔ بہو چند کتابیں دی۔ جن میں سید احمدؒ اور اسمٰعیل شہیدؒ کی سوانح عمریاں تھیں۔ انہوں نے مجھے ہدایت فرمائی کہ سکول کی چھٹی میں تم یہاں آیا کرو جب مجھے وہاں کئی ماہ آتے جاتے گذر گئے تو ایک دن انہوں نے فرمایا کہ ہندوستان سے باغستان میں پیغام پہنچانے والے سبھی قاصد پکڑے گئے ہیں۔ انگریز نے ان کو عمر قید کی سزا دی ہے۔

میں نے عرض کیا کہ قاصد کے فرائض میں ادا کرنے کو تیار ہوں۔ آپ مجھے وہاں روانہ کریں۔ وہ بولے مجھے خطرہ ہے کہ تم شاید سختی برداشت نہ کر سکو اور تمام باتیں بتا نہ دو۔ کیونکہ تم امیر خاندان سے ہو۔ اور تم نے ابھی تک کوئی سختی برداشت نہیں کی ہے۔

میں نے ان یقین دلایا۔ کہ میں یہ کام اچھی طرح کرونگا۔ تھوڑی دیر خاموش رہ کر فرمایا اچھا میں تمہارا اعتبار کرتا ہوں۔ خدا تمہیں ثابت قدم رکھے۔ اب تم ایک ہفتہ کی چھٹی کا انتظام کر لو۔ مجھے ایک ہفتہ پہلے اطلاع دینا اور چھٹی ہونے سے ایک رات پہلے یہاں آجانا۔ چنانچہ اگلی ملاقات میں میں نے انہیں تاریخ سے مطلع کر دیا۔ میں مقررہ تاریخ پر ان کے مکان پر پہونچا۔ مولانا نے وہاں ایک آدمی سے میرا تعارف کرایا۔ اور بتایا کہ باغستان کے تمام راستوں سے واقف ہے۔

غرضکہ ہم روانہ ہوئے اور سی آئی ۔ ڈی کی نظروں سے بچتے بچاتے بخیریت دربند پہونچ گئے۔ وہاں سے کشتی کے ذریعہ دریا پار کیا۔ اور آزاد علاقہ میں پہونچ گئے۔ پیدل سفر کرتے ہوئے بمشکل ہم شام کے قریب المس دیو مجاہدین

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کا ہیڈ کوارٹر تھا) پہونچے۔ وہاں جاتے ہی امیر جماعت مجاہدین نعمت اللہ صاحب کی خدمت میں بیٹھ کر ایک چارپائی پر لیٹ گیا۔ اور ایسی بے ہوشی سے سویا کہ صبح ہی آنکھ کھلی۔

میں نے امیر المجاہدین کی خدمت میں صبح کپڑے پر لکھے ہوئے خطوط جو میری قمیص کے کفوں اور پشت کی پٹی کے اندر اور کوٹ کے کالر میں سلے ہوئے تھے۔ اسے ادھیڑ کر نکالے اور پیش کر دیئے۔ دوسرے دن میں نے وہ سب باتیں جو مولانا نے زبانی بتائی تھیں۔ امیر جماعت سے عرض کر دیں۔ یہ تو مجھے علم نہیں کہ ان خطوط میں کیا لکھا ہوا تھا۔ زبانی باتوں میں ایک ایسی تھی جس کا ذکر میں نے اس طرح کر دیا جس طرح مجھے بتایا گیا تھا۔ اس کے نتیجہ سے میں بے خبر تھا کئی ماہ بعد مجھے اس کی حقیقت اور اہمیت معلوم ہوئی۔ تو میں مولانا کی قوت اور تدبیر پر حیران رہ گیا۔ زبانی پیغام تو صرف یہ تھا کہ :۔

۱:۔ ہم نے خاص ذرائع سے جنگ کے شروع انگریز کی ہندوستان میں قوت معلوم کی۔ اور امیر حبیب اللہ خاں والیٔ افغانستان کو اطلاع دی کہ اس وقت سارے ہندوستان میں زیادہ سے زیادہ دو ہزار گورا فوج ہے۔ ہندوستان پر اسوقت حملہ کرنے سے بہتر وقت پھر کبھی نہیں آئیگا۔ ساتھ ہی امیر حبیب اللہ خاں کو یقین دلایا۔ کہ صرف افغانستان سے ہم کو کم از کم ایک لاکھ مسلح بڑے بہادر اور جنگجو آدمی تمہاری امداد پر ہندوستان پر حملہ کرنے کیلئے دینے کو تیار ہیں۔ امیر حبیب اللہ اس پر بھی خاموش رہا۔

۲:۔ جرمن اور ترک جرنیلوں کا جو وفد امیر حبیب اللہ خاں کے پاس آیا۔ اور اس نے بہت بڑی امداد کا یقین دلایا۔ امیر نے وفد کی باتوں کو ٹھکرا دیا۔ جو لوگ اس وفد کو کامیاب کرنیکے لئے کوشاں تھے۔ وہ عتاب میں آئے۔ امیر حبیب

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اللہ خان کو انگریزوں کے حوالے کرنا چاہتا تھا۔ اگر چھوٹا شہزادہ امان اللہ ان کی مدد نہ کرتا۔ اور خاص ذرائع سے باغستان نہ بھیجدیتا تو وہ گرفتار ہو کر انگریزوں کے حوالے کر دیئے جاتے۔

۳:۔ صرف امان اللہ ہی ایک ایسا شہزادہ تھا۔ جو انگریز کا خاص طور پر دشمن اور مجاہدین کی امداد میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتا۔

۴:۔ امان اللہ خاں اور اس کی کوٹھی میں مقیم مجاہدین اور اینٹی انگریز گروپ نے ترک اور جرمن مہمانوں کو کابل میں ناکامی کے بعد باغستان میں جانے اور مجاہدین کی معرفت تمام قبائل کے غائبگان سے معاہدہ کرنیکا مشورہ دیا۔ وہ وفد باغستان آیا۔ مجاہدین اور قبائل سرداروں سے ایک معاہدہ ہوا کہ تم سب ملکر انگریزی علاقہ پر حملہ کر دو۔ جرمن وفد نے بیس لاکھ پونڈ اور بہت سا سامان حرب دینے کا معاہدہ کیا۔ اس قرار داد کے مطابق مجاہدین کی زیر قیادت سارے باغستان نے مل کر انگریزی علاقہ پر حملہ کر دیا۔ جرمن اور ترک مدد پر اور سامان باغستان میں محض حبیب اللہ کی بدولت نہ پہونچ سکا۔ لہٰذا امیر حبیب اللہ کا راج انگریز کا راج اور حبیب اللہ کی مخالفت انگریز کی مخالفت ہے۔ بہر ممکن طریقے سے امیر حبیب اللہ کو ہٹا کر امان اللہ خاں کو امیر بنایا جائے۔ اور اس معاملہ میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا جائے۔ اگر اس میں ذرا بھی غفلت کی گئی۔ تو مجاہدین چکی کے دو پاٹوں میں جو (ادھر انگریز ہے اور ادھر انگریز نواز حبیب اللہ۔) پس جائیں گے۔

میں یہ پیغام دینے کے بعد دو تین روز وہاں رہا۔ امیر المجاہدین نے اسی طرح میرے کپڑوں کے اندر خطوط سلوا کر دیئے۔ اس سفیر کے ہمراہ مجھے واپس روانہ کیا گیا۔ جو مجھے ہری پور ہزارہ تک چھوڑ گیا۔ اور میں وہاں سے وزیر آباد بخیریت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پہونچ گیا۔ مولانا نے مجھے دیکھ کر خدا کا شکر ادا کیا۔ اس کے بعد مجھ سے حالات دریافت کئے۔ میں نے خطوط نکال کر مولانا کو دے دیئے۔ میں تمام دن مولانا کے مکان پر رہا۔ اور حالات بتاتا رہا۔ پھر رات کی گاڑی سے لاہور پہونچ گیا۔

حسب معمول میں ہر آٹھویں دسویں دن وزیر آباد مولانا کی خدمت میں جاتا رہا۔ مولانا مجھ سے پارٹی کا کوئی راز نہ چھپاتے کئی دفعہ ایسا ہوا کہ میں وزیر آباد آیا مولانا مکان پر موجود نہ ہوتے۔ دروازہ پر دستک کی آواز ہی سے والدہ صاحبہ (مولانا کی بیوی) پہچان لیتیں کہ محمد شفیع آیا ہے۔ میں گھر کا ایک ایسا فرد تھا۔ جیسے کہ ان کے صاحبزادے محمد سلیمان!

کافی عرصہ کے بعد اخبارات میں خبر آئی کہ امیر حبیب اللہ خاں کے چھوٹے بھائی نصیر اللہ خاں کی جلال آباد میں تخت نشینی کی رسم ادا کی گئی ہے۔ اور بڑا شہزادہ عنایت اللہ خاں نے اپنے چچا نصر اللہ خاں کے حق میں دستبرداری دیدی۔ پھر اطلاع آئی کہ کابل میں امان اللہ خاں نے جو ان دنوں وہاں گورنر تھا اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ یہ خبریں اخبارات میں کئی دن پڑھتا رہا مجھے معلوم تھا کہ مولانا وزیر آباد نہ جا سکے۔

لیکن جب میں نے ساری اسکیم کی کڑیاں ملائیں تو حیران رہ گیا کہ مولانا وزیر آباد میں بیٹھے ہوئے کس طرح اپنی تجاویز انگریز کے مقابلہ میں کس خوبی سے چلاتے ہیں۔ مجھے یقین ہو گیا کہ امیر امان اللہ کو تخت نشین کرانے میں مولانا کا زبردست ہاتھ ہے۔

کچھ عرصہ بعد میں مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا اور دو تین روز وہاں رہا مولانا بہت خوش تھے اور انہوں نے افغانستان اور اپنی تحریک کے متعلق بہت سی راز کی باتیں بتائیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مولانا فضل الٰہی اور باغستان کے مجاہدین امیر حبیب اللہ سے سخت ناراض تھے وہ سمجھتے تھے کہ پہلی جنگ عظیم میں انگریز کی کامیابی حبیب اللہ کی بدولت ہوئی ہے۔ اگر امیر انگریز کا اسقدر حمائتی نہ ہوتا تو ہندوستان اور مشرق میں انگریز کا نام و نشان مٹ جاتا۔

امیر حبیب اللہ سے اختلاف کی مختصر روئداد یہ ہے ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم کی ابتدا میں حبیب جرمنی کامیاب ہو رہا تھا یورپ میں فرانسیسی اور انگریز بہت بری طرح پٹ رہے تھے۔ جرمن اپنی میں نصیب کر کے جنوب مشرق ساحل اور لندن پر سخت گولہ باری کرنیکا پروگرام بنا چکا تھا۔ لائڈ جارج وزیر اعظم انگلستان نے اعلان کر دیا تھا کہ وہ لندن کی حفاظت نہیں کر سکتا ایسے وقت میں انگریز ہندوستان سے اپنی ساری طاقت لیجا کر جرمنی کا مقابلہ کرنے کیلئے مجبور تھا۔ ہندوستان کی تمام تربیت یافتہ فوجیں جنگ میں جھونک دی گئی تھیں۔ یہاں صرف نئے رنگروٹ اور تھوڑے سے گورے رہ گئے تھے۔

مولانا کو خاص ذریعہ سے ان دنوں یہ معلوم ہوا کہ یہاں صرف دو ہزار گورا فوج موجود ہے۔ گورا فوج کی تعداد سامان حرب کی کمی اور اس قسم کی ضروری معلومات کرنل کلک عمر حیات ٹوانہ خضر حیات ٹوانہ کے والد سے معلوم ہوئیں وہ ان دنوں انگریزوں میں بڑے مقبول اور ہندوستان بھر میں سب سے زیادہ خیر خواہ سمجھے جاتے تھے۔

مولانا نے ان خوشگوار حالات کی اطلاع امیر حبیب اللہ کو دیکر ہندوستان پر حملہ کرنیکی ترغیب دی۔ مگر وہ انگریز پرست بادشاہ ٹس سے مس نہ ہوا۔

جرمن اور ترک ایجنٹوں کی کوشش کے باوجود امیر حبیب اللہ ہندوستان پر حملہ کرنیکے لئے تیار نہ ہوا صفحات میں بیان ہو چکی ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باغستان اور افغانستان میں بچہ بچہ بلکہ ان باتوں کو دیکھ کر امیر حبیب اللہ سے سخت ناراض ہو گیا۔ مجاہدین اور مخالف انگریز افغانوں کے دلوں میں ایک آگ سلگ رہی تھی جس کا امیر حبیب اللہ کو کچھ علم نہ تھا کہ وہ اس آتش فشاں پہاڑ پر بیٹھا ہوا انگریز کی وفاداری کا راگ الاپ رہا ہے جس پہاڑ کے اندر جو ننگ شعلے بھڑک اٹھنے کیلئے صرف ایک چنگاری کی ضرورت ہے۔ سردار نصر اللہ خاں برادر حبیب اللہ خاں اور سردار عنایت اللہ خاں ولی عہد افغانستان کسی تحریک میں حصہ نہ لینے والے خاموش اور مرنجان مرنج انسان تھے۔ چھوٹا شہزادہ امان اللہ خاں ابتدا ہی سے انگریز کے مخالفوں کا مددگار اور مجاہدین کا خصوصیت سے بڑا ہی مداح تھا اسی لئے سب کی نگاہیں امان اللہ خاں پر تھیں۔

جوں جوں جنگ عظیم کا خاتمہ قریب آتا جا رہا تھا عوام اور خواص حالات سے آگاہ ہو کر امیر حبیب اللہ کے مخالف ہو رہے تھے۔ اندر ہی اندر ایک تحریک چل رہی تھی مولانا جب جیل سے رہا ہوئے تو انہوں نے شدت سے محسوس کیا کہ کامیابی کے قریب پہونچی ہوئی تحریک صرف حبیب اللہ خاں کی بدولت فیل ہو گئی ہے۔ ان کے دل میں بھی ایک آگ لگی ہوئی تھی اسی لئے وہ بار بار جماعت مجاہدین میں یہی پیغام بھیجتے کہ جس طرح ہو سکے افغانستان میں انقلاب کیا جائے۔

شروع ۱۹۱۹ء میں مخالفین انگریز نے ایک سوچی سمجھی اسکیم کے مطابق امیر حبیب اللہ کو اسوقت جلال آباد میں قتل کیا جب اس کو جلال آباد میں آئے ہوئے تین ماہ سے کچھ زائد عرصہ ہو چکا تھا۔

حکومت کابل کے دستور کے مطابق سردیوں کے چھ ماہ امیر حبیب اللہ جلال آباد میں گذارتا۔ یہاں بہ نسبت کابل کے سردی بہت کم ہوتی ہے۔ اور کابل میں بادشاہ کی چھ ماہ عدم حاضری میں حکومت اس طرح ہوتی تھی کہ پہلے تین ماہ ولی عہد

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سردار عنایت اللہ خاں کو نظر بنا دیا جبکہ سردار عنایت اللہ خاں پہلے ہی امیر حبیب اللہ کے پاس آچکا تھا۔ اور کابل کا چارج بحیثیت گورنر امان اللہ خاں کے ہاتھ میں تھا۔ اسوقت امیر حبیب اللہ خاں جلال آباد میں قتل ہوا تھا یہ بات ہرگز نہیں کہی جا سکتی کہ اس قتل میں امان اللہ خاں کا ہاتھ تھا۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ مخالفین انگریز کی پارٹی بڑی مضبوط تھی انہوں نے اپنے طور پر سکیم بنائی اور امان اللہ خاں کیلئے راستہ صاف کیا۔

شروع جنگ عظیم میں ہندوستان سے انگریز کو نکالنے کے سلسلے میں جماعت مجاہدین اور مولانا کی تجویزوں کا یہاں ذکر کرنا ضروری ہے۔

ماہ اگست میں انگریزوں نے جرمنی کے خلاف جنگ کا اعلان کیا۔ ان دنوں جماعت مجاہدین باغستان کے امیر مولانا حافظ عبدالکریم ابن مولانا ولایت علی صاحب تھے۔ انہوں نے فوراً ایک وفد مولوی عبدالکریم صاحب قنوجی کی سرپرستی میں دربار کابل میں روانہ کیا۔ مولانا عبدالکریم صاحب مشہور انقلابی لیڈر مولانا برکت اللہ صاحب کے رفیق اور ہم جماعت تھے یہ دونوں عربی ادب میں نواب صدیق حسن خاں والی بھوپال کے شاگرد تھے۔ اس وفد کا مقصد یہ تھا کہ نائب السلطنت سردار نصر اللہ خاں اور قاضی القضاۃ کابل حاجی عبدالرزاق کے ذریعہ امیر حبیب اللہ خاں کی خدمت میں پہنچ کر یہ یقین دلایا جائے کہ اگر وہ انگریزوں کے خلاف جہاد کا اعلان کریں تو تمام باغستان کے جنگجو بڑی وفاداری کے ساتھ لاکھوں کی تعداد میں امیر کابل کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جائیں گے۔

امیر حبیب اللہ مجاہدین کے وفد کی معروضات پر کوئی توجہ نہ دی۔ ابھی یہ وفد کابل میں ہی مقیم تھا کہ ۵ نومبر ۱۹۱۴ء کو دنیا کے کانوں میں یہ آواز پہنچی کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

برطانیہ نے خلیفۃ المسلمین سلطان ترکی نے خلاف اعلان جنگ کر دیا ہے۔ اور اس بحیرہ قلزم سے فوجی استحکامات پر قبضہ کرلیا ہے۔ اس کے فوراً بعد خلیفۃ المسلمین نے عالم اسلام سے انگریزوں کے خلاف جہاد کرنیکی اپیل کی ہے۔ اب حنفی فقہ کے رو سے افغانستان کے بادشاہ اس کی رعیت اقبائل سرحد اور ہندوستان کے مسلمانوں کو اس دعوت کی قبولیت اور جہاد کی شرکت کے لئے بہت سی پیچیدگیاں پیدا ہوگئیں۔ مولانا عبدالکریم

مولانا عبدالکریم

امیر وفد مجاہدین نے اس نئی صورت حال کو دیکھ کر کابل کے قاضی القضاۃ حاجی عبدالرزاق صاحب جو مدرسہ دیوبند کے فارغ التحصیل اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے ارادت مندوں میں سے تھے ان سے مشورہ کیا۔ اور یہ طے پایا کہ مولانا شیخ الہند کو جس طرح بن پڑے کابل میں بلایا جائے۔ اگر وہ تشریف لے آئیں تو شاہ کابل کو بھی چون وچرا کی مجال نہیں ہوگی۔ تمام افغانستان اور باغستان دیوبند کے شاگردوں سے پٹا پڑا ہے ان کے تشریف لانے اور اعلان جہاد کرنے سے لاکھوں کی تعداد میں مسلح جنگجو جمع ہو جائیں گے۔ بادشاہ بھی بے بس ہو کر شریک ہونے پر مجبور ہو جائیگا۔ اور ایسا جوش پھیلے گا کہ افغانستان اور باغستان نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا ہوگا۔ کوئی افغان نوجوان کوہ سیاہ سے لیکر ترکستان تک اپنے گھر میں بیٹھا نہ رہ سکے گا۔

چنانچہ مجاہدین کے چند سرکردہ آدمی شیخ الہند کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کو اپنے ہمراہ آزاد سرحد میں آنیکی دعوت دی۔ حضرت شیخ الہند نے مولانا عبیداللہ سندھی (اور دیگر اراکین کیا سے مشورہ کرنے کے دعوت کو قبولیت کا شرف دیدیا۔

مولانا سندھی ان کو کابل جانے کا مشورہ دے رہے تھے۔ حضرت شیخ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حجاز جانے پر آمادہ ہو چکے تھے ۔ مجاہدین کے وفد نے باغستان اور افغانستان کے حالات سنائے ۔ اور یہ عرض کیا کہ لاکھوں جنگجو وہاں آپ کے منتظر ہیں ۔ حضور حجاز جانیکی غلطی نہ فرمائیں ۔ حجاز میں تو صرف تنہائی میں بیٹھ کر ترکو کے حق میں فتح و نصرت کی دعا کے علاوہ اور کوئی مفید خدمت انجام نہ دے سکیں گے ۔

ان دنوں مولانا سندھی ان پر چھائے ہوئے تھے ۔ وہ اپنی کسی ناممکن اصل تجویز کے ماتحت حضرت شیخ الہند کو حجاز جانیکا مشورہ دے رہے تھے ۔ اور خود باغستان جانیکی تیاری کر رہے تھے ۔ حالانکہ مولانا عبداللہ باغستان یا افغانستان میں کوئی مفید کام نہیں کر سکتے تھے ۔ شیخ الہند کی وہاں پوزیشن بالکل اور تھی ۔ تمام علماء باغستان افغانستان اور ترکستان ان سے بڑی عقیدت رکھتے تھے ۔ خود سردار نصراللہ خان نائب السلطنت اور قاضی القضاۃ مولانا عبدالرزاق شیخ الہند کے حلقہ بگوشوں میں سے تھے ۔

حضرت شیخ نے وفد کی تجویز نہ مانی ۔ یہ تجویز اسقدر اہم تھی کہ اسی ایک بات پر تمام دنیا کا نقشہ بدلنے کی پوری امید تھی ۔ اس لئے جماعت المجاہدین نے دوبارہ وفد بھیجا ۔ جسمیں حافظ شریف اللہ صاحب نیپالی بھی تھے ۔ جو مجاہدین باغستان کے ممتاز اراکین میں سے تھے ۔ مگر اب کی مرتبہ بھی ناکامی ہوئی ۔ اور شیخ حجاز جانے پر مصر رہے ۔ حضرت شیخ کی مجلس شوریٰ کے بعض اراکین نے افغانستان جانیکی تائید نہ فرمائی ۔ وہ بھی محض سرزمین حجاز کی عقیدت کی بناء پر حضرت شیخ کو حجاز جانیکی ترغیب دیتے ۔ آخری مرتبہ بھی پیغام مولانا فضل الٰہی نے (جو ان دنوں امیر مجاہدین ہند تھے) حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا ۔ یا حضرت لاکھوں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

جنگ جو حضور کے منتظر ہیں۔ آپ کے یاغستان تشریف لے جانے سے۔ دنیا میں ایک عجیب انقلاب آجائیگا۔ صدیوں کے خواب پورے ہوجائیں گے نہ صرف ہندوستان میں انگریزی سلطنت بلکہ مشرق بعید میں بھی یورپ کی طاقت تنکے کی طرح بہہ جائیگی۔ لیکن شیخ الہند حجاز جانے پر مصر رہے۔

——————— (سردار محمد شفیع)

www.KitaboSunnat.com

دار العلوم دیوبند

مجاہدۂ حریت کی ایک عظیم الشان تاریخ

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہندی مسلمانوں کے متعلق آج سمجھا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے صرف پاکستان بنوایا۔ اور ہندوستان کی آزادی کیلئے ان کی مساعی کا حاصل صفر ہے۔ حالانکہ مسلمانوں نے ذہنی وفکری طور پر آزادیٔ وطن کو اپنا مذہب سمجھا! انہوں نے مذہبی تعلیمی ادارے قائم کئے جو تحریک انخلاص وطن کا منبع و مخزن بنا ہے۔

صحبت امروز میں ہم مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی، اور ندوۃ العلماء لکھنؤ پر گفتگو کرنے کے بجائے دارالعلوم دیوبند پر اجمالاً گفتگو کریں گے۔ تاکہ ہندوستان کو اندازہ ہو کہ ایک خالص دینی ومذہبی درسگاہ کا تحریک ہندوستان کی تحریکِ آزادی میں کیا مقام تھا۔

دارالعلوم دیوبند کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ تھے۔ اور ان کے پیر و مرشد کا نام نامی حضرت امداد اللہ مکی تھا۔ یہ وہ اکابر تھے جنہوں نے ۱۸۵۷ء میں تھانہ بھون میں بیٹھ کر انگریزوں کے خلاف اعلان جہاد کیا۔ اور شاملی ومظفر نگر یو۔ پی میں انگریزوں کے خلاف باقاعدہ جنگ کی۔ انہیں شکست ہوئی۔ اور جس طرح ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے اکثر وبیشتر علمبرداروں کو شکست ہوئی۔ انہیں بھی شکست ہوئی۔ یہ اپنے زمانے کے اکابر اور بزرگ تھے۔ انگریزوں نے جب ظلم وستم کا بازار گرم کیا تو حضرت امداد اللہ مکی مکہ تشریف لے گئے۔ مولانا رشید احمد گنگوہی گرفتار ہوئے اور چھ مہینے کے بعد رہا کر دیئے گئے۔ ان کے خلاف مقدمہ ثابت نہ ہو سکا۔ مولانا قاسم نانوتوی تین برس تک دیوبند میں مقیم رہے۔ مگر گرفتار نہ ہو سکے۔ اور ان کا گرفتار نہ ہونا آج تک ان کی بزرگانہ کرامت سمجھی جاتی ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے قیام کو کم وبیش ستر سال ہو چکے۔ اور جب مدرسہ قائم ہوا۔ تو یہ بھی واقعہ ہے کہ ہندوؤں کے چندے دیئے۔ اور نول کشور پریس سے کتابیں پہنچیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس زمانے کا ہندو تنگ نظر نہ تھا۔ اور چونکہ فارسی پڑھنا چاہتا تھا۔ اس لئے دارالعلوم دیوبند سے ہمدردی اور دلچسپی تھی۔ دارالعلوم دیوبند کے قیام کے دو مقاصد تھے۔ ایک تو کتاب السنت کی اشاعت دوسرے آزادیٔ وطن کا حصول اور یہ دعویٰ وقتی مصلحتوں کے پیش نظر نہیں کیا جا رہا ہے۔ بلکہ مستند حوالوں سے ثابت کیا جا سکتا ہے۔ اس زمانہ میں مولانا محمد صاحب لدھیانوی کے ایک فتویٰ مرتب فرمایا تھا۔ جس کا نام نصرت الابرار تھا۔ اس فتویٰ پر مولانا رشید احمد گنگوہی مولانا محمود الحسن اور تمام علماء دیوبند و علماء ہند کے دستخط ثبت ہیں۔ اس فتویٰ میں دو باتیں صراحتاً کہی گئیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ مسلمان کانگریس میں شریک ہوں۔ دوسرے یہ کہ سرسید کا وہ ساتھ نہ دیں۔ اس لئے کہ راجہ بنارس سے ملکر انہوں نے کانگریس کے خلاف ایک جماعت بنائی ہے۔ یہ تاریخی فتویٰ سنہ ۱۳۰۶ھ (سنہ ۱۸۸۸ء) میں مرتبہ ہوا تھا۔ یہ بحث دوسری ہے کہ سرسید علیہ الرحمۃ کے متعلق اس وقت کے علماء کرام کا نظریہ صحیح تھا یا غلط تھا۔ سردست کہنا یہ ہے۔ کہ دیوبندی علماء اور ہندوستان کے دوسرے علماء کی سیاسی فکر کتنی اور مضبوط تھی۔ اور وہ اب سے بہت پہلے سیاسی مسائل پر ترقی پسندوں کیطرح غور فرماتے تھے۔

دارالعلوم دیوبند کے پہلے صدر مدرس حضرت مولانا قاسم نانوتوی تھے۔ دوسرے صدر مدرس مولانا محمد یعقوب تھے۔ تیسرے صدر مدرس شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن تھے۔ چوتھے صدر مدرس حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری تھے۔ پانچویں صدر مدرس شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی ہیں۔ اور یہ سب ہی انگریز کے باغی تھے۔ اور انہوں نے وہ گروہ پیدا کیا۔ جس نے آزادیٔ ہند آزادیٔ ایشیا کیلئے غیر ممالک میں پلان بنائے۔ ان بزرگان دین کو صرف صدر مدرس نہ سمجھیئے۔ بلکہ جدید اصطلاح میں یہ کسی یونیورسٹی کے وائس چانسلر یا چانسلر تھے۔

www.KitaboSunnat.com

اور ایک مخصوص مکتب خیال کے بانی تھے۔ دار العلوم دیوبند میں اہتمام کا منصب بھی اہم ہوتا ہے اور دار العلوم کے ممتاز مہتمین میں حضرت مولانا رفیع الدین مولانا محمد احمد بن مولانا محمد قاسم نانوتوی۔ مولانا حبیب الرحمٰن دیوبندی اور مولانا حافظ قاری محمد طیب صاحب خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ جن کا مرتبہ کسی یونیورسٹی کے چانسلر سے بڑا ہے۔ ان بزرگوں میں سے ایک بزرگ انگریزوں کا حامی نہ تھا۔ اور ان میں یہ بحث تو کر انگریزوں کی خفیہ ریشہ دوانیوں سے دار العلوم دیوبند کس طرح محفوظ رہے لیکن انگریزوں کی وفاداری کا حق ادا کرنا انہوں نے کبھی نہ سیکھا آج بھی حضرت مولانا طیب مہتمم دار العلوم دیوبند اپنی پوری عالمانہ شان کے ساتھ وطن کی ترقی پسندانہ و وطن پروارانہ تحریکات کے حامی ہیں اور اگر منصب اہتمام کی گوناگوں مصروفیتیں اجازت دیں تو وہ کھل کر میدان عمل میں آئیں۔

سن [illegible]ء میں برطانوی پارلیمنٹ میں سوال ہوا کہ دار العلوم دیوبند بند کر دیا جائے مگر اس زمانہ کے وائسرائے نے کہا کہ اگر ایسا ہوا تو ملک میں بغاوت ہو جائیگی۔ یہ دیوبند میں ڈاکٹر انصاری مرحوم تو یقینی طور پر دیوبند کے مرید خاص تھے مجاہدین سرحد نے دیوبند سے زندگی پائی اور برسوں پنجاب کر اور پیٹ پر پتھر باندھ کر انگریزوں کے خلاف جہاد کرتے رہے۔ سرفروشوں کی تحریک میں دیوبندیوں نے پوری سرگرمی سے حصہ لیا۔ اور آزادیٔ وطن کی جو تحریک شروع ہوئی وہ دیوبندی علماء و فضلا و تلامذہ کے دم سے آگے بڑھی۔ جمعیت علماء اور مجلس احرار اسلام کی پوری تحریکیں دیوبند کی صدائے عمل ہیں۔

یہ باتیں اختصار سے اس لئے کہی گئیں ہیں کہ ہندوستان ملک کی ذہنی و سیاسی ارتقا میں دار العلوم دیوبند کا مقام سمجھ سکے۔ آج یہ غلط فہمی بہت عام ہو کہ خلاف نے آزادی وطن کی ہمیشہ مخالفت کی جو اصل معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ اور دار العلوم دیوبند ہندی مسلمانوں کی مذہبی زندگی کا ایک بلند مینار ہے۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

مولانا حسرت موہانی

مجھے بادۂ طرب سے بخمارگاہِ قسمت!
جو ملی تو تلخ کامی جو ہوئی تو سرگرانی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان کی سیاست میں مولانا حسرت موہانی کا ظہور ۱۹۲۰ء سے بہت پہلے ہوا۔ بلقانی سیاست، لوکمانیہ بال گنگا دھر تلک اور مسٹر گوکھلے کی سیاست کا کوئی نچوڑ تھا۔ تو وہ مولانا حسرت موہانی تھے۔ مسلم سیاست سے الگ ہو کر ذرا الگ ہو کر مسلمانوں میں پہلی بار کسی نے ہندوستان کا درد محسوس کیا۔ تو وہ مولانا حسرت موہانی تھے۔ ۱۹۱۶ء میں جب ہندوؤں اور مسلمانوں میں لکھنؤ پیکٹ ہو رہا تھا۔ مولانا حسرت موہانی نے مشہور کمیونسٹ مفکر کارل مارکس کی تعلیمات پر ایک سیر حاصل مقالہ لکھا۔ روزنامہ اسٹیٹس مین کلکتہ نے ۱۷ مارچ ۱۹۱۸ء کے شمارے میں اس مقالہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا۔

> یہ کوئی علمی مقالہ نہیں سازش کرنیوالوں کی ایک آواز ہے۔ جو سلطنت برطانیہ کے فولادی دیواروں سے ٹکرانا چاہتی ہے۔ یہ آواز بلند ہونے سے پہلے ختم ہونی چاہیئے۔ یہ آواز ایک مسلمان کی ہے۔ جو سلطنت برطانیہ کے وفادار مسلمانوں کو گمراہ کرنا چاہتی ہے۔

پائونیر (الہ آباد) نے "اسٹیٹسمین" کے تبصرے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ

> گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ یہ آواز ہندوستان کی آواز نہیں ہے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کی آواز نہیں ہے۔ محض ایک شخص کی آواز ہے۔ جو صدائے صحرا ثابت ہوگی۔ اور اسکا ایک ساتھی ہندوستان میں نہیں ملیگا۔

۱۹۲۰ء سے پہلے (جب مہاتما گاندھی کی تحریک ترک موالات شروع ہوئی) مولانا حسرت موہانی۔ تین خوش قسمت ہندوستانیوں میں تھے۔ جن پر فوجی نگرانی مقرر کی گئی تھی۔ ان کی نقل و حرکت کی نگرانی خفیہ پولیس نہیں کرتی تھی۔ بلکہ فوج کرتی تھی۔

۱۹۲۰ء کے بعد گاندھی جی، مولانا محمد علی کی جیب میں رہنے لگے۔ مولانا محمد علی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی شخصیت اسقدر غالب تھی کہ ان سے پورا سیاسی ماحول مغلوب تھا۔ مولانا شوکت علی کی بھاری بھرکم شخصیت کا بوجھ بھلا کون اٹھا سکتا تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد کا علمی پندار اور سیاسی بصیرت بڑے بڑے فراعنہ کی اکڑی ہوئی گردنیں جھکا رہی تھی ایسے میں مولانا حسرت موہانی کم آمیز ہو گئے۔ بے نیاز رہنے لگے۔ ان کی فکر و نظر نے ایک لائن اختیار کی۔ سوراج پارٹی کے ہنگاموں اور خلافت کمیٹی کے تضیوں سے ان کا برائے نام ہی تعلق تھا۔ گاندھی جی کی قیادت میں جو سیاست پروان چڑھی تھی اس سے مولانا حسرت موہانی الگ الگ سے تھے۔ تشدد اور دہشت انگریزی کے معنی حسرت موہانی وہ نہ سمجھتے تھے جو عام طور پر سمجھے جاتے تھے۔ وہ کانگریس کے اجلاسوں میں شریک ہوتے تو دنیا سہم جاتی کہ کیا ہو گا کہاں بم پھٹے گا۔ کہاں آگ لگے گی۔

سنہ ۱۹۲۴ء میں جب آل انڈیا کانگریس کا اجلاس احمد آباد میں ہوا تو مولانا حسرت موہانی نے آزادی کامل کی تجویز پیش کی مولانا مسز اینی سینٹ کے ہوم رول سے سخت عاجز تھے درجہ نوآبادیات یا استعماری آزادی ڈومینین اسٹیٹس سے سخت بیزار تھے۔ اس لئے کامل آزادی اور برطانیہ سے انقطاع تعلق پر اصرار کرتے تھے چونکہ اس زمانے کے انتہا پسند لیڈروں کے دماغ بھی اس مسئلہ پر صاف نہ تھے۔ اس لئے آزادی کامل کی تجویز مولانا حسرت موہانی نے اجلاس احمد آباد میں پیش کی۔ اس کے بعد وہ کبھی کانگریس کی سیاست سے ہم آہنگ نہ ہو سکے۔ اور انہوں نے ہمیشہ یہی کہا کہ برطانوی سنگینوں کے سائے میں جو آزادی ملیگی وہ کس کام کی۔

انہیں کانگریس نے بری طرح نظر انداز کیا وہ اچھے انسان ادیب شاعر سچے محب وطن تھے مگر اچھے مقرر نہیں تھے اس لئے ان کا کوئی باقاعدہ گروہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہ بن سکا۔ اور وہ کانگریس سے دور ہوتے چلے گئے۔

مسز سروجنی نائیڈو کی زیر صدارت جب کانپور میں کانگریس کا سالانہ اجلاس ہوا اور پنڈت جواہر لال نہرو رضاکاروں کے کمانڈر انچیف نامزد کئے گئے۔ تو مولانا حسرت موہانی کو الزام دیا گیا کہ انہوں نے عوام کے ایک طبقہ کو کانگریس کے پنڈال پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ یہ الزام غلط تھا لیکن اتنی بات سچی تھی کہ ایک طرف کانگریس کا سالانہ اجلاس ہو رہا تھا۔ دوسرے خیمے میں دنیا بھر کے انقلاب پسند اور کمیونسٹ جمع تھے۔ جو مولانا حسرت موہانی کے ایک اشارے پر جان کی بازی لگا دینے کو تیار تھے۔

اتنے میں پنڈت موتی لال نہرو کی رپورٹ آئی جسے نہرو رپورٹ کہتے ہیں اس رپورٹ میں تجویز پیش کی گئی تھی کہ ہندوستان کو اڈومینین اسٹیٹس پر قناعت کر لینی چاہیئے۔ اس کے معنی یہ تھے کہ برطانیہ کے زیر سایہ آزادی قبول کر لینی چاہیئے یہ تجویز مولانا حسرت موہانی کیلئے مستقل سبب اشتعال تھی۔ چنانچہ نہرو رپورٹ کا جواب دینے کیلئے جو مسلم کانفرنس قائم ہوئی اس میں مولانا حسرت موہانی بھی بادل ناخواستہ شریک ہو گئے۔

بادل ناخواستہ ہم نے اس لئے کہا ہے کہ مسلم کانفرنس آگ اور پانی کا ایک سیلاب تھی۔ انگریز کے وفاداران ازلی اور دشمن انگریز کے باغی مولانا حسرت موہانی ایک جگہ نہیں رہ سکتے تھے۔ اختلافات شروع ہوئے اور جلد ہی مولانا حسرت موہانی کی رہنمائی میں ایک آزاد مسلم کانفرنس قائم ہوئی۔ اس کے بعد مسلم کانفرنس بھی ختم ہو گئی اور آزاد مسلم کانفرنس بھی ختم ہو گئی۔

او رکم و بیش آٹھ دس برس کے بعد نظریہ پاکستان آیا۔ ہفتہ وار نوید میں جو دریا گنج دہلی سے چھپتا تھا مولانا حسرت موہانی اور مسٹر جناح کا ایک مکالمہ شائع

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

میں چھپا تھا۔ مولانا حسرت موہانی اسلام پوری دنیا کو ایک قوم بنانا چاہتا ہے اس لئے میں دو قومی نظریہ کا مفہوم نہ سمجھ سکا۔

مسٹر جناح۔ آپ سمجھیں یا نہ سمجھیں یہ ایک طریق کار ہے۔

مولانا حسرت۔ میں ایک طریق کار کو صحیح مقاصد پر ترجیح نہیں دے سکتا۔

مسٹر جناح۔ مگر پھر بھی آپ کو میرا ساتھ دینا چاہیئے۔

مولانا حسرت۔ میں غور کروں گا۔

اور ۱۹۴۷ء میں جب پاکستان بنا تو مسلم لیگی لیڈروں کے فرار کے باوجود مولانا حسرت موہانی ہندوستان ہی میں رہے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ جس طرح پیرپور کمیٹی کی رپورٹ پیش کرنے کے باوجود راجہ صاحب پیرپور ۱۹۴۸ء میں مسٹر جناح سے الگ ہو گئے۔ اور صاف کہہ دیا کہ جو کچھ کرنا ہو ہندوستان ہی میں کرو۔ میں ملک کی تقسیم نہیں چاہتا۔ اسی طرح مولانا حسرت موہانی بھی دو قومی نظریہ اور نظریہ پاکستان سے اتفاق نہیں کرتے تھے۔ تقسیم ملک کے بعد وہ دستور ساز اسمبلی کے ممبر رہے دلی میں قیام کیا اور دستور ساز اسمبلی میں ۵ دسمبر ۱۹۴۸ء کو تقریر کرتے ہوئے کہا۔

میں آزاد ہندوستان کا والہانہ خیرمقدم کرتا ہوں جو خواب میں نے کبھی دیکھا تھا۔ اس کی تعبیر آج دیکھ رہا ہوں۔ آپ کا اشارہ برسر اقتدار پارٹی کی طرف تھا۔ مجھے غلط سمجھے میں آپ کو غلط نہیں سمجھا۔

مولانا حسرت موہانی اور مسٹر جناح کا ایک مکالمہ ان الفاظ میں چھپا تھا

مولانا حسرت موہانی کا ۱۹۵۱ء میں انتقال ہو گیا اور وہ ہمیشہ کیلئے خاموش ہو گیا۔ جسکی آواز آوازِ حق تھی جس نے آزاد ہندوستان کے محل کا سنگ بنیاد اور اسوقت رکھا جب سلطنت برطانیہ کے سایہ میں ہندوستان کی

www.KitaboSunnat.com

غلامی کو پروان چڑھانیکی تمنائیں کی جاتی تھیں۔

یہ کردار کا کوئی تضاد نہیں تھا کہ جن حسرت موہانی کو دنیا کمیونسٹ کہتی تھی وہ صوفی ہے اور مسلم کانفرنس اور مسلم لیگ میں شریک ہوتے۔ جب ماحول ناسازگار ہو جب کمیونسٹ نہ رہے بلکہ دکانیں چمکانے والا سوداگر بن جائے۔ جب آزادی کا نام لینے والے آزادی کی دیوی کے سچے پرستاروں کو غلط سمجھنے لگے تو کمیونزم کی مادہ پرستی کا ردعمل تصوف ہوتا ہے۔ کانگریس کا الٹ ردعمل مسلم لیگ بھی ہو سکتی ہے مولانا حسرت موہانی کو امید تھی کہ اگر کانگریس ان کی آزادی کامل کے تصور کی قدر شناس نہیں ہے تو شاید مسلم کانفرنس ہو۔ لیکن حق بات یہ ہے کہ انہیں کانگریس مسلم کانفرنس اور مسلم لیگ سب نے مایوس کیا اور جب ہندوستان کو واقعی آزادی ملی تو مولانا کیلئے دیر ہو چکی تھی۔ اور قدم بدلنا ممکن نہ تھا پھر بھی شکر کا مقام ہے کہ ان کی موت اس ہندوستان میں ہوئی جس کی آزادی کامل کا خواب انہوں نے گاندھی جی سے پہلے دیکھا تھا۔

خود انہوں نے اپنے متعلق فرمایا ہے کہ اک طرفہ طبیعت ہے۔ حسرت کی طبیعت بھی ہے مشق سخن جاری چکی کی مشقت بھی مولانا حسرت موہانی کا معمول زندگی یہ تھا کہ کپڑے پھٹے ہیں۔ جوتا پھٹا ہے۔ کانپور کے بازاروں میں سبزی اور گوشت خرید رہے ہیں۔ کسی نے دست سوال دراز کر دیا تو جیب میں جو کچھ ہوا دیدیا۔ اور پھر فاقہ ایک فاقہ دو پھر فاقہ تیسرا فاقہ اور فاقے پر فاقہ اردوئے معلی باستقلال نکال رہے ہیں تو خود ہی ایڈیٹر خود ہی چپراسی ہیں اخبارات کا تبادلہ کاندھے پر ہے اور ڈاک خانہ جا رہے ہیں کسی مزدور نے گھبرا کر پوچھا مولانا تو کہا میں بھی تو مزدور ہوں ایک بطل جلیل جو تعمیر آزادی کا پہلا معمار تھا جس نے مزدوروں کسانوں کا انقلاب بپا کرنیکی ٹھانی تھی۔ جس نے سیاست اور [illegible] اور انقلاب کا درس تھا جس سے کانگریس کو کانگریس بنانا چاہا تھا [illegible] آزادی خیال کی پرواز

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پنڈت جواہر لال نہرو اور مولانا ابوالکلام آزاد سے بھی اونچی تھی۔ جو کردار کے اعتبار سے گاندھی جی کا ہمسر تھا۔ جو تخیل کی بلندی کے اعتبار سے پنڈت موتی لال نہرو کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔ جو شاعری کے میدان کا امام تھا۔ اور رئیس المتغزلین کہلاتا تھا جس کی ڈگر مسٹر جناح کو منزلوں پیچھے چھوڑ چکی تھی۔ وہ مرا تو اس طرح مرا کہ آزاد ہندوستان نے بھول گیا۔ انقلاب پسندوں کو وہ کبھی یاد نہ آیا کمیونسٹوں نے اسے قابل اعتنا نہ سمجھا اور پاکستان

جب توقع ہی اٹھ گئی غالبؔ
کیا کسی کا گلہ کرے کوئی !!

دلی میں تلک مارگ بن سکتا ہے لیکن حسرت مارگ کی حسرت ایک حسرت نعمیرے اک تیر الیا سینہ مار اگر ہائے ہائے ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حیاتِ اجمل کے سیاسی نقوش

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد جب اپنوں کے غداری اور بیگانوں کے جبر و تشدد سے انگریز پورے ہندوستان پر اپنا تسلط جمانے میں کامیاب ہو گیا تو ایک طرف اسلامیانِ ہند کے سینوں میں وطن کا ایک نیا جذبہ ابھر اور دوسری طرف انگریز مسلمانوں کو سرزمین ہندوستان سے نیست و نابود کر دینے کی مکر و سازش کا تانا بانا تیار کر نیلگا اس کا بیمار دو دماغ بھانپ چکا تھا کہ جب تک مسلمانوں میں اسلام کی محبت اور جہاد جیسا ایثاری جذبہ موجود ہے ہندوستان سے اس کے تخت مغربانہ ملنے پر کسی وقت بھی مجبور کئے جانے کے امکانات ختم نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہی وہ دولت ہے جو مسلمانوں میں انتہائی بے سرو سامانی اور تہی دامنی کے باوجود بڑی سے بڑی طاغوتی طاقت سے ٹکرا جانے کی ہمت پیدا کر دیتی ہے۔ چنانچہ اسلام کے نام لیواؤں کو اقتصادی طور پر پامال کرنے کیلئے ان پر سرکاری ملازمتوں کے دروازے بند کر دیئے۔ تجارت کے میدان میں غیر مسلموں کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ مسلمانوں کی وحدتِ فکر اور وحدتِ عمل جو اسلام کی محبت اور جذبہ جہاد کا حاصل تھی کو انتشار و افتراق کا شکار کرنے کی سعی نامشکور کی جانے لگی۔ اسی کوشش نے آگے جا کر قادیانیت کا روپ دھار لیا کشاکش کے اس دور میں دہلی کا ایک طبیب خاندان انتہائی خاموشی سے خدمتِ خلق میں مصروف تھا۔ اسی خاندان میں حکیم اجمل خاں نے آنکھ کھولی ان کے والد محمود خان ان دنوں ریاست رامپور سے وابستہ تھے۔ حکیم محمد اجمل خاں نے اپنے والد اور اپنے بڑے بھائی حکیم عبدالمجید سے فن طب کا وہ عظیم ورثہ حاصل کیا جو کئی پشتوں سے چلتا ہوا ان کے سینوں میں محفوظ چلا آرہا تھا۔ عربی اور فارسی علوم کی دولت سے اپنا دامن بھر اور شعر و ادب کی وادیوں سے گزرتے شعور کی منزل پر آ پہونچے۔ یہ وہ دور تھا جب ہندوستان بھر کے مسلمان

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سیاسی اور غیر سیاسی انجمنوں کو نواب رامپور کی سرپرستی حاصل تھی۔
اور رامپور کا دربار جلیل القدر رہنماؤں سے ملاقات اور تبادلۂ خیالات کے مواقع میسر آتے رہے جس سے ملک کا سیاسی اور معیشی آپ کے قلب و جگر کو دعوت و دینے لگا اور یہیں پر حکیم صاحب کے سیاسی شعور کی پرورش ہوئی۔

۱۹۰۰ء کے بعد ملک سیاسی اعتبار سے ایسے موڑ پر آگیا کہ مسلمان بھی اپنی سالمیت اور اپنے حقوق کے تحفظ کیلئے ایک علیحدہ تنظیم کے امکانات پر غور و فکر کرنے لگے تھے۔

چنانچہ ۱۹۰۶ء میں نواب سلیم اللہ کی زیر صدارت ڈھاکہ میں مسلم رہنماؤں کا عظیم الشان اور تاریخی اجلاس ہوا جس میں مسلم لیگ کے قیام کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ صدارت کی طرف سے پیش کیا گیا۔ اور اس کی تائید کا اعزاز حکیم محمد اجمل خاں کے حصہ میں آیا۔ دراصل حکیم صاحب ۱۹۰۱ء سے ہی اس بات پر زور دے رہے تھے کہ مسلمانوں کو ایک علیحدہ پلیٹ فارم پر اپنی تنظیم کرنی چاہیئے۔ ۱۹۰۶ء کا اجلاس ان کے رسمی خواب کی تعبیر تھا۔

اب تک حکیم صاحب ان لوگوں کے ہمنوا تھے جو خلوص نیت سے یہ سمجھتے تھے کہ بدیسی آقاؤں سے لڑ بھڑ کر ہم ان سے کچھ حاصل نہیں کر سکتے بلکہ ان کی رفاقت میں کام کر کے ہی ان سے اپنے حقوق منوائے جا سکتے ہیں۔
لیکن جب ٹریپولی اور بلقان کی جنگوں کے ذریعہ مسلمانوں کو مغلوب کرنے کی کوشش کی گئی تو حکیم صاحب میں بھی ایک ذہنی انقلاب پیدا ہوا اور وہ جان گئے کہ انگریز مسلمانوں کا دوست نہیں ہو سکتا۔

اسی ذہنی انقلاب نے حکیم صاحب کو سوچ اور فکر کے زاویے بدل

www.KitaboSunnat.com

دیئے۔ پہلی جنگ عظیم میں جب ترکی میدان میں کود پڑا تو حکیم صاحب نے عملی طور پر انگریز سے ترک تعاون کا اعلان کر دیا۔ اور انگریز کے مسلم کش رویے کے خلاف احتجاج کے طور پر حاذق الملک کا خطاب واپس کر دیا۔ اور قیصر ہند کا تمغہ جو حکیم صاحب کی خدمات کے اعتراف میں انگریز نے انہیں عطا کر رکھے تھے۔ عطا کنندہ کو بہ   تو لوٹا دیا۔ حکیم صاحب کے اس جرأت مندانہ اقدام نے نئی راہیں پیدا کر دیں۔ وہاں عوام کے دلوں میں حکیم صاحب کی عزت و عظمت کو اور بھی بڑھا دیا۔ انہیں دنوں جمیعۃ العلماء کے ایک تاریخی اجلاس میں حکیم صاحب کی علمی و ملی خدمات کے اعتراف میں انہیں مسیح الملک اور رئیس العلماء کے خطابات سے نوازا گیا۔ مرتے دم تک قوم کا عطا کردہ یہ اعزاز حکیم صاحب کیلئے سرمایۂ افتخار رہا۔

اسی اثناء میں ریشمی رومال کی تحریک کا انکشاف ہوا۔ اس سازش میں جہاں حضرت مولانا عبید اللہ سندھی کو ماخوذ و ملوث کیا گیا ہے۔ وہاں حکیم صاحب بھی برطانوی سرکار کی مشکوک نگاہوں سے بچ نہ سکے۔ چنانچہ ایک عرصہ تک انگریز کے نہاں خانۂ دماغ میں یہ شک جاگزیں رہا کہ حکیم صاحب بھی اس سازش میں شریک کار ہیں۔ حکیم صاحب کی نقل و حرکت پر کڑی نگرانی رکھی جانے لگی۔ اور ان کی مذاق زائے بھی سنسر کی نذر ہونے لگی۔ لیکن بعد کے واقعات نے اس بےجا شکوک و شبہہ کو قطعی بے بنیاد ثابت کر دیا۔

جنگ کے دوران حکیم صاحب نے ہندو مسلم اتحاد کو اپنا عزیز ترین نصب العین بنا لیا۔ اور اس کے حصول کیلئے سرگرم کار رہنے لگے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ہندوستان کا ہر عظیم رہنما حکیم صاحب کے مکان کو ہی شرف نیاز سمجھتا تھا۔ اور یہیں اکثر تحریکوں کے سلسلے میں مشورے ہوا کرتے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیکن ہندو مسلم اتحاد سے حکیم صاحب کی یہ مراد ہرگز نہ تھی کہ مسلمانوں کو یہ حیثیت ختم کر کے ہندو اکثریت میں مدغم کر دیا جائے۔ یا ان سے یکسر دستبرداری اختیار کر لی جائے۔ چنانچہ ۱۹۳۷ء میں جب مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان کشمکش پیدا ہوا تو حکیم صاحب ہی تھے جنہوں نے اس بات پر زور دیا کہ پنجاب اور بنگال میں مسلم اکثریت کو برقرار رکھتے ہوئے باقی صوبوں میں مسلمانوں کیلئے مخصوص ہو جانی چاہیئں۔

اگرچہ حکیم صاحب کی سیاسی مصروفیات دن بدن بڑھ رہی تھیں لیکن مخاطب کے ساتھ ان کے بے پناہ عشق اور والہانہ شیفتگی نے اس فن عزیز کو نظر انداز نہ ہونے دیا۔ ان کے دل میں ایک عرصہ سے یہ آرزو مچل رہی تھی کہ طب یونانی کو جدید سائنسی تقاضوں کے مطابق ڈھال دیا جائے۔ اور اس کی تعلیم کو جدید سائنسی طریقوں سے ہم آہنگ کرنے کیلئے طبی قائم کیا جائے۔ ان کا یہ خواب ۱۹۱۶ء میں شرمندہ تعبیر ہوا۔ جب اسوقت کے وائسرائے لارڈ ہارڈنگ نے ایشیا کے سب سے بڑے آیورویدک و یونانی طبی کالج کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس کالج کو کامیابی سے چلانے کیلئے سرمایہ کی ضرورت تھی۔ اس ضرورت کی تکمیل کیلئے دہلی میں ہی انہوں نے ہندوستانی دواخانہ کے نام سے ایک عظیم مطب کھولا۔ جس کی کل آمدنی طبی کالج کے مصارف پورے کرتی تھی۔

اسی طرح حکیم صاحب نے محسوس کیا کہ سرکاری اور غیر سرکاری اداروں میں مسلمانوں کو اعلیٰ تعلیم کے مواقع سے محروم رکھا جا رہا ہے۔

اور جو چند مسلم طلبہ حصول علم کے لئے جاتے ہیں انہیں تحقیر و تذلیل کا ہدف بنایا جاتا ہے۔ اور جس قسم کی تعلیم ان اداروں میں دی جا رہی ہے وہ اسلامی تعلیمات سے صریح بغاوت کے جراثیم پیدا کر رہی ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دوسری طرف وہ سر سید احمد خاں اور سر سید کی طرح یہ جانتے تھے کہ جب تک مسلمان اعلیٰ تعلیم حاصل نہیں کرتے ان کے لئے سیاسی طور پر ابھرنا اور حکومت کے کاروبار میں حصہ لینا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔ ان کے اس احساس نے جامعہ ملیہ کو جنم دیا جس کی فلاح و بہبود اور بقا و استحکام کے لئے شب و روز کام کرنے لگے۔

یہ حکیم صاحب ہی کی جاں توڑ اور بے غرض مساعی کا نتیجہ تھا کہ جامعہ ملیہ اپنے مقاصد اور اپنے طریق تعلیم کے اعتبار سے ملک کا ایک باوقار ادارہ بن گیا۔ اس ادارے نے آزادی کا شعور بیدار کرنے میں اور مسلمانوں کے لئے باعزت مقام حاصل کرنے کے سلسلہ میں بے حد کام کیا۔ اور ایک ایسا ذہن پیدا کیا جو بالآخر انگریز کے ہندوستان چھوڑنے کا موجب بنا۔

۱۹۱۷-۱۸ء میں جب ملک کے تمام جلیل القدر مسلمان رہنماؤں کو انگریز دشمنی اور آزادی کے خواب دیکھنے کے سلسلے میں گرفتار کر لیا گیا اور ہندوستان بھر کے مسلمانوں میں بے چینی اور اضطراب کی ایک لہر دوڑ گئی اور نظر بند رہنماؤں کی رہائی کے مطالبے نے ایک تحریک کی شکل اختیار کر لی تو اس تحریک کو منظم طریق پر چلانے کیلئے انجمن نظر بندان اسلام قائم کی گئی۔ جس کی شاخیں تمام صوبوں میں پھیل گئیں۔ اس انجمن کے خازن بھی حکیم صاحب ہی بنائے گئے۔ جنہوں نے اس تحریک کو کامیابی کی منزل تک لیجانے کے لئے اپنے ذاتی اثاثہ کی قربانی تک سے بھی دریغ نہ کیا۔

اس کے بعد حالات نے برق رفتاری اختیار کر لی۔ اور حالات کی کوکھ سے رولٹ ایکٹ اور خلافت کے ہنگاموں نے جنم لیا۔

اس کے ساتھ عدم تعاون کی تحریک منظم طور پر شروع ہو گئی ہر محاذ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حکیم صاحب کی مخالفانہ مساعی اور بے غرض قیادت نے قوم پرستوں کو ایک نئی قوت اور ایک نیا جذبہ عطا کیا ۔

۱۹۲۱ء میں آپ خلافت کمیٹی کے صدر منتخب ہوئے۔ اور اس ذمہ دارانہ حیثیت میں اپنی روشن دماغی اور روشن ضمیری سے اسلامیان ہند کی رہنمائی کرتے رہے اسی سال احمد آباد میں کانگریس کا سالانہ اجلاس ہوا جس کی صدارت مسٹر سی آر داس کو کرنا تھی لیکن برطانوی حکومت نے انہیں عین موقعہ پر گرفتار کر لیا۔ اور وہ اس اجلاس میں شریک نہ ہو سکے۔ سی آر داس کی غیر حاضری میں ان کی جانشینی کا مسئلہ بڑا ٹیڑھا ہو گیا ۔

بالآخر اس آڑے وقت میں بھی حکیم صاحب کی ذات گرامی کام آئی۔ آپ نے اس اجلاس کی صدارت کی اور کانگریس کی تاریخ میں پہلی بار اردو میں خطبہ صدارت پڑھا۔

اور اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اردو کانفرنس بھی کر ڈالی ۔

۱۹۲۲ء میں گاندھی جی نے تمام رہنماؤں کی شدید مخالفت کے باوجود انجانی وجوہات کی بناء پر عدم تعاون کی تحریک ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔ اور اس کے فوراً بعد مسلمانوں کو پامال کرنے اور اسلام کو ہندوستان سے ختم کرنے کیلئے شدھی اور سنگٹھن کی تحریکیں پھوٹ پڑیں۔ جس کے نتیجہ میں دوسرے مسلمان رہنماؤں کی طرح حکیم محمد اجمل خاں کو بھی ہندوستان کے ہاتھوں ذلیل کا نشانہ بننا پڑا ۔

اس سے حکیم صاحب کے اعتماد کو سخت دھچکا لگا ۔ بعد کے واقعات نے ان کی آرزوؤں اور توقعات کو اور بھی صدمہ پہنچایا۔ جب کہ ۱۹۲۴ء میں ہندو مسلم فسادات کا لاوا پھوٹ نکلا ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

اور کانگریس کے معاندانہ اور مسلم آزار رویے نے حکیم صاحب کو بالکل بددل کر دیا۔ اور وہ ملکی سیاسیات سے کنارہ کش ہو گئے۔ شب و روز کام نے ان کی صحت کو دیکھتے ہی تباہ کر کے رکھ دیا۔

۱۹۲۵ء میں یورپ اور مسلم ممالک کے دورے پر روانہ ہو گئے۔

بالآخر ۲۹ جنوری ۱۹۲۸ء کو رامپور میں اس عظیم رہنما کی زندگی کا آفتاب غروب ہو گیا۔ یہ اس عظیم انسان کی داستان حیات کا ایک ورق جس کی زندگی سدا بہار اور خوش رنگ پھولوں کا ایک گلدستہ تھی۔ جس کی مہک آج بھی دلوں کو معطر اور دماغوں کو معنبر کر رہی ہے۔

وہ اپنے وقت کے سب سے بڑے طبیب، ایک عظیم سیاسی رہنما، ایک خوش فکر شاعر اور ایک صاحب طرز ادیب تھے۔

حضرات اسی قسم کے لوگ تھے جن کے کارناموں سے ہماری ملی تاریخ عبارت ہے۔

انہی لوگوں نے ہمارے غلام ذہنوں کو آزادی کا شعور بخشا۔ برطانوی طرز کے پیروں تلے روندے ہوئے انسانوں کو وہ قوت عطا کی کہ وہ فرنگی آقاؤں کے گریبانوں سے کھیلنے پر تیار ہو گئے۔

یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے وقت کی طنابیں کھینچ کر اس کا رخ بدل دیا حالات کے دھارے موڑ دیئے تاریخ کو اپنی رفتار بدلنے پر مجبور کر دیا۔ حکیم اجمل خاں سے لیکر قائد اعظم کے دور تک کی داستان اسی قسم کے ایثار پیشہ اور پیکر خلوص رہنماؤں کے تابندہ کارناموں سے جگمگا رہی ہے۔

ان عظیم انسانوں کی یاد ہمارا قیمتی سرمایہ ہے۔ اور ان کی یاد منانا ہمارے ملی فرض ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان عظیم لوگوں کو وقت کی گرد میں گم نہ ہونے دیں

www.KitaboSunnat.com
"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے یہاں کوئی ایسا ادارہ یا ایسی انجمن موجود
جو ملت کے ان درخشاں ستاروں کی یاد منائے جس کا نتیجہ یہ ہے۔
کہ ہم رفتہ رفتہ ان لوگوں کو بھولتے جا رہے ہیں جنہوں نے اپنی بےلوث
قربانیوں سے ہماری تاریخ مرتب کی۔

۲۵ دسمبر نے وقت کا سب سے بڑا انسان پیدا کیا جس کی چٹانی عزم نے ایک
شاعر کے خواب کو دنیا کے نقشے پر سب سے بڑی اسلامی سلطنت کی صورت میں
تعبیر بخشی لیکن وہ دن سیالکوٹ کے گلی کوچوں سے یہ جس حسرت و یاس سے گزر
گیا وہ افسوسناک ہی نہیں المناک بھی ہے۔ صرف ڈائنرز کلب کے اراکین کو ہی
یہ سعادت نصیب ہو سکی کہ انہوں نے قائد اعظم کی یاد میں ایک مشاعرہ کا اہتمام
کر دیا قومیں اپنے اسلاف کو فراموش کر دیتی ہیں لیکن وقت انہیں کبھی معاف
نہیں کرتا۔

میں یہ تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں کہ ملک و ملت کے مایہ ناز فرزندوں
کی یاد میں منانے کیلئے ایسی انجمن معرض وجود میں لائی جائے جو سیاسیات سے
الگ تھلگ رہ کر اپنے دینی اور سیاسی رہنماؤں کو خراج عقیدت پیش کرے اور
ان کے سیرت و کردار کی روشنی کو عام کرنے کا اہتمام کیا کرے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان کا جاں نثار سپوت

مولانا مظہر الحق مرحوم

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مولانا مظہر الحق مرحوم ایک ممتاز فیشلسٹ ایک عظیم محب وطن، جنگ آزادی کے جانثار سپاہی اور ہندو مسلم اتحاد کے علمبردار تھے، وہ ان کا توانا شعور اور زندہ ضمیر تھا۔ جب انہوں نے یہ محسوس کر لیا۔ کہ جن قدروں کیلئے وہ زمانے سے برسرپیکار رہے تھے۔ سیاسی مفاد کی خاطر پامال اور مسخ کیا جا رہا تھا۔ اعلانیہ سیاسی اور عوامی زندگی سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ کیا ہندوستانیوں میں کوئی ایسی مثال پیش کر سکتا ہے۔ کہ کسی نے محض اسی بنا پر انڈین نیشنل کانگریس کی صدارت کو ٹھکرا دیا۔ کہ جن پالیسیوں پر وہ کاربند تھی۔ ان میں سے کچھ نظر ثانی کی محتاج رہی ہوں۔ پٹنہ کا مشہور و معروف تاریخی صداقت آشرم انہیں کا قائم کیا ہوا ہے۔ وہ انڈین نیشنل کانگریس کی بانیوں میں سے تھے۔

مگر آج اس عظیم شخصیت کو اس کی وطنی ریاست (بہار) سے باہر شاید ہی کوئی جانتا ہوگا۔ مگر ان کے سیاسی معاصرین کے دلوں پر ان کی خدمات اور قربانیوں کی یادیں نقش ہیں۔ جنہوں نے اپنی تصنیفات میں بڑے ادب و احترام سے ان کا ذکر کیا۔

مولانا مظہر الحق مرحوم پٹنہ کے ایک نواحی گاؤں بہپورہ میں ایک متوسط زمیندار گھرانے میں ۲۲ دسمبر ۱۸۶۶ء میں پیدا ہوئے۔ وہ بچپن ہی سے غیر معمولی طور پر تیز اور ذہین تھے۔ ابتدائی تعلیم گاؤں میں ہوئی۔ ۱۸۸۲ء میں پٹنہ کالجیٹ اسکول سے میٹرک پاس کیا۔ اور لکھنؤ کے کیننگ اسکول میں داخلہ لیا۔ پھر قانون کی تعلیم کے لئے انگلینڈ گئے۔ جولائی ۱۸۹۱ء میں وہ کلکتہ ہائی کورٹ کے وکالت خانہ میں شامل ہو گئے۔ پھر پٹنہ میں پریکٹس شروع کی۔ مگر بعد ازاں اتر پردیش میں منصف بن کر چلے گئے۔ ۱۸۹۶ء میں منصفی سے مستعفی ہو کر چھپرہ (بہار) میں پریکٹس کرنے لگے۔ ۱۹۰۶ء میں پٹنہ چلے گئے۔ جہاں ایک ممتاز بیرسٹر کی حیثیت سے ان کی بڑی شہرت ہوئی۔ ۲۱-۱۹۲۰ء کی تحریک عدم تعاون میں حکومت سے منحرف ہو کر پریکٹس ترک کر دی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ضلع سارن (بہار) کے ایک گاؤں فرید پور میں ۲ جنوری ۱۹۳۰ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اس گاؤں میں انہوں نے "آشیانہ" کے نام سے ایک بنگلہ بھی تعمیر کیا تھا جو آج بھی موجود ہے۔ وہ وہیں دفن ہوئے۔ ان کے پسماندگان میں اہلیہ اور ایک لڑکے حسین مظہر موجود ہیں۔ مولانا مرحوم کی کچھ تصنیفات بھی ہیں۔ مولانا مظہر الحق مرحوم گاندھی جی اور مولانا ابوالکلام آزاد کی سطح کے لیڈر تھے۔ ان کی زندگی اور خدمات پر شری شیوا جی راؤ نے انگریزی میں ایک کتاب "وی میسج آف آشیانہ" کے نام سے لکھی ہے (The Message of Ashiana) جس کا اردو اور ہندی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

مہاتما گاندھی نے ان کی وفات پر اپنے تعزیتی پیغام میں لکھا تھا۔ کہ مظہر الحق ایک عظیم محب وطن ایک صالح مسلمان اور فلسفی تھے۔ عدم تعاون کی تحریک شروع ہونے تک ان کی زندگی جاگیردارانہ ٹھاٹ باٹ کی تھی۔ مگر اس کے بعد وہ بالکل صوفی منش ہو گئے۔ وہ کسی نمائش کے جذبے کے بغیر گوشہ گیر ہو گئے۔ اور قوم و وطن کی خدمت میں پورے خلوص کے ساتھ منہمک رہنے لگے۔ وہ اپنی تقریر اور عمل دونوں میں بیحد طور پر نڈر اور بے باک تھے۔ ان کی کمی ہمیشہ محسوس کی جائیگی۔ اور ملک کی تاریخ کے اس نازک موڑ پر ان کی کمی اور بھی شدت سے محسوس کی جائیگی۔

پیغامات

یوں تو ایسی شخصیت ہر زمانہ میں نایاب رہے گی مگر ملک کی تاریخ کے موجودہ دور میں تو ایسی ہستی کہیں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملیگی —

— مہاتما گاندھی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

ہر لوگوں کی عظیم ترین تحریک عدم تعاون میں مولانا مظہر الحق نے نمایاں حصہ لیا۔ وہ اس تحریک کے بہت ہی معروف رہنما تھے۔ ہمارا فرض ہے کہ ان کی یاد منائیں اور ان کو خراج عقیدت پیش کریں۔

جواہر لال نہرو۔

میں یہ معلوم کرکے بے حد مسرور ہوں کہ مشہور ممتاز محب وطن مظہر الحق مرحوم کی مستقل یادگار کیلئے مظہر الحق میموریل بورڈ قائم کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر راجندر پرشاد

مظہر الحق مرحوم ایک عظیم المرتبت نیشنلسٹ اور سوشل ریفارمر تھے

صدر جمہوریہ ڈاکٹر رادھا کرشنن

وہ (مولانا مظہر الحق مرحوم) ایک عظیم المرتبت قوم پرست تھے۔ انہوں نے ۲۱ ستمبر ۱۹۲۰ء میں اپنا نام پیدا کیا تھا۔

وزیر اعظم لال بہادر شاستری

حق کا مظہر۔ ہم آج آزاد ہیں۔ ہندوستان آزادی کی شاہراہ پر گامزن ہے لیکن آزاد ہونے سے پہلے اس سفر کے شروع ہونے سے پہلے رخت سفر تیار کرنے میں کتنے انمول دلوں کی دھڑکنیں، کتنی شعلہ فگن آرزوؤں کی کاوشیں۔ کتنے شہیدوں کے خون کی تڑپتی لالی کتنے خیالوں کی قوس و قزح اور کتنی مجسم جذبات باغ باغی و کف گل فروش شخصیتوں کے حسن و دلکشی، رنگینی و خوشبو، کشش و لطافت سے بوجھل بوجھل قربانیوں، خود فراموشیوں اور خود سپردگی کی بے ساختگی تازگی اور گرمی شامل تھی۔ شاید اس کی صحیح تعداد وقت کا محتسب اور زمانہ کا مورخ نہ گن سکے۔ لیکن جب کبھی یاد میں زندہ نقوش کے چراغ جلائے ہمارے عزم کے سامنے سے گذریں گی تو ہندوستان کے ایک سچے وطن پرست جاں نثار سپوت اور جانباز مجاہد کے قدموں

www.KitaboSunnat.com

میں محبت اور عقیدت سے جھک جائیں گی۔

وہ انسان دل و دماغ کے تمام نیک اور اعلیٰ جذبات اور شگفتہ و پاکیزہ کیفیتوں کا "مظہر تھا"

اور یہ حق کی بات تھی۔ کرپالانی نے بھرپور سچائی کے ساتھ یہ کہا۔ "وہ ان میں سے تھے، جن پر میں ہر ضرورت کے وقت کامل اعتماد کر سکتا تھا۔ ایسی شخصیت ہر دور میں نایاب رہے گی۔"

جنگ آزادی کا یہ سپاہی، سپاہی جس شعوری حق اور سیاسی دیانتداری کا مظہر تھا۔ وہ ہماری تاریخ کے کسی سپوت کا خاصہ نہیں رہا۔ جس مقصد اور منزل کے لئے انہوں نے ایک بھرپور کامیاب دنیاوی زندگی کا چھوڑ کر سیاسی سنیاس لیا جب وہی سیاسی مفاد عامہ پہ قربان جانے لگیں۔ تو انہوں نے نہ صرف "صداقت آشرم" کی پناہ میں کنارہ کشی اختیار کر لی۔ بلکہ کانگریس کی صدارت کو بھی قبول نہ کیا۔

بہار کے خنک ضمیر سے بنے مظہر الحق نے سیاست کو وہ صداقت و شرافت دی کہ زمانہ کو کہنا پڑا۔ سیاست شرافت کی رزمگاہ ہے۔ "مولانا مظہر الحق مرحوم" جنگ آزادی کی باتیں پرانی ہو جائیں۔ لیکن مولانا کی عظمت حکمت اور شرافت کی باتیں ہمیشہ ایک زندہ سبق رہے گی۔

مظہر حق۔ کتنا زندہ نام تھا۔ اور آج بھی یہ مسئلہ غور و فکر کا موضوع ہے۔ کہ وہ مسٹر تھے یا مولانا۔ اور ہم صرف یہ سمجھتے ہیں کہ وہ "مظہر حق" تھے۔ اور "صداقت آشرم" کو جنم دینے والے تھے۔ جس نے راجن۔ الاگرہ اوبھانے کون کون اور کتنے مجاہد پیدا کئے

ختم شد

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رئیس الاحرار مولانا محمد علیؒ !

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد علی کی زندگی کے ایک گوشے کو ہم نے بیان کیا ہے۔ مولانا محمد علی تو بڑی جامع صفات شخصیت تھے۔ وہ ایک بلند پایہ صحافی شعلہ بیاں مقرر ماد ونگار ادیب نغز گوشاعر اور سب سے بڑھ کر ملک کی تحریک آزادی کے سب سے بڑے رہنما تھے۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہے۔ کہ انہوں نے ملک کی آزادی کی قیادت کی۔ اور برطانوی سامراج کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیا۔ محمد علی اسلام کے پرستار تھے۔ اور اس بنا پر ملک کی آزادی کے علمبردار تھے۔ مولانا پر یہ حقیقت بھی آشکار ہو گئی کہ مشرق وسطی کے اسلامی ممالک کی آزادی کیلئے ضروری ہے کہ ہندوستان آزاد ہو۔ مولانا کی یہ رائے کسقدر صائب تھی۔ اس کا اندازہ موجودہ واقعات سے ہوتا ہے۔ کہ برصغیر پاک وہند ۱۹۴۷ء میں آزاد ہوا اور چند ہی برسوں میں انگریز کو مجبوراً اسلامی ممالک سے دست کش ہونا پڑا۔

۱۹۱۹ء میں جیل سے رہا ہونے کے بعد مولانا محمد علی نے ملک کی تحریک آزادی کا پروگرام مرتب کیا۔ ۱۹۱۹ء میں برطانوی سامراج اپنے انتہائی عروج پر تھا۔ جرمنی کو شکست دینے کے بعد انگریزوں کی سطوت وشوکت میں بے حد اضافہ ہو چکا تھا۔ اور بلاشبہ انگریز اس دور میں دنیا کی سب سے بڑی طاقت تھی۔ ہندوستان کی فضا آزادی کیلئے سازگار نہ تھی۔ یہ تسلیم ہے کہ تعلیم یافتہ طبقہ میں تحریک آزادی کا کسقدر چرچہ تھا۔ مگر ملک کی عام آبادی تحریک آزادی سے بیگانہ تھی انگریزوں نے ہندوستان پر قبضہ کرنے کے بعد بے حد ظلم وتشدد اور وحشیانہ بربریت کا مظاہرہ کیا تھا۔ اور ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ آزادی کے بعد لوگوں میں آزادی کی آرزو افسردہ ہو کر رہ گئی تھی۔

سرکار برطانیہ کی برکات عوام وخواص کی زبان پر تھیں بیشتر مذہبی پیشوا انگریزی سرکار کے ہمنوا تھے۔ اور انگریزوں کے سائے تلے ریاستی حکمران

www.KitaboSunnat.com

اور جاگیردار عوام کو کچل رہے تھے ملک بھر میں پولیس راج تھا۔ ملک کو غلامی سے نجات دلانے کیلئے قومی پیمانے پر تحریک آزادی کو منظم کرنے کی ضرورت تھی تاکہ برطانیہ جیسی جابر قوت کو شکست دیجائے۔ اس عظیم مقصد کیلئے عوام میں جذبہ حریت وآزادی پیدا کرنے کی ضرورت تھی کہ وہ وطن کی آزادی کیلئے اخلاص وایثار سے کام لیں۔ اور سامراجی قوتوں کے خلاف برسر پیکار رہیں۔ ہندوستان جیسے وسیع ملک میں جو مختلف اقوام اور صوبوں میں بٹا ہوا تھا یہ جذبہ پیدا کرنا بہت ہی مشکل اور منزل ہفت خواں سر کرنے کے مترادف تھا۔ ملک کے اکثر وبیشتر سیاسی کارکن اعتدال پسند تھے۔ ان نازک حالات میں مولانا محمد علی نے ملک میں تحریک آزادی منظم کرنیکا فیصلہ کیا۔

ہندوستانی عوام نہتے اور بے دست و پا تھے۔ اس بنا پر مسلح بغاوت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا ان حالات کے پیش نظر برطانیہ حکومت کا مقابلہ کرنے کیلئے یہی راستہ تھا کہ حکومت سے عدم تعاون کیا جائے۔ سرکاری ملازم اپنی ملازمت ترک کر دیں طالب علم سرکاری درسگاہوں کو خیرباد کہیں۔ سرکاری عدالتوں کا بھی بائیکاٹ کیا جائے وکیل اپنی پریکٹس چھوڑ دیں نیز عوام سول نافرمانی کریں ان انقلاب آفریں تجاویز کو عملی جامہ پہنانا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ پہلی منزل تو ملکی سیاسی جماعتوں سے ان پروگرام کی منظوری تھی چنانچہ مولانا محمد علی اور گاندھی جی نے خلافت اور کانگرس سے ترک موالات کا پروگرام منظور کرایا دسمبر ۱۹۲۰ء میں ناگپور میں یہ فیصلہ کیا گیا اور مولانا محمد علی نے ملک بھر میں تحریک کا آغاز کیا۔ چند ہی دنوں میں ترک موالات کی تحریک ملک کے گوشے گوشے میں پھیل گئی۔

محمد علی کی ولولہ انگیز تقریروں نے ملک بھر میں ایک آگ لگا دی۔ ہزاروں لوگوں نے سرکاری ملازمتیں ترک کر دیں۔ لاکھوں رضا کار جیل جانے کیلئے آمادہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہو گئے ۔ لاکھوں عوام رزق آزادی سے اسقدر سرشار تھے کہ وہ لاٹھیوں اور گولیوں کی پروا نہ کرتے تھے ۔ نوجوان آزادی کی راہ میں اپنی جان کی بازی لگانے سے بھی دریغ نہ کرتے تھے ۔ اگر فوج یا پولیس کی گولیوں سے ایک مجاہد آزادی شہید ہوتا تھا تو بیسیوں اس کی جگہ لینے کیلئے تیار تھے ۔ ہزاروں طالب علموں نے اپنی تعلیم کو خیرباد کہہ کر تحریک آزادی میں شرکت کی لوگ بدیشی کپڑوں کو ڈھیروں کی صورت میں جمع کرتے اور ان کو آگ لگا دیتے ۔ جب مقررہ جلسوں میں تحریک آزادی کیلئے چندہ مانگتے تو عورتیں اپنے زیور تک اتار کر دیدیتیں ۔ غرضکہ تحریک آزادی ملک میں بڑے بھرپور طور پر جاری ہو گئی ۔ برطانوی حکمرانوں کا خوف، عوام کے دلوں سے نکل گیا ۔ بلکہ جو شخص برطانوی حکومت کے ہمنوا تھے انہیں شدید نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا ۔

اور یہ حالت یہاں تک ہوئی کہ حکومت کے ہمنوا حضرات کو عوام اپنے قبرستانوں میں مردے بھی دفن نہ کرنے دیتے تھے ۔

اس فضا پیدا کرنے میں سب سے زیادہ مولانا محمد علی کا حصہ تھا ۔ جنہوں نے خود اپنے ذاتی ایثار سے عوام کی رہنمائی کی ۔ اس اعتبار سے محمد علی تحریک آزادی کے سب سے بڑے ہیرو کی حیثیت رکھتے تھے ۔ تحریک آزادی ملک بھر میں بڑے زور شور سے جاری تھی کہ ۱۹۲۱ء میں مولانا محمد علی گرفتار کر لئے گئے اور ان پر کراچی میں مقدمہ چلایا گیا ۔ اس مقدمہ میں مولانا محمد علی کے بیانات تاریخی حیثیت رکھتے ہیں ۔ انہوں نے اپنے موقف کی بڑی جرأت و ہمت سے تشریح کی ۔ اور بعد شوق اس جرم کو قبول کیا کہ وہ ہندوستان سے برطانوی راج کا خاتمہ چاہتے ہیں ۔ مولانا محمد علی اور ان کے رفقاء کو دو دو سال قید کی سزا دی گئی ۔ محمد علی کے قید ہونے سے تحریک آزادی میں نئے جوش و خروش کا آغاز ہوا ۔ محمد علی کی والدہ بی اماں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور بیگم محمد علی نے ملک بھر میں دورے کئے۔ غرضکہ محمد علی کی قید بھی تحریک آزادی میں اضافہ کا موجب تھا۔ انگریز حکومت متزلزل ہو چکی تھی۔ سارا ملک آزادی کے نعروں سے گونج رہا تھا عجب اخلاق و ایثار کی فضا تھی چشم فلک نے ایسا نظارہ کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ ملک بھر میں بیداری پیدا ہو رہی تھی۔ عوام کی قیادت نہایت مخلص اور قابل رہنماؤں کے ہاتھ جو عصبیت سے بالاتر تھے۔ ملک آزادی کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انگریزوں کی حکومت چند دنوں کی مہمان ہے۔ مگر اس دور میں بعض عصبیت پسند منبد و تحریک آزادی کی اس روش سے پریشان تھے۔ جن میں پنڈت مدن موہن مالویہ پیش پیش تھے۔ مالوی جی نے ہی تو گاندھی کو بنارس یونیورسٹی کا رخ نہ کرنے دیا اور طرح طرح کے سوالات کی مخالفت کی مگر اس کے باوجود گاندھی جی مالویہ سے متاثر نہ تھے۔ مالویہ اس بات سے خائف تھا کہ ملک کی تحریک آزادی میں مسلمان فعال عنصر کی حیثیت رکھتے ہیں نیز تحریک آزادی میں انقلابی عناصر کا غلبہ ہے۔ اگر اس مرحلہ پر ملک آزاد ہو گیا تو اقتدار پر جوش نوجوانوں کے ہاتھ ہوگا جو کہ ذہنی تعصب سے بلند ہوں گے۔ اور اسطرح پنڈت مالویہ کے رام راج کے منصوبے آشنائے تعبیر نہ ہوں گے۔

پنڈت مالویہ نے ہندوؤں کو اس بات سے خوفزدہ کیا کہ انگریزوں کے چلے جانے کی صورت میں افغانستان ہندی مسلمانوں کی اعانت سے ہندوستان پر قبضہ کر لیگا۔ چنانچہ پنڈت مالوی نے گاندھی جی اور وائسرائے کے درمیان نامہ و پیام شروع کیا۔ اور گاندھی جی پر اثر ڈالتے رہے کہ وہ تحریک کو ختم کر دیں۔ انہی دنوں میں چوراچوری کے مقام پر پولیس کے ظلم و تشدد سے تنگ آکر عوام نے تھانے کو چند سپاہیوں سمیت جلا دیا۔

پنڈت مالوی موقعہ کی تلاش میں تھے۔ چنانچہ انہوں نے گاندھی جی کو

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آمادہ کر لیا کہ ترک موالات کی تحریک ختم کر دی جائے۔

گاندھی جی نے صدر کانگریس حکیم اجمل خاں سے بھی مشورہ نہ کیا صوبوں اور اضلاع کی کانگریس کمیٹیوں نے گاندھی جی پر بہت زور دیا۔ تحریک ترک موالات کے استوار سے ملک کی تحریک آزادی پر برا اثر پڑیگا۔ مہاسبھا نے پنڈت مالویہ کی تحریک پر اس کو ختم کرنیکا اعلان کر دیا جس پر علامہ اقبال مرحوم نے فرمایا۔

کر چکے حضرت بہت کچھ کام کی
دیکھیے ہوتے ہیں کب سر مالوی

تحریک ترک موالات کے ختم ہونے کے بعد ہندوؤں کی جانب سے شدھی اور سنگھٹن کی تحریکیں شروع کی گئیں اور اسطرح ملک کی سیاسی فضا میں انتشار پیدا ہو گیا۔

گاندھی جی اور دوسرے رہنما خاموش ہو گئے مگر مولانا محمد علی نے رہا ہونے کے بعد اس دور میں بھی سچی بات کہنے میں تامل نہ کیا ۱۹۲۷ء میں راجپال کی رسوائے عام کتاب پر مسلمانوں میں بڑا جوش و خروش پیدا ہو گیا جسٹس دلیپ سنگھ جج پنجاب ہائی کورٹ نے راجپال کو رہا کر دیا جسٹس دلیپ سنگھ کے فیصلہ کے خلاف مسلمانوں میں نفرت و حقارت کے جذبات نمایاں ہو چکے تھے۔ انہوں نے جلسے منعقد کئے جلوس نکالے گرفتار ہوئے مولانا محمد علی نے اس نازک مرحلہ پر عوامی رائے سے اختلاف کیا مولانا محمد علی کی رائے تھی کہ جج کے خلاف ہنگامہ آرائی سود مند نہیں بلکہ کوشش یہ کرنی چاہیئے کہ ایک ایسا قانون بنوایا جائے جس میں پیشوایان مذہب کی توہین کو جرم قرار دیا جائے۔ گاندھی جی اور اجمل خاں کی بھی یہی رائے تھی مگر مسلمان لاہور اپنے جوش و خروش میں اس رائے کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں تھے اور چاہتے تھے کہ جج کو برخاست کیا جائے۔ اس حالت میں مولانا محمد علی لاہور تشریف لائے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پہلے تو ٹیلیفون پر ان کو اطلاع دی گئی۔ کہ لاہور کے مسلمان آپ کی رائے کے خلاف ہیں اس لئے بہتر ہوگا کہ اس دفعہ یہ تشریف نہ لائیں انہوں نے کہا اس صورت میں تو میں ضرور آؤنگا کیونکہ میں مخالف سے نہیں گھبراتا۔ اور چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کا ابھی تشتّت ختم ہو۔ چنانچہ وہ لاہور تشریف لائے لاہور میں ان کے بڑے حامی میاں فیروز الدین احمد نے مجھے کہا کہ آپ مولانا کے ساتھ رہیں اور کوشش کریں کہ مولانا کی مخالفت نہ ہو۔ نیز مسلمانوں میں اتحاد کی فضا پیدا کی جائے۔ چنانچہ میں مولانا کے ساتھ رہا لاہور کے مسلمانوں کے رہنما مولانا ظفر علی خاں تھے اس لئے یہ کوشش ہوئی کہ مولانا محمد علی اور مولانا ظفر علی خاں میں اتحاد و اشتراک ہو۔

میں اس سے پہلے مولانا ظفر علی خاں اور سید حبیب مرحوم ایڈیٹر سیاست کے اختلافات دور کرنیکی سعی میں بھی شریک ہو چکا تھا۔ مگر مولانا محمد علی اور مولانا ظفر علی خاں کی مصالحت کا معاملہ زیادہ پیچیدہ تھا۔

کیونکہ ایک تو دونوں کے نظریات میں کچھ اختلاف تھا دوسرے دونوں شخصیتیں اپنے اپنے مقام پر بلند اور ممتاز تھیں۔ میں نے مولانا محمد علی سے گفتگو شروع کی اور ایک وفد مولانا ظفر علی خاں کو لانے کیلئے بھیجا۔ مولانا محمد علی پہلے تو رضامند نہیں تھے پھر اس شرط پر آمادہ مصالحت ہو گئے کہ جلسے میں ان کی مخالفت نہ کی جائے۔ اور آئندہ زمیندار میں ان کے خلاف کچھ نہ لکھا جائے۔

اور ہم لوگ اس کے بعد کچھ دیر بعد مولانا ظفر علی خاں تشریف لے آئے۔ میں نے ان سے بھی یہی درخواست کی وہ نسبتاً سہولت سے اتحاد کیلئے آمادہ ہو گئے۔ مولانا محمد علی کو معلوم ہوا کہ احرار لیڈر جیل میں ہیں ان سے بھی مولانا کی آن بان تھی پھر ہم لاہور جیل گئے۔ جہاں مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری چوہدری افضل حق شیخ حسام الدین اور قاضی عبدالرحمٰن وغیرہ قید تھے۔

مولانا نے سب کو گلے لگایا مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری نے فرمایا آپ پہلے بہت گلے سکوڑے تھے ۔ جب گلے سے لگ گئے سارا گلہ جاتا رہا۔

رات کو شاہی مسجد میں جلسہ ہوا۔ ہزاروں آدمی شریک ہوئے۔ مولانا محمد علی نے تقریر کی۔ کچھ آدمیوں نے شور مچایا۔ مگر مولانا ذرا نہ گھبرائے۔ اور انہوں نے درود پڑھنا شروع کر دیا۔ اس پر کچھ آدمی چلے گئے۔ بقیہ نے سکون کے ساتھ تقریر سنی۔ مولانا کے دلائل منکران کے ہمنوا ہو گئے۔ مولانا کی تقریر کے بعد میں نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ اور کہا کہ مولانا کے دل و دماغ میں وہ تمام خوبیاں جمع ہیں۔ ان کے پاس جارج (اس وقت کے برطانوی وزیر اعظم) کا دماغ اور کلیمنشو (اس وقت کے شیر دل فرانسیسی وزیر اعظم) کا دل ہے۔ ہمیں ان کی صحیح رہنمائی کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔

مولانا نے پیشوایانِ مذہب کی تکریم کیلئے مسودہ قانون بھی بنایا اور اسے منظور کرایا۔ اس کے بعد جب مولانا تشریف لائے تو میں ان کو نہ مل سکا۔ انہوں نے علامہ اقبال اور میاں فیروز الدین مرحوم سے شکایت کی کہ مولانا ظفر علی خاں معاہدہ پر قائم نہ رہے۔ اور پھر ان کے خلاف کچھ شذرات شائع ہوئے۔ اور میاں ذکر کیا کہ وہ معاہدہ میں شریک تھا مولانا ظفر علی خاں کے علم کے بغیر زمیندار میں ایسی چیزیں چھپتی تھیں کیونکہ ادارہ زمیندار میں نظم و ضبط کی کمی تھی)

آخر میں مولانا سے ۱۹۲۹ء میں ملاقات ہوئی۔ اس وقت کانگریس کا اجلاس دریائے راوی کے کنارے منعقد ہوا۔ مجلس استقبالیہ میں شدید رسہ کشی ہوئی۔ آخر ڈاکٹر گوپی چند بھارگو کی پارٹی غالب آئی۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ ڈاکٹر ستیہ پال کے ساتھ ہونے کی وجہ سے مولانا ظفر علی خاں اور احرار نے اس جلسہ میں دلچسپی نہ لی۔ ڈاکٹر گوپی چند کی پارٹی نے غلبہ کی وجہ سے سناتنیوں سے بھی زیادہ تنگ نظری دکھائی۔ اس لئے اجلاس میں مسلمانوں کی شرکت کم ہوئی۔ مولانا محمد علی نہرو رپورٹ میں کلکتہ کانگریس میں ان کے

www.KitaboSunnat.com

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مطالبہ آزادی کے استرداد کیوجہ سے کانگریس سے الگ ہوگئے۔ وہ اس زمانے میں خلافت کانفرنس میں شرکت کیلئے آئے۔ خلافت کانفرنس زیادہ تر سید طیب کی مساعی سے کامیاب ہوئی۔ مولانا شوکت علی بے حد مسرور تھے کہ مولانا ظفر علی خاں اور احرار کے گڈھ لاہور میں ان کو اجلاس کرنیکا موقعہ ملا۔ مولانا محمد علی کانگریس کی سج دھج دیکھنے کیلئے کانگریس کے پنڈال میں تشریف لے گئے۔ میں ان سے وہیں ملا۔ اور ان کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ اب نہرو رپورٹ ختم ہوچکی ہے۔ آپکا مطالبہ آزادی کانگریس نے تسلیم کرلیا ہے۔ اس لئے اب آپ پھر کانگریس سے رشتہ اختیار کریں۔ مولانا ہنس کر خاموش ہوگئے۔

مولانا محمد علی بڑی بلند شخصیت کے حامل تھے اور وہ نہ صرف ہندوستان بلکہ دیگر اسلامی ممالک میں بھی بڑی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ چنانچہ ان کی وفات اندن میں ہوئی تو علطین کے عرب رہنماؤں نے اس افسوس کا اظہار کیا کہ محمد علی کو بیت المقدس کی سرزمین میں دفن کیا جائے۔

چنانچہ محمد علی کی نعش بذریعہ جہاز پورٹ سعید پہونچی تو حکومت مصر کی جانب سے وزیر اعظم اور علماء نے استقبال کیا۔ جب یہ جنازہ بیت المقدس پہونچا تو ہزاروں لوگ جمع تھے۔ قاہرہ علما اور ملیونس کے عرب شعراء نے پر درد مرثیوں سے فضا کو معمور کیا۔ مصر کے شاعر احمد شوقی پاشا نے ایک بلند پایہ مرثیہ میں مولانا محمد علی کو خراج عقیدت پیش کیا۔ یہ مرثیہ مولانا مرحوم کی تاریخی خدمات کا اجمالی تذکرہ ہے۔ مرثیہ ملاحظہ فرمائیں اسے قدس تو اپنی قربت کے مہمان کیوجہ سے قابل مبارکباد ہے۔

آج تو اس کی کرامات سے سرفراز ہونے نے اس لئے اپنے براق کے بیٹھنے کی جگہ کھول دی اور اس کے آنیکا مقام وہ ہے جہاں نبی رات کو گئے تھے۔ مشرق کیلئے حقوق کیلئے لڑنا اسکا کام تھا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مشرق کیلئے جو اس کی تڑپ تھی یا ہندوستان کے واقعات کیلئے اس کی بے خوابی
سے عزیز ہندوستان بھلا نہیں سکتا فیل اپنی مصیبتوں میں اس کی آواز کو یاد کریگا۔ اور ترک
اس کی سچی تڑپ کو فراموش نہیں کریں گے۔

اس نے زندگی میں وہاں کے باشندوں کی مدد اور اعانت کی پھر وہ وہاں کیلئے اجنبی
کیسے ہو سکتا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تین مضمون

حضرت مولانا احمد سعیدؒ کے حالاتِ زندگی

۱ مولانا احمد سعید کا قلمی چہرہ

۲ میری چشمِ اشک بار نے دیکھا

۳ مولانا احمد سعید بہ حیثیت قیدی کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صدر جمعیۃ علماء صوبہ دہلی و نائب صدر جمعیۃ علماء ہند پر حال ہی میں قاتلانہ حملہ ہوا لیکن خدا کا شکر ہے کہ حملہ آور اپنے ناپاک ارادوں میں ناکام رہا۔ اور مولانا کے بازو پر خراش اور کولہے پر ایک زخم آیا جسکو فوراً ہی ٹانکے لگا دیئے گئے اب مولانا رو ہیں۔

دہلی قدیم اب مٹتی جارہی ہے دہلی کی روایات آہستہ آہستہ اس کی زمین میں دفن ہوگئیں۔ ابھی چند روز کی بات ہے کہ دہلی کا ایک چراغ گل ہوا خواجہ حسن نظامی کا انتقال ہوگیا۔ ان کے بعد اب حضرت بیخود دہلی اور حضرت مولانا احمد سعید دو ہی ہستیاں رہ گئی ہیں جن کے دم سے دہلی قدیم کی ایک جھلک سی باقی ہے۔ بیخود صاحب اب اتنے ضعیف ہوگئے ہیں کہ گھر سے! ہر نے جلنے یار و فق بزم بننے کے قابل نہیں رہے

حضرت مولانا احمد سعید ابھی حیات ہیں اور اپنی پوری کے ساتھ زندہ ہیں ان کی وضعداری ان کی محفلیں ان کے میل جول ان کی سیاست اور ان کے علمی اور مذہبی کاموں میں ابھی تک زندگی کی پر جوش لہریں ہیں۔ جنہوں نے ان کو ہمیشہ ہی دلی میں مقبول و محبوب رکھا۔ مولانا کی عمر اب تقریباً ستر برس ہے۔ لیکن ان کی وضعداری اور رکھ رکھاؤ میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اور مولانا کی یہ مروت ہی ہے کہ وہ اس بڑھاپے میں بھی ہر تقریب اور ہر محفل میں ذرا سے بلاوے پر بے تکلف پہونچ جاتے تھے۔

مولانا کا بڑھاپا آپ کی حسین جوانی کی غمازی کرتا ہے۔ گورا رنگ قد بلند بالا جسم چوڑا چکلا، بڑی بڑی چمکدار سیاہ آنکھیں جنمیں دلی کے حسن و جوانی کے بے شمار جھلکیاں پنہاں ہیں۔ اونچی ناک پیشانی پر علم و تہذیب کا ایک آفتاب روشن ہے۔ ترشیدہ سفید داڑھی۔ جسپر کبھی کبھی پان کے سرخ قطرے شبنم کیطرح رقصاں نظر آتے ہیں۔ سر پر عربی رومال اس انداز میں بندھا ہوا جس کو دیکھ کر عرب مجاہدوں کی شان آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کبھی کبھی چوغہ در زیب کرتے پاجامے پر ایک ڈھیلی ڈھالی ایک صدری واسکٹ پہنے نظر آئیں گے۔ جوتے میں دیسی وضع کی پابندی نہیں دلی کے اس تاریخی کوچے میں رہتے ہیں جس کے ساتھ ہندوستان کی ایک تاریخ وابستہ ہے۔ اور جو برسہا برس سے لیڈروں کا مسکن چلا آرہا ہے۔ اس کوچے میں مفتی کفایت اللہ مولانا محمد علی مرحوم اور آصف علی مرحوم رہتے تھے۔ خواجہ میر درد مرحوم اور حکیم اجمل خاں مرحوم رہتے تھے۔

اس کوچے کے درو دیوار آج یہاں سے گزرنے والوں سے نہایت حسرت بھرے انداز میں پوچھا کرتے ہیں کہ مولانا کے بعد مولانا آج ان بزرگوں میں سے شاید گئے ہیں جنہوں نے اب سے چھتیس برس پہلے دہلی میں جمعیت علماء ہند کی بنیاد رکھی تھی مولانا مدتوں حضرت مفتی اعظم کے ہمراہ جو جمعیت علماء کے صدر تھے جمعیت کے ناظم اعلیٰ رہے ہیں اور اب ایک عرصہ سے نائب صدر چلے آتے ہیں کبھی زمانہ تھا مولانا کی سیاست اتنی فغاں تھی کہ مولانا کی نظریں ہندوستان کے مسلمانوں پر ہی نہیں عالم اسلام پر رہتی تھیں۔

دلی سے مراکش تک کسی جگہ کسی مسلمان کے پھانسی چڑھی اور مولانا نے یہاں سے وائسرائے اور وزیر ہند کو تار کھڑکاتے اور اس کی نقول اخبارات کو بھیجیں اور موقع ہوا تو ایک آدھ جلسہ بھی کر ڈالا اور اب تو مدت ہو گئی کہ تار گھر کے دروازہ پر مولانا کا کوئی آدمی تار لیکر نہیں پہونچا۔ اخبارات میں بھی بیان کو ترستے ہیں شاید مولانا سمجھے ہیں کہ اب وزیر بھی اپنی سرکار بھی اپنے وائسرائے بھی اپنے ملک مغلم صدر جمہوریہ ہند بھی اپنے اب تاروں کی ضرورت ہے نہ بیانات کی۔

مولانا کی پوری زندگی سیاسی رہی لیکن مذہب کی تابع رہی ہے کبھی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کوئی قدم ایسا نہیں اٹھا جسے اسلام کے منافی کہا جا سکے۔ اور جو قدم اٹھایا انہوں نے اپنے نزدیک یہی سمجھ کر اٹھایا کہ اس سے مسلمانوں کا بھلا ہو گا۔ تحریک خلافت سے لے کر ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء تک متعدد بار جنگ آزادی میں جیل گئے ہیں۔ اور بہت سے نامور جیل خانوں کو آباد کیا ہے۔ میانوالی کا جیل خانہ مولانا کو ہمیشہ یاد رہے گا۔ جہاں مولانا نے چکی بھی چلائی ہے۔ اور بان بھی بٹے ہیں۔

مولانا خطیب بھی ہیں ادیب بھی ہیں تحریر بھی بہت عمدہ کرتے ہیں۔ ان کی تحریر و تقریر دونوں میں ہے تقریر میں جملے کے جس حصے پر زور دینا چاہتے ہیں اس کو ساتھ ساتھ دہراتے جاتے ہیں۔ تقریر نہایت لچھے دار ہوتی ہے خواہ سیاسی ہو یا مذہبی مولانا مجمع کا دل موہ لیتے ہیں۔ ہم نے مولانا کو کئی کئی گھنٹے تقریر کرتے اور مجمع کو دم بخود بیٹھے دیکھا ہے۔ آخری بار آپ کی گرفتاری اعظم گڈھ کی ایک تقریر کی بنا پر ہوئی جو زمانہ جنگ میں کی تھی۔ آپ نے اس تقریر میں ہٹلر کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا۔

شامت اعمال ما صورت ہٹلر گرفت۔ مولانا نے اسوقت تک کم و بیش بیس کتابیں لکھی ہیں اور ان دنوں آسان اور عام فہم تفسیر کا کتابی صورت میں سلسلہ جاری ہے۔

مولانا کے یہاں کی محفل بھی خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔ جو رات کو نو بجے کے بعد لگتی ہے۔ اور جس میں مولانا کے نورتن شریک ہوتے ہیں۔ اسوقت کوچہ چیلان سے لیکر کریملن اور وہائٹ ہاؤس تک کی سیاست پر بحث ہوتی ہے۔ مولانا کی دوستی ہمیشہ ہی ہر طبقہ کے لوگوں سے رہی ہے ان کے دوست آج راشٹرپتی بھون پارک روڈ لنگ اینڈ ورڈر روڈ پر ہی نہیں رہتے بلکہ سوئی والان، چوڑی والان، کوچہ استاد داغ، مٹیا محل، کلاں محل اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پہاڑی املی پر بھی رہتے ہیں۔ اور ان میں جناب غوری پہلوان سے لیکر جواہر لال نہرو تک سب ہی لوگ شامل ہیں۔

مولانا نے ہندوستان کے دونوں محاذوں پر کام کیا ہے۔ پہلے جنگ آزادی کے سپاہی تھے اب تعمیر ملک کے رضا کار ہیں۔ ۱۹۴۷ء سے آج تک آپ کے مسلمانان ہند خصوصاً مسلمانانِ دہلی کی جو خدمات انجام دی ہیں وہ ناقابل فراموش ہیں مولانا کے یہاں آپ کسی وقت بھی چلے جائیں آپ کو کوئی نہ کوئی اپنا دکھڑا سناتا یا درخواست لئے نظر آئیگا۔

مولانا بڑے مہمان نواز اور متواضع واقع ہوئے ہیں مولانا کے یہاں ٹین کے بڑے بڑے ڈبوں میں ہمیشہ بہترین مٹھائی موجود رہتی ہے اور مولانا ہمیشہ دوستوں اور لحاظ پاس کے آدمیوں کی مٹھائی سے بہ اصرار تواضع کرتے ہیں۔ اور کہا کرتے ہیں بھئی یہ تو آپ کو کھانی ہی پڑے گی۔ آپ میری انسلٹ کر رہے ہیں۔ ۱۹۴۷ء کے فساد میں مسلمانان دہلی کی انگلیوں پر گنے جانیوالے رہنماؤں نے خدمت کی اور جو حکومت ہند دہلی کے مسلمانوں اور گاندھی جی کے درمیان ایک کڑی بنے رہے ان میں حضرت مولانا قابل ذکر ہیں اور تاریخ میں اس کا خاص طور پر ذکر آئے گا۔

ختم شد

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۲

یہ سلسلہ مضمون مولانا احمد سعید صاحب رح

میری چشم اشک بار نے دیکھا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۴ اور ۵ دسمبر کی درمیانی شب تھی میں خلاف معمول شام کو کھانا کھا کر گھر سے نہیں نکلا اور لیٹ بھی گیا کمر سیدھی کرنے کو لیٹا تھا کہ غنودگی طاری ہو گئی۔ کوئی سوا نو کا عمل ہوگا اور خوابوں کی دنیا میں کھویا ہوا تھا۔ کہ کانوں نے محسوس کیا کہ کسی کا ٹیلی فون آیا ہے۔ اور بچی اس سے گفتگو کر رہی ہے۔ اور اسے کسی نے مالک تقدیر وقدر کے اس فیصلہ کی اطلاع دی جس کے خوف سے میں ہر وقت لرزتا رہتا تھا۔ اس ہولناک خبر پہ بچی گھبرا گئی اور اس کی گفتگو سے میری آنکھ بھی کھل گئی۔ اور پھر میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ! الجمعیۃ کے اسسٹنٹ ایڈیٹر ڈاکٹر محمود قاری یہ اطلاع دے رہے ہیں کہ بھئی کیا آپ کو علم نہیں کہ حضرت مولانا احمد سعید کا انتقال ہو گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ہر وقت مجھ پر اس کا خوف طاری رہتا تھا لیکن میں اتنی جلدی یہ خبر نہ سننا چاہتا تھا۔ اور آج بھی میں کیسے یقین کر دوں کہ مولانا احمد سعید کا انتقال ہو گیا ہے۔ وہ ہنس مکھ چہرہ تو مجھے اس وقت بھی اسی طرح متبسم نظر آ رہا ہے مولانا اپنی سہ دری کے پہلے دروازہ کی چلمن کے عقب میں قالین پر ایک کروٹ سے ایک ٹانگ کھڑی کئے دوسری کو اس کے سہارے لٹکائے لیٹے ہوئے ہیں۔ اور میرے کانوں میں آواز آ رہی ہے آؤ میاں ناز صاحب آؤ کہاں تھے۔ کئی دن میں آتے ہو۔ پھر میں اپنی آنکھوں اور کانوں کو کیسے جھٹلاؤں۔ کہ مولانا میری نظروں کے سامنے نہیں ہیں۔ اور ان کی آواز میرے کانوں میں نہیں آ رہی ہے۔ اور اگر فی الواقع یہ چیز صحیح ہے تو بھی میں جان بوجھ کر جھوٹ بکوں اور دنیا بھر کو جھٹلانے کو تیار ہوں اس لئے کہ میرا دل نہیں مانتا کہ میں سبحان الہند حضرت مولانا احمد سعید کو مرحوم کہوں۔

قلم انحراف کرتا ہے اور کاغذ سے گردن اٹھا لیتا ہے ہاتھ کانپنے لگتے ہیں اگر مرحوم مولانا احمد سعید نہیں لکھا جاتا۔ تاہم میں اب تک اپنے آپ کو فریب دیتا ہوں مگر قرآن بانگ دہل اعلان کر رہا ہے۔ "کل نفس ذائقۃ الموت"

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہاں میرا ختم ہو جاتا ہے ۔ اور یہی تو وہ مقام ہے جہاں بڑے سے بڑا منکرِ خدا بھی اقرارِ خداوندی کرتا ہے ۔

خبر صحیح تھی خبر دینے والا بھی معتبر تھا مگر پھر بھی میں بھاری مگر تیز قدموں سے یہ سوچتا ہوا حضرت مولانا احمد سعید صاحب کے دولت خانہ کی طرف جا رہا تھا کہ خدا کرے یہ خبر غلط ہو یا اگر واقعی موت کی بجلی خرمنِ احمد سعید پر گر چکی ہے تو بھی خداوند کریم تو مولانا کو ایک بار اور زندگی عطا کرے کہ میں نے مولانا سے ان کی سوانح حیات قلم بند کرنے کا جو سلسلہ شروع کیا تھا میں اس کو تکمیل کر سکوں ۔ مگر راستے بھر پورے راستے کی اداسی محلے کے خانوں کی ویرانی لوگوں کی ٹکڑیوں کی کانا پھوسی اور جانے پہچانے چہروں پر چھائی ہوئی مردنی کہہ رہی تھی کہ مولانا اب اتنی دور جا چکے ہیں کہ جہاں سے وہ کبھی لوٹ کر نہ آئیں گے وہ کبھی اس لاجواب کتاب کو مکمل نہ کر سکیں گے ۔ اور ان کے سینے میں ہندوستان کی جو تاریخ دفن تھی وہ ان کے ساتھ ہزاروں من مٹی کے نیچے دب جائیگی ۔

آہ آج ایک تاریخ مکمل ہوئی ہے مگر اسے پڑھ کر کوئی نہ سمجھ سکے گا ایک دور ختم ہوا ہے جس کا حال اب کوئی نہ بیان کر سکے گا ایک نیا موڑ آیا ہے جہاں ہمیں اپنی منزل کے لئے ایک نیا راہبر تلاش کرنا ہوگا زندگی کا بہاؤ رک گیا ہے اب کوئی بڑے سے بڑا سیلاب اس ٹھہراؤ کو ختم نہ کر سکیگا ۔

اور ہمیں اب خندہ پیشانی کے ساتھ اس فیصلے کے آگے سر جھکا ہی دینا چاہیئے

خدا رحمت عاشقان پاک را اور کوچہ ناہر خاں میں داخل ہوتے ہی میری آنکھوں سے مشتاقانِ دید کے اژدہام کو دیکھ کر یہ باور کر لیا ہے کہ وہ گیا ہے جو میں نہیں چاہتا تھا اور چلا ہی گیا ۔

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے مگر یہ ایک خواہش تو اکیا نداری

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ ایسی تھی کہ اس پر دم نکلتا ہے اور ہزاروں بار نکل کر جب کبھی جاں آشفتگی تو یہ خواہش اس کے ساتھ پیدا ہو گی مگر خوشی سے رنج کا بدلہ یہاں نہیں ملتا اور اب مجھے یہ غم کہ غم جاوداں نہیں ملتا ہرگز نہ رہے گا مولانا ٹھیک فرمایا کرتے تھے میاں سنا وہ خالی کیا کہتا ہے وہ کہتا ہے۔

زندگی کا ہے خواب دیوانے کا

ہر چہرہ حزن و ملال میں ڈوبا ہوا تھا
" بوجھل نظر آئی تصویر نظر آئی۔

میں بھی اس ہجوم غم میں ڈوب گیا مولانا کی رہائش گاہ کا دروازہ بند تھا اور دلجوئی دروازہ پر کھڑے تھے ہر شخص اس محبوب کے دیدار کے لئے بے چین تھا جو ان کے ادنیٰ سے اشارے پر ان کے ساتھ ہو لیتا تھا معلوم ہوا کہ میت کو غسل دیا جا رہا ہے۔ اور چونکہ اندر بھیڑ کافی ہو چکی تھی اس لئے دروازہ کھلا اور باہر جو ہزار ڈیڑھ ہزار آدمی جمع ہو گئے تھے وہ گرتے پڑتے ایک دوسرے سے پہلے آگے بڑھ کر شربت دیدار نوش کرنے کی کوشش میں مصروف ہو گئے۔

میں بھی اس ریلے میں اندر اس طرح جا پہنچا کہ جیسے سیلاب میں خس و خاشاک بہہ جایا کرتے ہیں مولانا کی میت سفید کفن میں ملبوس دروازے کے بالکل سامنے مشتاقان دید کی پیاس بجھانے کیلئے رکھ دی گئی تھی تھوڑی جد و جہد کے بعد قطار قائم کر دی گئی اور لوگوں نے باری باری میت کو دیکھنے کیلئے پلنگ کے قریب سے گذرنا شروع کیا ہر شخص ٹھنڈی سانس لیتا ہوا میت کے قریب سے گذرتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا اے موت۔

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

مولانا کے چہرے پر ایک ملکوتی جلال و جمال تھا بس یوں محسوس ہوتا تھا کہ اب کہنے ہی والے ہیں آؤ میاں ناظر صاحب آؤ تبسم لبوں پر کھیلنے ہی والا ہے مردنی کے کوئی آثار نہ تھے کسی قسم کی بیماری کا کوئی اثر نہ تھا۔ مردنی نہیں تازگی اور شگفتگی تھی موت کی نیند نہیں آئی تھی بلکہ شاید قلب کی طویل علالت کے باعث تکان سے غنودگی طاری ہوگئی تھی۔ اور اب اٹھ کر پوچھنے ہی والے ہیں کہو پہلوان آج کیا خبر لائے ہو چند بنانے کی مگر نہیں پہلوان کے چہرے کی پریشانی نمی سے جھکی ہوئی پلکیں تو کچھ اور ہی غمازی کر رہی تھیں۔ وہ دوسری طرف حمید کی آنکھیں حیرت سے پھٹی منہ کھلا خواجہ میر درد کی آواز سن رہی تھیں۔

دوستو دیکھا تماشا یاں کا بس !
تم رہو اب ہم تو اپنے گھر چلے

تمام صحن اور برآمدہ مشتاقانِ دید سے بھرا ہوا تھا۔ تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ سب ہکا بکا دب ایک دوسرے کو دیکھتے اور نظریں چرا لیتے تھے۔ دسمبر کی اس خنک رات کو ٹھنڈی آہوں نے اور بھی سرد بنا دیا تھا۔ اتنا ہجوم ہونے کے باوجود خاموشی چھائی ہوئی تھی آسمان سے اداسی برس رہی تھی۔ در و دیوار سے حسرت ٹپک رہی تھی آہ

موت نے رات کے پردے میں کیا کیا مختصر وطن کی ہے کہ ماتم کا غبار معرکہ سرد ہے سویا ہے وطن کا سردار طنطنہ شیر کا باقی نہیں سونی ہے کچھار۔ اور واقعہ یہ ہے کہ کوچہ چیلاں کا نہیں دلی کا وہ شیر موت کے پنجے کا شکار ہو گیا تھا جس نے برطانیہ کے روایتی شیر سے پنجہ لڑایا تھا۔ جو ساری عمر طوفانوں سے کھیلتا ہنگاموں کو سر کرتا اور معرکہ آرائیوں میں مصروف رہا تھا۔ لیکن آج وہ اپنی زندگی کے معرکے میں ہار گیا تھا۔ جو خود ہی شیر مٹی کا ایک ڈھیر ہو گیا تھا۔ اور اس کا کچھار سونا پڑا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تھا اور بقول شاعر اب یہ صورت تھی

جسم احمد سعید تھا فانی

نام احمد سعید ہے باقی

جس کمرے میں اسوقت مولانا احمد سعید کی محفل آراستہ ہوئی تھی اور کمرہ زعفران زار بنا ہوا تھا وہاں آج سوگواروں کی محفل تھی۔ سب سر جھکائے بیٹھے تھے ٹیلیفون کی گھنٹی رہ رہ کر مولانا کی موت کی تصدیق چاہتی اور اسے یہی جواب ملتا جی ہاں مولانا کا انتقال ہوگیا ہے۔ دیکھئے حاجی سلیم ہیں جو آخری رسومات کی تیاریوں میں مصروف ہیں یہ پہلوان محوری ہیں جو پسینے پسینے ہو رہے ہیں جنہوں نے مولانا کی خاطر گھر بار کو تج دیا تھا۔ اور مدتوں سے رات کو مولانا کے پاس سوتے تھے۔ آج مولانا انہیں داغ مفارقت دے گئے ہیں۔ پہلوان کو کبھی یہ وہم و گمان بھی نہ تھا کہ یہ ساتھ یوں چھوٹ جائیگا۔ یہ جسید ہیں انہوں نے بھی اپنی زندگی مولانا کے نام بیع کر دی تھی مگر آج یہ بھی موت کے دست تظلم کے شاکی کھڑے ہاتھ مل رہے ہیں۔ اور یہ مولانا حفظ الرحمٰن ناظم عمومی جمعیت علماء ہند ہیں جن کا تقریباً بیس برس کا تو بہت ہی قریبی تعلق تھا اور آزادی کے بعد سے تو مسلمانان ہند کی کشتی کی دو پتواروں میں سے ایک وہ خود اور دوسرے مولانا احمد سعید کے ہونے کے باعث ہمہ وقت کا ساتھ تھا دونوں ہر غمی و خوشی میں دوش بدوش نظر آتے تھے مگر موت نے ایک تیر الیا سینہ پہ مارا کہ ہائے ہائے۔ آج ہی شام کو سات بجکر دس منٹ پر ان کی گاڑی دہلی سے لیکر انہیں پہاڑ گیلنے روانہ ہوئی اور دوسری طرف ملک الموت حضرت مولانا احمد سعید کی روح کو قفس عنصری سے لے کر روانہ ہوئی۔ دفتر جمعیت علماء میں مولانا کے انتقال کی خبر پہونچی تو اسٹیشن ماسٹر غازیآباد کو مطلع کیا گیا۔ اس نے گاڑی کے غازی آباد پہونچنے پر حضرت مولانا کو اس حادثہ جانکاہ کی اطلاع پہونچائی۔ اور بتایا کہ دلی جانے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

والی ایک گاڑی اسوقت تیار کھڑی ہے۔ آپ واپس جانا چاہیں تو جا سکتے ہیں مولانا
اپنی کتابیں پھیلا کر بیٹھ چکے تھے۔ وہ فوراً دہلی لوٹ آئے تاکہ اپنے رفیق کار کو سپرد
خاک کر سکیں۔

مولانا احمد سعید کے فرزند اکبر مولوی محمد سعید تعزیت کو آنیوالوں سے مل رہے
تھے۔ انہوں نے مجھے بھی بتایا کہ آج مولانا کی طبیعت کوئی خاص خراب نہیں تھی۔ انہوں
نے اپنے تمام معمولات پورے کئے جمعہ کی نماز پڑھی اور اس کے بعد ان کے
مجلس بھی جمی عصر کی نماز حسب معمول محلہ کی مسجد میں با جماعت ادا کی اور پاخانہ
تشریف لے گئے وہاں سے واپس آکر پلنگ پر
بیٹھے۔ اور اخبار ہاتھ میں اٹھایا پھر ایک لڑکے سے جو اتفاق سے وہاں تنہا ہی تھا کہا
کہ جا بے محمد سعید کو بلا کر لا میری طبیعت خراب ہو رہی ہے۔ اور یہ سنتے ہی لڑکا بلانے
چلے گیا اور مولانا بیٹھے بیٹھے پلنگ کے عرض میں لیٹ گئے۔ اور روح تفس عنصری
سے پرواز کر گئی۔ آہ جب محمد سعید پہونچے اور حامد سعید پہونچے تو مولانا کی روح
کا رواں اتنی دور جا چکا تھا کہ

مولوی محمد سعید حافظ قرآن ہیں انہیں یہ حسرت رہ گئی کہ باوا کے آخری وقت
میں ان کے سرہانے سورہ یٰسین نہ پڑھ سکے۔ حامد سعید صبح شام دوا کھلانے
آتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے چمچوں سے نکال کر دیتے تھے ان کے دل میں یہ
حسرت رہ گئی کہ وہ باپ کو آخری وقت میں شربت نہ پلا سکے اور یوں تو ایک باپ
کی زندگی اولاد کے لئے ہمہ وقت ہدایت نامہ اور درس و عبرت کا نمونہ ہوتی ہے
اور مولانا نے تو قدم قدم پر قرآن و حدیث کی روشنی میں اولاد کو تلقین کی ہے مگر اولاد
ان سے آخری وقت میں کوئی وصیت و ہدایت نہ سن سکی۔ مگر کس قدر آسان موت
ہوئی اور لیا اللہ یہی نہ نزع نہ جانکنی کی تکلیف نہ موت کے فرشتے نظر آئے نہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کشمکش موت وحیات کا سامنا کرنا پڑا اور دروازہ کھولا اور دارا سے دارالبقا میں داخل ہو گئے۔ آہ سچ ہے

آنے جانے پہ سانس کے ہے مدار
سخت ناپائیدار ہے دنیا !

مولانا کا انتقال سات بجکر دس منٹ پر ہوا تھا اور تھوڑی ہی دیر میں یہ خبر ساری دہلی میں اور پھر سوا نو بجے کی خبروں میں ساری دنیا میں نشر ہو گئی چنانچہ رات ہی کو وزیر اعظم ہند پنڈت جواہر لال نہرو کا تعزیتی فون آیا اور انہوں نے مولوی محمد سعید صاحب سے اظہار تعزیت کیا۔ اس کے بعد دوسری دفعہ پھر وزیر اعظم کی کوٹھی سے اطلاع دی گئی کہ صبح کو پنڈت نہرو خود مولانا کے دیدار کے لئے تشریف لائیں گے۔ اور اس کے بعد پورے دہلی ایڈمنسٹریشن میں بجلی کی لہر دوڑ گئی۔ اب آئی جی کے یہاں سے فون آرہا ہے اب ڈی سی کے یہاں سے فون کی گھنٹی بج رہی ہے۔ اور اب کوتوالی والے فون کر رہے ہیں اور پھر ڈی آئی جی، ایس پی اور نہ جانے کون کون پولیس اور سی آئی ڈی کے افسران رات کے بارہ بجے تک مولانا کے مکان پر آتے اور جاتے وقوع کو واضح کرتے رہے۔ تاکہ وزیر اعظم کی سیکوریٹی و تحفظ کے انتظامات کرسکیں۔

رات کو ڈیڑھ بجے تک مشتاقانِ دید کا ہجوم رہا اور اس وقت بمشکل لوگوں سے مکان یہ کہہ کر خالی کرایا گیا کہ عزیز اور رشتہ دار خواتین پھر صبح کو مولانا کے دیدار کو نہ آسکیں گی اس لئے فی الحال ان کے لئے مکان کو خالی کر دیا جائے اور صبح کے پانچ بجے تک پردہ رہے چنانچہ ایسا ہی ہوا رات بھر خواتین میت کے پاس اور مرد باہر ایک بیٹھک میں قرآن خوانی کرتے رہے۔ اور صبح کی نماز کے بعد مشتاقانِ دید جوق در جوق ایک ایک دو دو چار چار اور جتھے جتھے کی صورت میں آتے رہے رات ہی میں دعوتہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے لیکر گلی کے باہر تک بانس باندھ کر راستے کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ تاکہ دیکھنے والوں کا ہجوم کنٹرول کیا جا سکے۔ ایک راستے سے وہ قطار بنا کر آئیں اور دوسری طرف سے دیکھ کر چلے جائیں۔

مولانا کا آخری دیدار کرنے والے اندھیرے سے آنے شروع ہو گئے تھے۔ اور جوں جوں روشنی پھیلتی گئی توں توں آنیوالوں کا ہجوم بھی بڑھتا گیا۔ اور سورج کی پہلی کرن نمودار ہونے سے پہلے نہ صرف مولانا کا یہ مردانہ مکان جسمیں مولانا نے زندگی کے آخری دنوں کو پورے کئے سوگواروں سے بھر چکا تھا بلکہ باہر گلی میں ایک لمبی قطار اپنی باری کی منتظر تھی۔ مولانا کی میت صحن میں دروازے کے بالکل سامنے رکھی ہوئی تھی۔ صحن کے اوپر شاہی شامیانہ بندھا ہوا تھا میت گلاب کے پھولوں سے ڈھکی ہوئی تھی سرہانے آس پاس ہر طرف عود و عنبر کی خوشبو اور اگربتیوں کا دھواں رنج و غم کی فضا کو گہرا بنا رہا تھا آنے والوں میں عورتیں مرد بچے اور بوڑھے سبھی شامل تھے اور ہر طبقے و خیال اور ہر مذہب و عقائد کے لوگ تھے عورتوں میں کوئی بوڑھی تھی کوئی بیوہ تھی کوئی جوان تھی کوئی ہندو تھی تو کوئی سکھ اور کوئی مسلمان کوئی سسکیاں بھرتی ہوئی لاش کو دیکھتی گذر گئی کوئی آنسوؤں سے منہ دھوتی گذری تو کوئی منہ پیٹ رہی تھی کوئی زار و قطار رو رہی تھی ایک عمر رسیدہ عورت نے ٹھنڈی آہ بھری۔

اب نظر کا ہے کو آئیگی یہ تصویر یہیں کہیں

ایک جہاں دیدہ عمر رسیدہ مرد کو داڑھی آنسوؤں میں تر کئے کھڑے ہو کر یہ کہتے ہوئے سنا گیا، دنیا کا حال اہل عدم ہے۔ یہ مختصر اور واقعہ یہ ہے کہ اس مختصر سی زندگی میں انسان بڑے بڑے غرور و گھمنڈ کے مظاہرے کرتا ہے۔ مگر کچھ خدا ایسے بھی ہوتے ہیں جو خدا کے بندوں کی خدمت اپنی زندگی کا نصب العین

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جان لیتے ہیں ان کا ہر سانس بنی نوع انسان کی خدمت میں گذرتا ہے۔ وہ شہیدوں کی موت مرتے ہیں اور پلک جھپکتے ہی ملک عدم کو ہو لیتے ہیں موت ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتی ہوئی جھانکتی ہے۔ اور دنیا دھاڑیں مار مار کمان کو روتی ہے اور دل تھام کر یہ کہتی ہے

چارہ دل سوائے صبر نہیں

صبح سات بجے سے قریب مکان کے چاروں طرف چھتوں پہ ہر چھت پر ایک آدمی چمکنے لگا۔ یہ پنڈت نہرو کے آنے کیلئے انتظامات تھے۔ شب میں اور پھر صبح کو جن نمایاں لوگوں نے مولانا کے آخری دیدار کئے ان میں وزیر ثقافت لاہور، پروفیسر ہمایوں کبیر، شریمتی جوشی ممبر پارلیمنٹ دار العلوم دیوبند سے حضرت مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب مفتی عتیق الرحمٰن صاحب صاحبزادہ محمد محسن فاروقی ایڈیٹر پیام مشرق حافظ محمد یوسف صاحب مالک وزیر دلی کارپوریشن کے کمشنر مسٹر نانک حافظ محمد ابراہیم صاحب نو بجے بمشکل آنیوالوں کو روک کر پنڈت نہرو کے آنے کیلئے انتظام کیا گیا۔ اور نو بجکر بیس منٹ پر پنڈت جی جنگ آزادی کے اس بوڑھے جرنیل کو خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے پہونچے کتھئی رنگ کی شیروانی چوڑی دار پاجامہ سر پر سفید کی گاندھی کیپ چہرہ پر انتہائی حزن وملال کے آثار آنکھیں سرخ جیسے ابھی ابھی غم کی گھٹا ئیں برس کر تھمی ہی تھی۔ ہونٹوں پر خشکی ڈھیلے ڈھیلے قدموں سے میت تک پہونچے حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب اور حاجی محمد صالح میت کے پہلو میں کھڑے تھے ان کے پاس آکر ٹھہر گئے کچھ دیر ٹکٹکی باندھے دم بخود آخری دیدار میں محو رہے پھر مولانا حفظ الرحمٰن سے مخاطب ہوئے۔ بولے چہرے پر اس وقت بھی تبسم ہے موت کے آثار بالکل ہی نہیں حاجی صالح درمیان میں ہی بول اٹھے ولیوں کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

موت ایسی ہی ہوتی ہے۔ وہ موت کا بھی خندہ پیشانی سے استقبال کیا کرتے ہیں۔
مولانا حفظ الرحمٰن نے بتایا کہ کس آسانی سے اور آناً فاناً موت واقع ہوئی ہے۔ اور
پنڈت نہرو پھر پلٹے ان کی نظریں پھر مولانا کے چہرے پر گڑ گئیں۔ چند لمحے بعد نظر اٹھی تو
مولوی محمد سعید صاحب میونسپل کونسلر پر پڑی انہوں نے فوراً سوال کیا اور مولانا حفظ الرحمٰن
صاحب نے بتایا کہ یہ مولانا مرحوم کے بڑے صاحبزادے مولوی محمد سعید ہیں اس کے بعد
انہوں نے پھر پوچھا اور کتنے بچے ہیں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے جواب دیا چار
لڑکے چار لڑکیاں اس کے بعد پنڈت جی نے ایک نظر دوبارہ مولانا احمد سعید صاحب
پر ڈالی اور پھر واپس چلے گئے۔

پنڈت جی کی آمد کی وجہ سے باہر میت کا دیدار کرنے والوں کی ایک بہت
بڑی لائن لگ گئی۔ ایک بار پھر ان لوگوں کے دیدار کرنے کیلئے انتظام کیا گیا۔

گیارہ بجے کلمہ کی بلند آوازوں میں جنازہ اٹھا اور پھولوں کی بارش میں میت
کو مرحوم آصف علی بیرسٹر کے مکان کے سامنے لائے جہاں اسے ایک ایسے پلنگ پر
رکھا گیا جسمیں لمبے لمبے بانس اس لئے باندھ دیئے گئے تھے کہ جنازہ کو کندھا دینے
میں سہولت ہو اور ہر شخص کندھا دے سکے۔ اب یہاں سے جنازہ ایک زبردست
ہجوم کے ہاتھوں میں جسمیں کہ ہر شخص کندھا دینے کو بے چین تھا۔ ترابا بیرم خاں کی
طرف روانہ ہوا وہاں سے گذرتا ہوا جامع مسجد آیا۔ جنازہ کے جلوس میں مولانا حفظ الرحمٰن
ممبر پارلیمنٹ مسٹر حکیم الدین فاروقی جنرل سکریٹری دلی کمیونسٹ پارٹی اور مختلف
جماعتوں کے رہنما اور سیاسی کارکنوں کا ایک تھا جو جنازہ کو کندھوں پر اٹھائے بڑھ
رہا تھا۔

اس علاقہ میں مکمل ہڑتال تھی ہندوؤں مسلمانوں اور سکھوں سب ہی کی دوکانیں
بند تھیں۔ اور جنازہ میں بھی ہر فرقے کے لوگ شامل تھے۔ جن جن راستوں سے جنازہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کا جلوس گذر رہا تھا وہاں بازاروں میں سوگوروں کا ہجوم تھا چھتوں برآمدوں اور دریچوں سے خواتین اپنے مرحوم رہنما کے آخری دیدار کیلئے گھنٹوں سے منتظر تھیں ۔اس لئے کہ مولانا سب ہی کے دوست تھے سبھی کے ہمدرد و غم خوار تھے ۔سبھی کے کام آتے تھے ان کی محفل میں ایک مہتر بہشتی کباڑیہ دھوبی ٹھیکیدار انجینئر تیلی شاعر ادیب صحافی لیڈر اور وزیر غرضیکہ ہر شخص بلا تکلف باریابی پا سکتا تھا ۔اس لئے ان کے سوگوروں میں سبھی تھے ہر شخص اپنی اپنی کہہ رہا تھا کہ اب دلی والوں کا کام کون کریگا ۔

لوگ کچھ پوچھنے کو آئے ہیں
اہل میت جنازہ ٹھہرائیں

ایک کہہ رہا تھا میں جب کبھی پاسپورٹ بنوانے کیلئے مولوی صاحب کے پاس گیا انہوں نے فوراً ہی پاسپورٹ آفیسر کے نام خط لکھ دیا ۔دوسرے نے کہا میاں تھانے چوکی کا معاملہ آن پڑتا تو مولانا صاحب گھر بیٹھے بیٹھے ہی ٹیلیفون پر مشکل آسان کر دیتے تھے ۔

تیسرے نے یوں خراج عقیدت پیش کیا میاں انہی کے دم سے دم تھا اور بس اب تو اللہ ہی اللہ ہے ۔

ایک دوکان کے پھٹے پر کھڑی ایک عورت بیوہ زار و قطار رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ اب لحاف کون بنوا کر دیگا ۔

صبح کو جنازہ روانہ ہونے سے قبل چتلی قبر بازار سے ایک شرنارتھی عورت اپنی لڑکی کے ساتھ گھر تک پہنچ کر بڑی مایوس ہوئی جب اسے یہ معلوم ہوا کہ مولانا کا انتقال ہو گیا ہے ۔ وہ وہاں ایک لکڑی کے کھوکے میں رہتی ہے اور کارپوریشن والے اسے اجاڑ رہے ہیں اسکو کسی سے پتہ چلا تھا کہ کارپوریشن کے کمشنر مسٹر نانک مولانا کی بات بہت مانتے ہیں اس لئے وہ نانک صاحب کے نام خط لکھوانے آئی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علی —

ایک برخوردار نے کہا میں تو جانتا تھا کہ ایک دن مولوی کا ہارٹ فیل ہوگا بہت دوائیں پلائیں بیٹوں نے بہت تدبیریں کیں۔ پردہ   شعر کو غالب نے کہا ہے نا الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا ۔ دیکھا اس بیماری دل نے آخر کام تمام کیا۔ اور جب شاعروں کے مرکز اسد و بازار کے سامنے دلی کے آخری زبان دان کا جنازہ آیا تو حالی کا مرثیہ میرے ذہن میں اس طرح ابھرنے لگا جیسے حالی مرحوم مولانا کے جنازے پر مرثیہ پڑھ رہے ہوں۔   تھا زمانے میں ایک رنگین طبع

رخصت اے موسم بہار ہے آج
تھی ہر ایک بات پیشتر جس کی
اس کی چپ سے جگر فگار ہے آج
دل میں مدت سے تھی خلش جس کی
وہی برچھی جگر کے پار ہے آج
تم سے پھرتا نہیں دل ناشاد
کس سے خالی ہوا جہاں آباد

ایک اور شاعر کی زبان میں کسی نے یوں خراج عقیدت پیش کیا۔

زندگی تیری بہارستان وفا   آئی ترے لئے قوم سے پیمان وفا
مرد میدان وفا جسم وفا جان وفا
ہو گئی نذر ہستی فانی تیری
نہ تو پیری رہا تیری نہ جوانی تیری
اوج ہمت پہ رہا تیری وفا کا خورشید
موت کے خوف پہ غالب ہے خدمت کی امید

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بن گیا قید کا زماں بھی رجعیت کی امید
ہو گئے تاریکیٔ زنداں میں تیرے بال سپید
پھر رہا ہے میری نظروں میں سراپا تیرا!

جامع مسجد شاہجہانی کے سامنے سے جنازہ گذرتے ہوئے مجھے مولانا کی وہ تقریر جو انہوں نے گذشتہ سال شعبان کی پندرھویں شب کے اجتماع مبارک سے خطاب فرماتے ہوئے کی تھی انہوں نے کے اس شعر سے تقریر کا آغاز کیا تھا۔

زندگی کیا ہے عناصر کا ظہور ترتیب
موت کیا ہے انہیں اجزا کا پریشاں ہونا

اور پھر فرمایا کہ میں تو صرف اس لئے آگیا ہوں کہ خدا جانے اگلے سال مجھے اس بابرکت رات میں یہ سعادت حاصل ہو یا نہ ہو۔ اس لئے میں حاضر ہو گیا ہوں مولانا نے بالکل صحیح محسوس کیا تھا اور آج

کاندھے پہ لئے سمت اہل جنوں لبھاں کا جنازہ جاتے ہیں۔ یعنی مولانا احمد سعید کا جنازہ اسی جامع شاہجہانی کے سامنے سے گذر رہا تھا جس کے منبر پر انہوں نے، گذشتہ دس گیارہ برس میں اس سے پہلے کبھی نہیں فرمائی تھی۔ آج ان الفاظ پر غور کرتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ مولانا نے اس سال پہلے یہ بات اس انداز میں کیوں فرمائی غالباً وہ اب اپنی زندگی کا پیمانہ لبریز دیکھ رہے تھے۔ انہیں اب موت بالکل سامنے کھڑی نظر آتی تھی۔ اور آج جامع شاہجہانی کے مینار حسرت و یاس کے عالم میں کھڑے یہ دلدوز منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ ایک نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کم و بیش پچاس برس تک اس مسجد کے منبر سے امت محمدیہ سے خطاب کرتا رہا ہے واصل بحق ہو چکا ہے۔ اور احباب کے دوش پر سوار ہو کر مدفن جا رہا تھا۔

ختم شد

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(۳)

بہ سلسلہ مضمون مولانا احمد سعید صاحبؒ

مولانا احمد سعید بحیثیت قیدی

کے

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

میرے لئے یہ نئی بات ہے کہ میں کسی بزرگ ہستی کے محاسن بیان کرنے کی جرات کر رہا ہوں۔ دوسرے زبان وقلم سے بھی میری حیثیت بہت کمتر ہے جو مولانا احمد سعید مرحوم کی سی بلند شخصیت کو حاصل تھی ہندوستان کا یہ بلند پایا مقرر عالم دین قوم پرست، اور قید و بند کی مصیبتوں کا عادی ایک طرف اور دوسری طرف مجھ جیسا بے مایہ انسان جو ہر لحاظ سے کمتر درجہ رکھتا ہو وہ مولانا احمد سعید کے متعلق کچھ لکھے بڑا عجیب سا لگتا ہے۔ ہاں اگر یہ تحریر کسی محدود مجلس کے لئے ہوتی تو کوئی مضائقہ نہ تھا اب جبکہ کسی دوست کی خواہش پر یہ مضمون سپرد قلم کر رہا ہوں تو سوچتا ہوں کہ مولانا احمد سعید مرحوم کے بارے میں کونسی بات بیان کروں۔ جس پر مجھ کو قدرت حاصل ہے۔ اور جس کو میں بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔

میں نہ عالم دین ہوں نہ صاحب فکر سیاستداں نہ مقرر اور نہ کوئی اور بات مجھ میں ایسی ہے جو مجھے یہ جرات دلائے کہ میں کچھ لکھ سکوں جب یہ خیال دل میں آتا ہے اور میں غور کرتا ہوں کہ میں نے حضرت مولانا احمد سعید کو ایک ایسی جگہ قریب سے دیکھا ہے جہاں پہونچکر آدمی اپنی اصلی حالت پر قائم نہیں رہتا۔ اور جو اثر وہاں میں نے ان سے لیا ہے ان کے بیان کرنے پر مجھے کسقدر قدرت حاصل ہے اس لئے میں سوچتا ہوں کہ اگر وہی بیان کرسکوں تو بہتر ہوگا۔ اور اس بیان پر کسی کو کم از کم حرف گیری کا موقعہ نہ ملیگا۔

ورنہ ایک اخبار میں مضمون کا شائع ہونا بڑا اہم سوال ہے۔ اور پھر وہ مضمون ایک ایسی ہستی کے بارے میں ہو جس کے لئے میرے دل میں غائبانہ عقیدت ہے۔

گاہ گاہ باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

[آنسوؤں کے ساتھ برسوں یاد آنے کیلئے]

میں حضرت مولانا احمد سعید مرحوم کی جیل خانہ کی رفاقت کا ذکر چند الفاظ میں

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

سپرد قلم کرونگا اس سے شاید ان حضرات کو کچھ فائدہ حاصل ہو سکے جو ان سے عقیدت وشناسائی رکھتے ہیں۔ اور اگر کچھ بھی نہ ہو تو اتنا تو ضرور ہو گا کہ میری یاد ان کے نام کے ساتھ منسلک ہو جائے گی۔ پھر میری موت کے ساتھ بھی شاید مولانا کی یاد کا سلسلہ کچھ عرصہ قائم رہ جائے اکثر دیکھا گیا ہے کہ ہم مرنے والوں کی یاد پر تاثیر الفاظ میں بیان کرتے ہیں اور ان کمینوں کو بھول جانے کی کوشش کرتے ہیں جو ہماری نظر میں مرحوم کی یاد کے ساتھ وابستہ ہوتی ہیں۔ مگر میں آج صدق دل سے اپنی کوتاہیوں کو تسلیم کرنے کیلئے یہ سطور لکھ رہا ہوں۔ میں حضرت مولانا مرحوم کے ساتھ میانوالی جیل میں رہا ہوں میری سیاسی زندگی کی بنیاد ہی میانوالی کا جیل خانہ بنی ہے مجھے خوب یاد ہے کہ میں کیا تھا اور ۱۹۲۱ء کی قید نے مجھے کیا بنا دیا۔

میانوالی کا جیل خانہ

۲۵ والنٹیروں کا ایک دستہ امرتسر سے سول نافرمانی کے جرم میں سزایاب ہو کر جنوری ۱۹۲۲ء کی آخری تاریخوں میں میانوالی جیل میں رات کے وقت پہنچا میری عمر اس وقت ۱۸ سال تھی میں دنیا کے نشیب وفراز سے بے خبر نوجوان جس کو زمانہ کی عام تعلیم سے بھی کوئی سروکار نہ تھا۔ اور نوجوانوں کی عام زندگی سے بھی کوئی تعلق نہ تھا پہلی بار قید ہو کر پنجاب کے اس دور دراز ضلع میں پہونچا۔

صبح ہوئی تو جیل کی دیواروں پر نظر پڑی تو ہمیں یہ معلوم نہ تھا کہ کوئی دوسرا قیدی کا جو سیاسی جرم میں سزایاب ہوا اس جیل میں ہے۔

ہماری بارک کی دیوار کے دوسری طرف سے ایک آواز آئی کہ بھئی رنگروٹو ... دیکھا تو ایک قیدی جیل کا کمبل اوڑھے ہوئے اور لباس ... سفید داڑھی سرخ و سفید رنگ کربی آنکھیں آواز یوں کرار ... کہ ... گھبراؤ نہیں ...

www.KitaboSunnat.com

حلوہ کھلواؤ ان کا حلوہ ذرا صبر کرو معلوم ہوا کہ یہ مولانا عبداللہ دہلوی آنے والے ہیں۔ ہم لوگ بھی کھڑکیوں پر چڑھ کر دیکھنے لگے تو کوئی ایک قیدی جو جیل کی میں تھے نظر آئے ہم لوگوں نے ابھی جیل کے کپڑے نہیں پہنے تھے۔

مولانا نے چلا کر کہا دیکھو یہ مولانا احمد سعید دہلوی ہیں مولانا کا لباس بھی وہی تھا ایک کمبل اوڑھے ہوئے اور خاموش نظر آرہے تھے۔ اس سے پیشتر کچھ عرصہ پہلے میں امرتسر کے ایک تعلیمی جلسہ میں مولانا کی تقریر سن چکا تھا اور پھر ان کا نام بھی تمام ہندوستان میں بطور ناظم جمعیت علما مشہور تھا۔ یہ دیکھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ مولانا احمد سعید جیسا بلند پایا عالم بھی اس جیل میں موجود ہے۔ دوپہر کے بعد سب کے لئے دروازہ کھلا کہ دیکھیں حالانکہ جیل والوں نے کسی دوسری ضرورت کے ماتحت ایسا کیا تھا لیکن اسوقت میری دلچسپی کا مرکز مولانا احمد سعید تھے۔ دیکھا کہ ایک پیڑ کے نیچے بیٹھے ہوئے بان کی رسی بٹ رہے تھے ہاتھ زخمی تھے اور سردی اور تیز ہوا چل رہی تھی جسم کو کمبل سے چھپا رہے تھے میں نے قریب پہونچکر سلام عرض کیا متبسم ہونٹوں کے ساتھ جواب دیا وعلیکم السلام اور بغیر کچھ دریافت کئے چند کلمات میں ہمارے ساتھی والنٹیروں کی جو اسوقت وہاں موجود تھے حوصلہ افزائی فرمائی اور کہا بیٹا دیکھو میں بوڑھا یہاں بہت مزے میں ہوں تم نوجوان ہو بات ہی کیا ہے ہفتہ کے بعد ہی تو ہم لوگ قید گذار کر رہا ہونیوالے ہیں اور ابھی تو کئی بار آنا ہوگا۔ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ انتہائی تشنگی کی حالت میں ٹھنڈا پانی مل گیا ہو۔ بعد میں معلوم ہوا کہ مولانا احمد سعید کو انتہائی تکلیف ہے کہ کافی عرصہ سے پان نہیں ملا اور دانتوں میں جیل کے کھانے کیوجہ سے سوزش پیدا ہو گئی ہے۔ ہاتھ زخمی ہیں مگر جیل کا کام پورا کرتے ہیں پورے آٹھ چھٹانک رسی تیار کرتے ہیں پھر سب سے مشکل کام اس رسی کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صاف کرنا تھا جو بٹنے سے بھی مشکل تھا سو لانا وہ بھی کرتے اور اسی میں ان کا سارا دن کٹتا تھا۔

چند دن کے بعد قیدیوں میں امتیاز قائم کیا گیا کیونکہ اس زمانے کا جیل خانہ دوزخ سے بھی بدتر ہوتا تھا۔ اول لباس میں صرف ایک جوڑا تھا ایک کرتہ جو کولہوں تک کھلا بغیر آستین کے ہوتا تھا اور صرف ناف تک لمبا ہوتا تھا اس سے نیچے کے حصے کیلئے ایک ایسا لباس تھا جس کو اتنا ہی کہا جا سکتا ہے کہ لنگوٹ سے کچھ زیادہ بڑا تھا گلے میں لوہے کی تار کے ساتھ ایک لٹکتا ہوا لکڑی کا ٹکڑا ہوتا تھا جو قیدی کی نشانی کہا جاتا ہے جسمیں جرم اور قید کندہ ہوتی تھی۔ سر پر ایک ایسی ٹوپی جو خواہ مخواہ شکل بگاڑ دے۔ یہ ایک ہی جوڑا ہر قیدی کو ملتا تھا۔ اس کے سوائے کچھ نہ تھا نہانے کیلئے مشکل سونے کیلئے تکلیف۔ کپڑا تبدیل کرنے کیلئے کچھ نہیں کپڑا دھونے میں وقت صابن کا سوال مشکل تر اور دھونے کا ایسا انوکھا طریقہ تھا جس کو ہر قیدی کر نہیں سکتا تھا اگر اپنے کپڑے بھٹی میں ڈال دیئے تو پہننے کیلئے کچھ نہیں۔

دوسرے قیدی کچھ نہ کچھ کر لیتے تھے مگر۔ یاسی قیدی کیلئے انتہائی مشکل تھی ایسی حالت میں سب سے زیادہ تکلیف رفع حاجت کے سلسلہ میں پیش آتی تھی سب سے زیادہ تھی پانی لیجا نہیں سکتے اور سب کے ساتھ قطار میں بیٹھنا اور بالکل بے پردہ ہونا ضروری تھا یہ تھی اس جیل خانے کی حالت جس سے حضرت مولانا احمد سعید صاحب کو پہلے پہل پالا پڑا۔ اور مولانا نے نہایت صبر و سکون کے ساتھ وہاں کا وقت گذارا جیل کی زندگی کے ضمن میں اگر اس زمانے کی خوراک کا ذکر میں نہیں کرتا تو بات ادھوری رہ جائے گی پنجاب کے جیل خانہ کا کھانا ہر قیدی کیلئے یہ تھا صبح کے وقت خشک چنا اور دوپہر کو دو روٹی اور

www.KitaboSunnat.com

ایک سبزی رات تو دو روٹی اور دال ان دو روٹیوں کی بات بھی سن لیجئے۔ کہ یہ دو روٹیاں ساڑھے سات چھٹانک وزن کی ہوتی تھیں۔ جسمیں پانچ چھٹانک آٹا اور باقی ڈھائی چھٹانک پانی یہ تو قانون کے مطابق تھا درحقیقت یہ روٹی آدھی کچی ہوتی جسے کھانے کیلئے دانتوں کا زور لگانے کی ضرورت نہیں کھانا مشکل تھا اور پھر اگر دونوں ہاتھ بڑھا کر آپ روٹی نہ لیں تو وہ آدھی ادھر آدھی ادھر گر جاتی جیسا کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے ساتھ ہوا اب اس کا کیا بیان کروں اور وہ کچی سبزی جانوروں کے سامنے ڈالی جاتی تو وہ بھی اس کو قبول نہ کرتے۔ اس پر طرہ یہ کہ چھٹانک نام کو نہیں ہوتی تھی۔

شام کو کھانے کے ساتھ ایک دال آتی تھی جس کا ہمیشہ ایک ہی رنگ ہوتا تھا اور وہ رنگ سیاہ تھا لوہے کی بالٹی میں ڈالنے کے بعد وہ اور بھی سیاہی مائل ہو جاتی تھی مگر اس دال کا نام میں آج تک نہیں جانتا کیونکہ اس میں دال کا دانہ میں نے کبھی نہیں پایا تلاش کیا مگر مجھے کبھی نہیں ملا۔

ایک دلچسپ واقعہ

دال کے سلسلہ میں ایک دلچسپ واقعہ یاد آیا۔ ایک بار مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے یہ ناکام کوشش کی کہ دال کا پانی گرا کر نیچے سے جو دال نکلے اس سے وہ روٹیاں کھالیں مگر سارے کا سارا پانی گرانے کے بعد انہوں نے دیکھا تو برتن میں کچھ بھی نہ بچا تھا اب اور دال تو مل نہ سکتی تھی کیونکہ وہ لوگ جا چکے تھے اور کوٹھری میں بند ہونے کا وقت قریب تھا ایسی حالت میں کوئی صاحب یہ خیال نہ کریں کہ وہ کوئی دوسری چیز بھی مل سکتی تھی وہاں تو پیاز نمک مرچ وغیرہ بھی نہیں مل سکتا تھا۔ اگر کسی کے پاس مل جاتے تو یہ حیل میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جرم تھا اور اسکی سخت سزا تھی ۔

یہ سارا نقشہ میں نے اس لئے بیان کیا کہ خوراک اور لباس جو اس زمانے کے جیل خانے میں ملتا تھا اس سے دلی کے اس بلند پایا عالم کو دوچار ہونا پڑا ۔ مگر ہم نے کبھی ان کی زبان پر حرف شکایت نہیں دیکھا ۔ ان کے ساتھ ان کے دلی کے دوسرے رفقا رکار بھی تھے ایک تو ان کے ہم مقدمہ مسٹر عبدالعزیز انصاری تھے باقی لالہ شنکرلال دہلوی مولوی بقاء اللہ عثمانی پانی پتی صوفی اقبال احمد انصاری وغیرہ تھے ۔

کمرے کی تبدیلی

جب کمرے کی تبدیلی ہوئی تو ایک کمرے میں مندرجہ ذیل حضرات تبدیل کر دیئے گئے جن میں ایک ماہ بعد مجھے بھی منتقل کیا گیا ۔ یہی وہ مجلس تھی جس کا تذکرہ میں نے ابتدائی مضمون میں ماقبل پیرائے میں کیا ہے ۔

مولانا احمد سعید مرحوم ۔ عبدالعزیز انصاری ۔ مولانا داؤد غزنوی ۔ مولانا بقاء اللہ پانی پتی ۔ عبدالماجد سالک ۔ اختر علی خان ۔ راجہ غلام قادر خاں ۔ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری ۔ یہ اصحاب اس جیل میں تھے ۔ اور جو کبھی کبھار آتے رہتے تھے ۔ ان میں مولانا عبداللہ دہلوی آنیوالے مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی وغیرہ بھی تھے ۔ جن سے اکثر مجلسیں رہتی تھیں اور ان تمام مجالس کا مرکز مولانا احمد سعید ہی تھے ۔

محض کمرہ

میانوالی جیل میں ایک بارک محض کمرہ کے نام سے موسوم تھی جس میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مولانا احمد سعید اور ان کے باقی رفقاء کو منتقل کیا گیا تھا۔ اس کمرے کو ان حضرات کی وجہ سے خاص اہمیت حاصل تھی جیل خانہ کے افسران بھی ان حضرات کو عزت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ حضرت مولانا احمد سعید کی بزلہ سنجی اور لطیفہ گوئی اپنے رفقا کی تفریح طبع کیلئے اکثر دلچسپی کا باعث بن جایا کرتی تھی۔ اور وہ بھی یہ محسوس کرتے تھے کہ یہ جیل کا وقت اچھی طرح گذارنے کیلئے ہنستے کھیلتے رہنا وہ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کہ یہ جیل کی زندگی تب ہی ٹھیک گذر سکتی ہے۔ کہ ساتھیوں کیلئے کچھ مشغولیت اور کچھ تفریح کیلئے کرتے رہیں ورنہ اور کچھ نہیں تو ہم جیل والوں سے ٹکر لینے کی سوچتے رہیں گے۔ جیسا کہ میانوالی جیل میں اکثر ہوا۔ یہاں تک کہ جیل والوں نے قیدیوں پر لاٹھی تک بھی چلائی مگر مولانا کی مداخلت اکثر بچاؤ کا باعث ہوئی۔

ایک بار مولانا احمد سعید نے چوہا مار کر ڈوری میں باندھ کر دروازہ میں لٹکا دیا جب جیلر آیا۔ تو مولانا نے ازراہ مذاق کہا جیلر صاحب یہ دیکھئے میں نے چوہا مارا ہے فرمایئے کتنے دن کی معافی ملیگی جیلر نے کہا آپ تو عدم تشدد کے حامی ہیں۔ آپ نے تشدد کیوں کیا۔ مولانا کا یہ برجستہ جواب تھا۔ کہ صاحب یہ کونسا سرکاری ملازم تھا۔ جیلر صاحب مسکرا کر چلے گئے۔

جب گرمی کی شدت زیادہ ہوگئی۔ تو اتفاق سے مولانا احمد سعید صاحب کو تمام کھانے وغیرہ کی ذمہ داری سب کی طرف سے خود سنبھالنی پڑی۔ اس وقت تمام دن کا پروگرام یہ ہوگیا کہ صبح کا ناشتہ اپنی نگرانی میں تیار کرانا اور پھر کھانے کا تمام انتظام کرکے حتی کہ سب کو کھانا کھلا کر دو بجے کے بعد عبدالمجید سالک اور عبدالعزیز انصاری کو عربی پڑھاتے جس سے ان لوگوں کی عربی صلاحیت میں اضافہ ہوا۔

عصر کی نماز کے بعد آپ راشن لینے کیلئے جاتے تھے واپسی پر پھر کھانے کی نگرانی پھر تقسیم۔ اس کے بعد مولانا احمد سعید کی مجلس جمتی۔ جسمیں یہ سب حضرات

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باتیں کرتے۔ مگر دل کی یہ کھلی زبان کھلتی تو سب ان کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ یہ وہ وقت ہوتا جب وہ زندگی کے عملی پہلوؤں کو اجاگر کرتے۔ اور ان خوش فہمیوں کو دور کرتے چلے جاتے جو میرے جیسے معمولی سمجھ بوجھ کے نوجوان کو زندگی کے بارے میں ہوتی ہیں اکثر خاموشی سے مولانا کی باتیں پشت کی جانب بیٹھ کر سنتا۔ اور اپنے پرانے خیالات کی جگہ ان ٹھوس حقائق کو محفوظ کرتا جاتا جن سے مولانا کی زبان فیض ترجمان پردہ اٹھاتی۔ مولانا ان مجالس میں اکثر و بیشتر مولانا مفتی کفایت اللہ مرحوم کی بلند شخصیت کا ذکر فرماتے میں نے محسوس کیا کہ مولانا مفتی صاحب کی فکری صلاحیتوں کے بے حد قائل ہیں۔

ماہ رمضان

اب ہم لوگ تو سی کلاس سے اے کلاس میں آہی گئے تھے۔ اب ہی کلاس کی حالت بھی بدل چکی تھی۔ ماہ رمضان میں حکام نے نماز تراویح کی باجماعت ادائیگی کی اجازت دیدی تھی۔ نماز تراویح کے لئے پیش امام مولانا احمد سعید ہی مقرر ہوئے۔ اور اس طرح ہم لوگ ماہ رمضان کی برکتوں سے بہرہ مند ہوئے۔ اس عرصہ میں گاہے گاہے درس و تدریس کی مجلس بھی منعقد ہوتی رہتی تھی۔ پھر بعض تبلیغی مجالس کا انعقاد بھی ہوتا تھا۔ ان کے میر مجلس حضرت مولانا احمد سعید ہی ہوتے تھے۔ رمضان شریف میں ہی ایک روز دوپہر کے وقت مولانا نے چند ہی آدمیوں کی مجلس میں سیرت النبی صلعم پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ تب میں سمجھا کہ مولانا احمد سعید جو سیاسی میدان میں بہت آگے جا چکے ہیں۔ صرف سیاسی رہنما ہی نہیں۔ بلکہ ان کے دل میں اپنے آقائے نامدار حضور رسول اللہ صلعم کیلئے بھی گہری عقیدت ہے۔

مجھے وہ چھوٹی سی مجلس آج بھی اسی طرح یاد ہے۔ کہ مولانا احمد سعید حضور سرور کائنات فخر موجودات کی قدسی زندگی کے صرف ایک چھوٹے سے گوشے پر روشنی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ڈال رہے تھے۔ مگر ایک ایک لفظ کے اندر عقیدت و محبت کا بے پناہ سمندر تھا۔ ان کے منہ سے موتی جھڑ رہے تھے۔ میں نے بھی بہت سے موتی اپنے دامن میں میانوالی جیل کی انہیں مجلسوں میں جمع کئے تھے۔ جن کے روح رواں مولانا احمد سعید تھے۔

تنازعہ اور صفائی

عید الفطر سے دو دن پہلے مولانا احمد سعید سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے مذاق میں کسی بات پر ناراض ہو گئے۔ اور یہ عہد کیا کہ میں تین دن تک تم سے بات نہیں کرونگا دوسری جانب جو عید کی تیاری ہو رہی تھی اس کے انچارج مولانا عبداللہ آنے والے تھے۔ ان سے اسی بات پر عبدالعزیز انصاری بگڑ گئے۔ اب کیا تھا جو عید تھی۔ اور ہمارے وارڈ کے اندر خاموشی تھی۔ اور ہر شخص یہ سوچ رہا تھا کہ اب تو عید کی تمام خوشی خاک میں ملجائیگی۔

شاہ صاحب ادھر ناراض کہ مولانا نے دو دن سے مجھ سے بات کیوں نہیں کی۔ ادھر انصاری صاحب کا غصہ بہر کیف جب صبح ہوئی تو مولانا نے غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کیا۔ تو سب سے پہلے عطاء اللہ شاہ بخاری کے کمرے میں گئے اور ان کو گلے لگا کر بہت ہنسے اور کہا بس ایک ہی جیت میں سہاگ کھڑے ہو گئے۔ اور ساتھ ہی انصاری صاحب کے کان میں کچھ کہا۔ وہ بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور عید کی نماز جیل کے میدان میں ادا کی گئی۔

لکھنے کو تو بہت کچھ ہے۔ کیا لکھوں اور کیا نہ لکھوں۔ اسی پر بس کرتا ہوں کہ اب نظر کا ہے کو آئیں گی یہ تصویریں کہیں۔ یہ تمام قافلہ کوچ کر گیا۔ دہلی کی آخری یادگار مولانا احمد سعید بھی چلے گئے۔ اب رہے نام اللہ کا۔

گاہ گاہ آراستہ ہوتے ہیں جلسے عیش کے
آنسوؤں کے ساتھ برسوں یاد آنے کیلئے

ختم شد

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۷۸۶

۱: جمعیۃ علماء ہند کا بانی اور اس کا معمار

اوّل

۲: حضرت مفتی صاحب اور حضرت مولانا انور شاہ صاحب

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پہلی جنگ عظیم میں ہندوستان کے تمام مقتدر مسلمان رہنما نظر بند کر دیئے گئے تھے۔ اور حضرت مولانا شیخ الہند محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیوبندی اور آپ کے رفقاء کار حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی حضرت مولانا فرید کوٹ صاحب مولانا حکیم نصرت حسین مرحوم مولانا وحید احمد صاحب مرحوم کو مکہ معظمہ سے گرفتار کر کے مالٹا پہونچا دیا گیا اور آپ کے جو ساتھی ہندوستان میں تھے وہ تقریباً سب کے سب ہندوستان میں نظر بند کر دیئے گئے۔ مولانا محمد علی مرحوم مولانا شوکت علی مرحوم اور مولانا ابوالکلام صاحب آزاد کو بھی حکومت ہند نے گرفتار کر کے ہندوستان کے مختلف مقامات پر نظر بند کرایا تھا حکومت کی اس متشددانہ پالیسی کے باوجود جن حضرات نے حوصلہ اور پامردی کے ساتھ ملک کی رہنمائی کی ان میں سب سے پہلے مفتی اعظم محمد کفایت اللہ صاحب مرحوم تھے اور آپ کے ساتھیوں میں ڈاکٹر مختار احمد انصاری مرحوم حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم اور حضرت مولانا عبدالباری صاحب مرحوم فرنگی محل کے اسمائے گرامی ہندوستان کی تاریخ سیاست کے صفحہ اول پر نظر آتے ہیں برطانوی استعمار کے خلاف نظر بندوں کی رہائی کے مطالبہ کے عنوان سے تحریک کو منظم طریقہ سے چلانے کا فیصلہ کیا گیا۔ چنانچہ ہندوستان میں جو لوگ تھے انہوں نے اس تحریک کو چلایا۔ اسوقت حضرت مفتی کفایت صاحب مرحوم کے ذہن میں جمعیۃ علماء ہند کے بنانے کا خیال آیا۔ اگرچہ اس سے پہلے مولانا عبدالباری صاحب مرحوم نے علماء ہند کے نام سے ایک جماعت کے بنائے جانے کا خیال ظاہر کیا تھا۔ لیکن وہ اپنی کثیر مصروفیتوں کی وجہ سے اسطرف دھیان نہ دے سکے حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب مرحوم نے جمعیۃ علماء ہند کی داغ بیل ۱۹۱۹ء میں دہلی میں ڈالی اس کے قیام اور انتظام و انصرام میں حضرت مولانا احمد سعید صاحب حضرت مفتی صاحب مرحوم کے شریک کار تھے۔ چنانچہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حضرت مفتی صاحب کی دعوت پر ہندوستان کے تمام صوبوں سے چیدہ چیدہ علماء دہلی تشریف لائے تھے میں خود اس بنیادی اجلاس میں شریک نہیں ہو سکا لیکن لدھیانہ سے میرے حقیقی پھوپھی زاد بھائی مولانا محمد عبد اللہ اور مولوی حفیظ اللہ صاحب نے شرکت کی۔ لکھنؤ سے حضرت مولانا عبد الباری صاحب مرحوم تشریف لائے ہوئے تھے۔ علماء کے اس نمائندہ اجلاس نے حضرت مفتی کفایت اللہ مرحوم کو جمیعۃ علماء ہند کا صدر منتخب کیا۔ اور حضرت مولانا احمد سعید صاحب کو ناظم اعلیٰ بنا دیا گیا۔

اس سے کچھ عرصہ پہلے خلافت کمیٹی کا قیام عمل میں لایا گیا تھا اس کے بنانے میں بھی حضرت مفتی صاحب کا بڑا ہاتھ تھا۔ اسمیں حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محل حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم ڈاکٹر انصاری مرحوم مولانا حسرت موہانی مرحوم مولانا عارف ہسوی سب حضرات مفتی صاحب کے شریک کار تھے۔ انہی دنوں گاندھی جی نے کانگریس کے کام کی ابتدا کی۔ اس کام میں گاندھی جی کے سب سے زیادہ مشیر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ان دنوں علی برادران اور مولانا آزاد جیل میں تھے۔ جیسا کہ اوپر ذکر کر چکا ہوں کام کی اہمیت نے اور اخبارات نے مفتی صاحب کے نام کا تعارف ملک بھر میں کرا دیا اہل علم وہ مسلم تھے یا غیر مسلم مفتی صاحب کے علم و دانش کے قائل ہو گئے تھے۔

دسمبر ۱۹۱۹ء میں امرتسر میں کانگریس کا سالانہ اجلاس ہوا اسوقت ہندوستان کے تمام سیاسی نظر بند رہا کر دیئے گئے تھے۔ لیکن شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھیوں کو رہا نہیں کیا گیا اور یہ بدستور مالٹا میں نظر بند رہے ہندوستان کے تمام رہا شدہ رہنما کانگریس کے اجلاس میں شریک ہونے کیلئے امرتسر پہونچ گئے۔ اسوقت مسلم لیگ کانگریس کا ایک حصہ سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ مسلم لیگ کا اجلاس بھی کانگریس کے اجلاس کے ساتھ حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی صدارت میں بہت شان و شوکت سے ہوا۔

مولانا ابوالکلام آزاد رہائی کے بعد امرتسر تشریف نہیں لے گئے۔ اس لئے کہ آپ کی رہائی ایسے وقت میں ہوئی جبکہ آپ امرتسر پہونچکر اجلاس میں شریک نہیں ہو سکتے تھے۔ البتہ علی برادران نظربندی سے رہا ہوتے ہی سیدھے امرتسر پہونچے اور وہیں گاندھی جی سے پہلی ملاقات ہوئی۔ اس زمانے میں جمعیتہ علماء ہند کی دوسری نشست ہوئی جمعیتہ کی اس میٹنگ میں بھی میں شریک تھا۔ ستر اسی کے قریب ہندوستان کے مقتدر سرکردہ علماء شریک ہوئے میٹنگ امرتسر کے ایک بہت بڑے رئیس میاں محمد شریف مرحوم کی کوٹھی پر ہوئی۔ حضرت مفتی صاحب اور تمام علماء چونکہ طلباء پروپیگنڈسٹ نہیں تھے تصوف اور درویشی کا طبیعتوں پر اثر غالب تھا اس لئے یہ حضرات اسوقت عوام میں نمایاں نہ ہو سکے۔ اور نہ ہی نمایاں ہونا چاہتے تھے اس لئے عوامی لیڈرشپ امرتسر میں علی برادران کی طرف منتقل ہوگئی اور خلافت کمیٹی کا پہلا اجلاس کانگریس کے پنڈال میں منعقد ہوا۔ مگر اس موقعہ پر جمعیتہ علماء ہند کا کھلا اجلاس امرتسر میں نہیں ہوا لیکن جمعیتہ علماء کا آئین اور آئندہ طریق کار امرتسر میں ہی تیار ہوا۔ جمعیتہ کا آئین اور طریق کار مرتب کرنا بہت مشکل مسئلہ تھا مگر بقول مولانا عبدالباری مرحوم اگر یہ کام مفتی کفایت اللہ صاحب کے سپرد کر دیا جائے تو یہ مسودہ چند گھنٹوں میں مفتی صاحب تیار کر دیں۔ واقعی جمعیتہ علماء کیلئے ایک آئین اور آئندہ طریق کار کا مسودہ تیار کر کے علماء کے سامنے پیش کرنا اگرچہ یہ اجلاس مختصر تھا مگر فہم اور دور بینائی کے اعتبار سے بہت ہی اہم تھا۔ ۱۹۱۹ء سے لیکر ۱۹۳۸ء تک مسلسل ۱۹ برس مفتی صاحب جمعیتہ کے صدر رہے رات میں کام کرنا ان کی طبیعت کا خاص وصف تھا۔

آپ کا آل انڈیا خلافت کمیٹی کی ورکنگ کمیٹی کے ہمیشہ ممبر رہے۔ ورکنگ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کمیٹی میں آپ نے بڑے بڑے الجھے ہوئے مسائل کو منٹوں میں حل کر دیا آپ نے کانگریس خلافت کمیٹی اور جمعیتہ علماء میں رہ کر جن جن مسائل میں رہنمائی فرمائی اسکا اندازہ صرف ان ہی حضرات کو ہو سکتا ہے جو آپ کے ہر وقت کو ساتھی تھے لیکن دنیا نے کبھی بھی مفتی صاحب کے نام کو ان کے کاموں کے ساتھ شہرت کی جگہ پر نہیں پایا وہ مٹ کر کام کرنیکے عادی تھے۔

جمعیتہ علما کا حقیقی وجود اور اس کی تعمیر میں مفتی صاحب کے ہاتھوں سے ہوئی اور مولانا احمد سعید صاحب نے پورے اخلاص اور پائیداری سے مفتی صاحب مرحوم کا ہمیشہ ساتھ دیا مفتی صاحب اپنے ساتھیوں اور اچھے کام کرنیوالوں کو آگے بڑھا کر خوش ہوتے تھے بہت سے غلط کار آدمیوں کو محبت اور پیار سے سیدھے راستہ پر ڈال دیا اگر میں یہ کہوں کہ آپ اپنے وقت میں آفتاب سیاست تھے تو اس میں کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا اور کون ہے جو اس کی شعاؤں کی روشنی میں ملک کی رہنمائی نہیں کرتا رہا۔ اور آج بھی سوائے چند ایک کے اس آفتاب سیاست کے غروب ہونے کے بعد صحیح راستے میں تلاش میں دشواریاں محسوس نہیں کرتے۔

جہاں آپ کو فہم سا کیوجہ سے سیاسیات میں غیر معمولی درجہ حاصل تھا۔ جہاں آپ کی شخصیت کو بحیثیت عالم دین ہونے نمایاں حیثیت حاصل تھی علم دین میں آپ کا درجہ کتنا بلند تھا اسکا اندازہ آپ کو حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ مفتی صاحب مرحوم کا ذکر کرتے تو ان کو عالم الدین والدنیا مفتی کفایت اللہ فرمایا کرتے تحریک خلافت میں حکیم اجمل خانصاحب مرحوم ڈاکٹر انصاری مرحوم اور گاندھی جی نے جیل جانے سے روک دیا تھا لیکن ۱۹۳۰ء کی تحریک سول نافرمانی میں مفتی صاحب بحیثیت کانگریس کی ورکنگ کمیٹی کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ممبر جیل میں تشریف لے گئے۔ تقریباً چھ ماہ مجھے آپ کی خدمت کرنیکا موقعہ ملا اس کے بعد دوسری مرتبہ ۱۹۳۱ء میں آپ کو پھر ڈیڑھ سال کیلئے جیل میں بند کر دیا گیا اور آپ کو دہلی جیل سے سنٹرل جیل ملتان میں بھیج دیا گیا۔ چنانچہ اس مرتبہ مجھے ایک سال آپ کی خدمت میں رہنے کا موقعہ ملا۔ میری سزا ایک سال تھی اور مجھے لاہور جیل سے ملتان جیل میں منتقل کر دیا گیا۔ مجھے جسقدر آپ کا قرب حاصل ہوتا گیا اتنی ہی آپ کی عقیدت، عزت اور محبت میرے دل میں گھر کرتی گئی۔ آپ نے اپنے ساتھیوں کے علاوہ جیل میں اخلاقی قیدیوں سے بھی ہمیشہ محبت اور شفقت سے پیش آئے۔ آپ جیل میں ان قیدیوں کی خدمت کرتے اور ان کے کپڑوں کی مرمت جو ان کو ان کی خدمت کیلئے ملے ہوئے تھے ایک مرتبہ آپنے اس کی وجہ بھی بیان فرمائی کہ یہی ہماری طرح قیدی ہیں ہمیں ان سے کام لینے کا حق نہیں یہ حکومت کا جبر و قہر ہے کہ ان کو اس طرح ہماری خدمت کیلئے معین کر رکھا ہے۔ اس کی تلافی اسی صورت سے ہو سکتی ہے کہ ہم بھی ان کی خدمت کریں۔ یہ ایک شرعی نکتہ تھا۔ اس کے علاوہ واقعہ یہ ہے کہ آپ کو کسی شخص کا کوئی کام کرنا کبھی بوجھ نہیں معلوم ہوتا تھا۔ ۱۹۳۷ء میں سلطان ابن سعود کے پاس جمعیۃ علما کا ایک وفد بھیجا گیا جس کے صدر حضرت مفتی صاحب مرحوم تھے۔

یہ وفد حج کے موقعہ پر گیا تھا میں اس سفر میں بھی آپ کا ساتھی تھا۔ اس پورے سفر میں مفتی صاحب کی استقامت تقویٰ اور دیانت داری کا جو منظر میں نے دیکھا وہ حیرت انگیز تھا ہم نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کیلئے اونٹوں پر سفر اختیار کیا ہر منزل پر ساتھی تکان کی وجہ سے آرام کرتے یا سو جاتے تھے لیکن مفتی صاحب سب کے لئے کھانا پکاتے تھے اور تیار کرنے میں مصروف ہو جاتے اس تمام سفر میں کبھی آپ کی پیشانی پر کسی نے کبھی بل آتے نہیں دیکھا۔ اور نہ ہی آپ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے مشاغل دینی اور معمولات میں کسی دن فرق نہ آیا۔

علاوہ فقیہہ ہونے کے فہم قرآن میں بھی آپ کا درجہ بہت بلند تھا جب کبھی مشکل مقامات میں نے مفتی صاحب کے سامنے پیش کئے اسے آپ نے فوراً حل فرما دیا ملتان جیل میں آپ نے ترجمہ کی ابتدا کی افسوس کہ یہ بات آگے نہ بڑھ سکی۔

حضرت مفتی صاحب کے یہ مختصر حالات میں نے بیماری کی حالت میں لکھوائے ہیں اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کو جنت الفردوس میں بلند مرتبے عطا فرمائے اور ہمیں ان کے نقش پہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین (حبیب الرحمٰن لدھیانوی)

ختم شدہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آج سے بائیس تیئس برس پہلے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے واقفیت اس ماحول میں ہوئی جو مدرسہ امینیہ دہلی میں حضرت مفتی صاحب اور حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کاشمیری کے نقوش قدسیہ سے قائم تھا جاننے والے جانتے ہیں کہ اپنے وقت کے ان دو بے مثال عالموں میں گہرے مخلصانہ اور بے تکلفانہ تعلقات قائم تھے جو اس وقت کی سردی گرمی کے باوجود ایک رفتار پر قائم رہے۔ ہر دو بزرگوں کے ان تعلقات کی بنیاد یہ تھی کہ دونوں سیدنا حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ اور ہند دار العلوم کے فاضل تھے۔

دونوں مذہبی اور سیاسی عقائد میں فکر و مذاق کی یکسانیت رکھتے تھے دونوں جمعیۃ علماء کے صف اول کے رہنما تھے، دونوں علم و فضل کے بحر بیکراں کے شناور تھے۔ اور دونوں ایک دوسرے کی علمی اور عملی صلاحیتوں اور کمالات کے مرتبہ شناس تھے حضرت علامہ انور شاہ کاشمیری نے اگر عالم الدین والدنیا کہہ کر مفتی صاحب کو خراج تحسین ادا کیا اور مختلف مواقع پر ان کے متعلق مدح و تعریف کے وہ کلمات کہے جو اپنے معاصرین میں سے کسی شخص کے متعلق ان کی زبان پر نہیں آئے تو حضرت مفتی صاحب نے بھی حضرت شاہ صاحب کی رفاقت و دوستی کا حق ادا کیا ہمیشہ ان کے احترام میں اپنی آنکھیں بچھائیں ہمیشہ ذاتی معاملات میں انہیں خیرخواہانہ مشوروں سے، مستفید فرمایا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ حضرت شاہ صاحب کی وفات جون ۱۹۳۳ء پر حضرت مفتی صاحب مرحوم نے سہ روزہ الجمعیۃ میں خود اپنے قلم سے تعزیتی اداریہ سپرد قلم فرمایا تھا۔ اور اس حادثہ عظیم پر اپنے دلی تاثرات کا اظہار کچھ ایسے وزنی اور الفاظ میں فرمایا تھا آج تک میں اپنے قلب و دماغ میں ان کا اثر محسوس کرتا ہوں۔

آج سے پچاس سال پہلے دار العلوم دیوبند کے انعامی جلسہ منعقدہ ۱۹۰۳ء سے پہلے کی بات ہے دار العلوم سے چند نو عمر فاضل نکلے مولوی امین الدین صاحب

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مولوی محمد کفایت اللہ صاحب شاہجہاں پوری مولوی محمد قاسم صاحب دیوبندی اور محمد ضیاالحق صاحب ابتداء میں ان حضرات نے مختلف مقامات پر کام کیا پھر اس ارادہ سے دہلی میں جمع ہو گئے کہ یہاں ایک مدرسہ امینیہ قائم کریں گے اور فکر ونظر کی آزادی کے ساتھ دینی اور علمی خدمت انجام دیں گے۔ سنہری مسجد دہلی میں انہوں نے مدرسہ امینیہ کے نام سے ایک چھوٹا سا مدرسہ قائم کیا مولوی امین الدین صاحب اس مدرسہ کے مہتمم قرار پائے مولوی محمد قاسم اور مولوی ضیاالحق صاحب مدرس اور مولوی محمد کفایت اللہ صاحب صدر مدرس دہلی میں اسوقت فتحپوری مسجد کے مدرسہ میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم مولانا عبد   صاحب دیوبندی مرحوم اور مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی مدرس بن کر آ گئے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا عبد صاحب رحلت فرما چکے ہیں اس قافلہ کے صرف ایک مسافر مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی دیوبند میں موجود ہیں۔ انہوں نے ہی حضرت مفتی صاحب کے انتقال کے بعد ہمیں سنایا کہ سنہری مسجد میں مفتی صاحب مدرسہ کا اہتمام وانتظام کس طرح کرتے تھے اور بے مائیگی اور بے سروسامانی کے باوجود یہ حضرات کس طرح اپنے مقصد پر ڈٹے رہے انہوں نے کتنی تکلیفیں جھیلیں مگر نہ ایک دوسرے سے جدا ہوئے اور نہ اپنے مدرسہ کا خالص دینی مسلک اور سادہ وصاف زندگی راہ سے ہٹایا امینیہ کے قیام کے کچھ عرصہ بعد حضرت مفتی صاحب مرحوم نے حضرت مولانا انور شاہ صاحب کو بھی اپنے پاس بلایا جو دارالعلوم سے فراغت اور سفر حجاز کر چکے تھے۔ اور کامیابی کے ساتھ درس وافتاء اور وعظ

اور وعظ تقریر کی خدمت انجام دے رہے تھے۔ امینیہ کے پاس اسوقت نہ کوئی عمارت تھی اور نہ چندہ و دفتر تھا اور نہ کتب خانہ نہ مطبخ تھا اور نہ دارالاقامہ مگر یہ چند نوخیز علماء جنہیں مستقبل میں رازی و غزالی اور ابن رفیق السید ابن تمرد ابن

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہمام کی حیثیت حاصل کر لی تھی۔ روکھی سوکھی روٹیوں پر سنہری مسجد میں جمع رہے دس اور
پندرہ روپے ماہوار سے زیادہ کسی مدرس کی تنخواہ نہیں تھی۔ اور یہ معمولی سی تنخواہ بھی
آمدنی کے باعث کئی کئی ماہ تک نہیں ملتی تھی آج کے دور میں جب امیرانہ شان
وشوکت اور موٹر بنگلہ فرنیچر ریڈیو اور ٹیلیفون کے ساتھ چند تقریریں کرنے اور چند
بیانات شائع کرنے کو بہت بڑا ایثار اور بہت بڑی قومی و ملی خدمت کہا جاتا
ہے چالیس پچاس سال پہلے کے اس تصور کو کون سمجھ سکتا ہے کہ چند نوجوان جنکی
جبینوں میں مستقبل کی عظمت کامیابی اور عظیم الشان شخصیت کا نور جھلک رہا تھا روٹیوں
سے محتاج لباس سے محروم اور ضروریات زندگی کی فراہمی سے مجبور مطلق بے مائگی
اور تہی دستی کے ساتھ سنہری مسجد میں جمع تھے اور دینی علوم کی خدمت کیلئے اپنے
دن رات ایک کر رہے تھے۔ مظفر نگر میں حکیم فتح محمد خاں صاحب حضرت شاہ صاحب
کی درس زندگی کے ایک شاگرد اب تک موجود ہیں علاج کے سلسلہ میں کئی دفعہ حکیم
صاحب کے پاس جانیکا اتفاق ہوا اور اس دور کے کچھ حالات ان سے بھی سنے حکیم
صاحب کی یہ بات بھی مجھے نہیں بھولتی کہ اسوقت ادب عربی اور فنون میں ڈپٹی نذیر
احمد صاحب مرحوم کی قابلیت مسلم تھی اور دہلی میں انہی کا ڈنکا بجتا تھا۔
میں شرح چغمینی سے ان کی خدمت میں حاضر ہوا مگر انہوں نے پیرانہ
سالی کبیرہ سے اس محنت سے معذوری ظاہر کی حکیم صاحب کہتے تھے کہ پھر میں سنہری
مسجد میں شاہ صاحب کے پاس گیا اور یہ کتاب انہی سے پڑھی۔

حضرت شاہ صاحب چند سال امینیہ میں رہے پھر اپنے استاد حضرت
شیخ الہند کے ارشاد اور مولانا حافظ محمد احمد صاحب اور مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی
کی تجویز پر دار العلوم میں تشریف لائے مگر مفتی صاحب سے آخر دم تک بہترین
تعلقات قائم رہے۔ حضرت شاہ صاحب اپنی وفات سے ۲ سال پہلے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دارالعلوم سے جدا ہو کر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل تشریف لے گئے تھے اس ہجرت میں حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مولانا شبیر احمد صاحب مولانا محمد جعفر الرحمٰن صاحب مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب حضرت شاہ صاحب کے ہم قدم تھے ڈابھیل آتے جاتے ہوئے حضرت شاہ صاحب ایک دو روز امینیہ میں مفتی صاحب کے پاس ضرور قیام فرماتے تھے۔ یہ بات آج سے تیس بائیس سال پہلے کی ہے مگر تصور کی نگاہ اس منظر کو اب بھی دیکھ رہی ہے۔ کہ صبح ۱۰ بجے حضرت شاہ صاحب کشمیری دروازے میں امینیہ کی عمارت کے سامنے تانگہ سے اترے اور بڑی بے تکلفی کے ساتھ مدرسہ کے مہمان خانے میں تشریف لے گئے حضرت شاہ صاحب کے ساتھ ۱۰ سال کی عمر کا ایک بچہ بھی تھا مدرسہ کی بالائی منزل پر اپنے کمرے میں کتابوں اور کاغذوں کے ڈھیر میں عینک لگائے ایک صاحب کو بیٹھے دیکھا قریب پہونچا تو یاد آیا کہ ابھی ایک دو سال پہلے انجمن خدام الدین لاہور کے جلسہ میں ان صاحب نے بھی تقریر کی تھی۔ ان صاحب سے کسی نے کہا کہ حضرت شاہ صاحب تشریف لائے ہیں۔ بڑے شوق و محنت کے ساتھ یہ صاحب اٹھے اور مہمان خانہ میں آکر شاہ صاحب سے برادرانہ بے تکلفی مگر کمال متانت و سنجیدگی کے ساتھ ملے۔ دوپہر کا کھانا مفتی صاحب کیلئے گھر سے آتا تھا مگر شاہ صاحب کی مہمانداری امینیہ میں ہوتی تھی۔ اور مہمان خانہ ہی میں کوئی صاحب کھانا تیار کرتے۔ اور دونوں دوست جمع ہو کر کھانا کھاتے شاہ صاحب کو اپنے ذاتی معاملات میں مفتی صاحب کی رائے پر اعتماد کامل تھا اپنے گھر کی ضروری باتیں بھی مفتی صاحب سے فرماتے اور ان سے مشورہ لیتے کسی موقعہ پر شاہ صاحب کی اہلیہ نے اپنی بچیوں کیلئے کچھ زیور اور کپڑے مہیا کرنے کی فرمائش کی اچھی طرح یاد ہے کہ دہلی پہونچکر حضرت شاہ صاحب نے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مفتی صاحب سے اس کا ذکر فرمایا اور ان کا دانشمندانہ مشورہ حاصل کیا دیوبند میں حضرت مفتی صاحب ایک دفعہ حضرت شاہ صاحب کے گھر پر تشریف فرما تھے مکان سے متصل شاہ صاحب کی ایک افتادہ زمین تھی وہاں لیجا کر مفتی صاحب نے انکار فرمایا اور شاہ صاحب سے پوچھا کہ حضرت یہاں ایک چھوٹا سا مکان بنوانے کیلئے بنوانے کا ارادہ ہے مفتی صاحب نے انکار فرمایا اور شاہ صاحب نے پھر کبھی اس ارادہ کا اعادہ نہیں کیا۔ ان واقعات سے دونوں کے باہمی تعلقات کی پختگی کا اندازہ کیجئے۔

میں نے ابھی عرض کیا تھا کہ حضرت شاہ صاحب آخر زندگی میں بعض انتظامی مسائل میں اختلافات کی وجہ سے دارالعلوم سے الگ ہو کر ڈابھیل تشریف لے گئے تھے جن مسائل میں انہیں ذمہ داران دارالعلوم کی مجلس شوریٰ میں کارگزار ارکان جمع کئے جائیں حضرت شاہ صاحب نے حضرت مفتی صاحب حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی مدظلہ اور حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کو ممبری میں لینے کا واضح الفاظ میں مطالبہ فرمایا تھا حضرت مفتی صاحب اپنے اعتدال مگر سنجیدگی و متانت حق گوئی اور مختلف الخیال افراد کو باہم جمع کر لینے کی صلاحیت میں مشہور ہیں ان کی ان صفات کا بڑا اچھا مظاہرہ دارالعلوم دیوبند کے اس زمانہ اختلاف میں ہوا جس کا میں ذکر کر رہا ہوں۔ ایک طرف حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب اور مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی سے بھی ان کے تعلقات تھے۔ اور دوسری طرف حضرت شاہ صاحب اور ان کی جماعت کے بھی معتمد تھے اختلاف کو سمجھانے کی کوشش کی اور کئی دفعہ بڑے خطرناک کو اپنے تدبر و تفکر سے پیچھے ہٹا دیا مگر معاملات میں جانبداری کی جو کبھی پیدا نہیں ہوئی۔ خالص تعمیری نقطہ نظر سے دارالعلوم کے مفاد کی حفاظت فرمائی۔ شخصیات سے کبھی اپنا دامن آلودہ نہیں ہونے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دیا اور پھر دو مخالف طاقتوں سے اس طرح نباہ کی کہ حق گوئی کے باوجود دونوں کی نگاہ میں معزز و مکرم رہے۔ دنیاوی معاملات کا تجربہ رکھنے والے حضرات سمجھ سکتے ہیں کہ دو فریقوں کے درمیان حق گوئی کے ساتھ اپنی آزادانہ اور غیر جانبدارانہ رائے کو محفوظ رکھنا اور پھر دونوں کی نگاہ میں مقبول رہنا کتنا مشکل کام ہے۔

مجھے یہ یاد نہیں کہ یہ طوفان کی اسادت کے وقت کا واقعہ ہے یا گجرات کا بہرحال حضرت مفتی صاحب جیل تحریک کشمیر کے سلسلہ میں کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کی امداد کیلئے رنگون سے آئی ہوئی ایک امدادی رقم ان کے پاس تھی جو کئی ہزار پر مشتمل تھی۔ جیل جانے سے پہلے حضرت مفتی صاحب نے اپنے صاحبزادہ مولانا حفظ الرحمٰن واصف کو تاکید فرمائی کہ یہ رقم حضرت شاہ صاحب کے پاس منتقل کر دی جائے وہ اس کے مصرف میں اسے خرچ کریں گے۔ اور واصف صاحب نے حکومت کی قید و بند سے بچ بچا کر آہستہ آہستہ یہ رقم حضرت شاہ صاحب کو سپرد کی۔ یہ واقعہ بہت پرانا ہے۔ مگر بعض اوقات حافظہ میں اپنا اتنا گہرا اثر چھوڑ جاتے ہیں کہ وہ سال کی گرد ان کی تروتازگی کو فنا نہیں کر سکتی۔

دیوبند میں تھانہ سے کھلا ہوا حضرت مفتی صاحب کا ایک کارڈ آیا کہ میں کل شام جیل سے رہا کر دیا گیا ہوں۔ آج دہلی روانہ ہو رہا ہوں پرسوں صبح دہلی پہونچونگا۔ یہ دو سطریں حضرت شاہ صاحب کے لئے ایک پیغام مسرت ثابت ہوئیں۔ وسیع علمی مشاغل اور بے حد سنجیدگی و وقار کے باوجود مسکراہٹ ان کے چہرہ پر پھیل گئی۔ فرط مسرت سے غنچہ نورس کی طرح کھل کھل گئے۔ تیسرے دن دہلی تشریف لے گئے اور امینیہ کے دروازہ پر علم و فضل کے یہ دو سرمایہ دار پرتپاک طریقہ پر ایک دوسرے سے ملے۔ حضرت مفتی صاحب نے عرصہ کے ان تعلقات کی پاسداری اس حد تک فرمائی کہ شاہ صاحب سے پہلے حضرت شاہ صاحب کا چھوڑا ہوا بچا نظر جب دہلی گیا تو اس کے ماہانہ اخراجات

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کا انتظام مفتی صاحب نے فرمایا۔ وہ برابر اسے اپنے پاس بلا کر خرچ کیلئے ضروری رقم دیتے رہے اور قدم قدم پر اس کی اصلاح و تربیت کا خیال رکھا۔ پھر جب کبھی اتفاق سے انہیں دہلی سے خط لکھا تو واپسی ڈاک سے جواب عنایت فرمایا اس کی والدہ اور بہن بھائیوں کی خیریت اور حالات دریافت فرماتے رہے۔

دنیا کی بے ثباتی اور فنا پذیری موت کی گرم بازاری اور درد ناک سانحات کی کثرت نے ولولۂ حیات کو سرد کر دیا ہے۔ کہنا چاہیئے کہ دل بالکل مر گیا ہے طبیعت بجھ گئی ہے۔ اب نہ جینے کی آرزو ہے اور نہ اسباب زندگی کا شوق جن بزرگوں کے زیر سایہ زندگی کی آنکھ کھولی اور جوانی کا قدم اٹھایا تھا جن کے دامن علم و فضل پر ہمارے بچپن نے شوخیاں کی تھیں اور جن کے کلمات جو صلہ افزا اور محبت آمیز نظروں سے ہم بے شوروں ناسمجھوں اور نامرادوں نے کام کرنے کے ولولے حاصل کئے تھے آج ان میں سے کتنے نکہت گل کی طرح وہ تاچمن میں بکھر کر رہ گئے ہیں کتنے شہاب ثاقب کیطرح آسمان سے نیچے گر کر ٹوٹ گئے ہیں۔ کتنی شمعیں سحر ہی کر بجھ گئے ہیں کتنے آفتاب سر کوہ کیطرح ڈوب گئے ہیں۔ اپنا سب کچھ لٹ جانے کے بعد بھی اگر انسان اپنے دل کو زخمی اور مجروح نہ پاتے تو اور کیا ہو سچ کہا ہے حفیظ جالندھری نے کہ احباب ہی نہیں ہیں تو کیا زندگی حفیظ۔ دنیا چلی گئی میری دنیا لئے ہوئے۔ آج دل افسردہ اپنے بزرگوں کے مزارات پر ہجر و فراق کے آنسو بہا رہا ہے۔ نگاہ میں ایثار و تقویٰ کی ان بلند میناروں کو ڈھونڈتی ہیں۔ جن کے بدولت آتش زار حیات میں سایہ تھا چھاؤں تھی۔ خنکی تھی اور دعوت تھی ادھر حضرت مولانا انور شاہ کا علم و فضل یاد آتا ہے ادھر مولانا شبیر احمد عثمانی کا مول میں ہے لوٹ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مفتی صاحب اب تک ہمارے درمیان ہی میں موجود ہیں دار العلوم کے جلسے شوریٰ میں اب پھر کسی ڈوبی تاریخ میں وہ مولانا حفظ الرحمٰن

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور مولانا مفتی عتیق الرحمن صاحب کے ساتھ ان کی کار میں تشریف لائیں گے۔ کار دارالعلوم کے احاطہ میں کھڑی رکے گی اور مفتی صاحب اپنے پروقار انداز میں لمبے لمبے قدم زمین پر رکھتے ہوئے میرے دفتر کے سامنے سے گذر کر دارالمشورہ میں تشریف لے جائیں گے ہائے موت کے سخت گیر ہاتھ نے ہم سے بہت بڑی دولت چھین لی ایک ایسا شخص ہم سے جدا ہو گیا جس نے معمولی سی چٹائی پر بیٹھ کر دین و شریعت کے مسائل سلجھانے حکمت و سیاست کی گرہیں کھولدیں معاملات کی پیچیدگیوں کو سلجھادیا جو خاموش رہ کر صرف اپنے دشمنی افراد رذاتی وجاہت سے مسائل کو ان کی اصل حدیث کے معیار پر چل کر ستحا حق تعالیٰ ان سے راضی ہو کہ انہوں نے اللہ کے دین کے لئے بڑی محنت کی اور پرائیوں سے نہیں اپنوں سے بھی دکھ اٹھائے۔

(ازہر شاہ)

ختم شد

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چراغ میرا ہے رات ان کی

مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کا ایک ہندو ارادت کیش

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

مقرر تو آپ نے دیکھے ہوں گے۔ اور سنے بھی ہوں گے۔ لیکن جس مقرر کا ذکر میں کرنے چلا ہوں۔ وہ مقرر نہیں خطیب تھا۔ ORATOR نہیں بلکہ ایک جادوگر تھا۔ وہ جب اسٹیج پر آکر کھڑا ہوتا۔ اور مجمع کو خطاب کرتے ہوئے کہتا۔ مسلمانو! تو یقین جانئے ہوائیں اور فضائیں بھی گوش برآواز ہو جاتیں۔ انسان اپنے دل کی دھڑکنوں کو روک کر اس مقرر کی باتیں سنتے تھے۔ کہ کہیں کوئی نقطہ ہماری دھڑکن میں غائب نہ ہو جائے۔

اس کی آواز میں جادو تھا۔ اس کے انداز میں جادو تھا۔ اس کی بات میں جادو تھا۔ ایک سچائی۔ ایک خلوص۔ وہ سچا تھا وہ مخلص تھا۔ وہ قوم کا سپاہی تھا دیش کا رہنما تھا۔ اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہ حقیقت میں ایک سچا انسان تھا۔

بٹوارے کے بعد وہ ہم سے بچھڑ گیا اور پاکستان سرکار نے اس کے منہ پر پرتالا لگا دیا۔ قانونی تالا لگا دیا۔ اور اس کی زبان بند ہو گئی۔ اس کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی۔ کہ وہ سننے والوں کو چاہے وہ کسی مذہب سے متعلق ہوں۔ کسی پارٹی سے تعلق رکھتے ہوں۔ اپنا گرویدہ بنا لیتا تھا۔

وہ مقرر ۱۹۱۹ء سے لیکر ۱۹۴۷ء تک انگریزوں سے لڑتا رہا۔ اس کا کہنا تھا۔ کہ یہ ملک ہمارا ہے۔ ہمیں یہاں بدیسیوں کا راج نہیں چاہیئے۔ اس نے گاندھی جی کی اہنسا کے اصول کو اسلام کا اصول مانا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ لاہور موچی دروازہ کے باہر اس نے ایک تقریر میں کہا تھا کہ گاندھی [illegible] کہتے ہوئے کہا تھا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب لوگ پتھر مارتے تھے۔ اور ان کی پنڈلیوں سے خون بہتا تھا۔ تو کیا وہ اہنسا نہیں تھی۔ وہ چاہتے تو کیا اپنے خدا سے ان کا قول

www.KitaboSunnat.com

بربادی کیلئے دعا نہیں مانگ سکتے تھے۔ وہ چاہتے تو کیا نہیں کر سکتے تھے۔ محمد لعنہ محبوب خدا اور لوگوں کے ظلم کا نشانہ زبان پر خاموشی اور اللہ سے ان پر رحمت نازل کرنے کی دعا۔ یہ عدم تشدد نہیں تو اور کیا ہے۔ مسلمانوں! جو بات تمہیں کہنی چاہئے وہ گاندھی کہہ رہا ہے۔ اسی خطیب نے دہلی کی احرار کانفرنس میں مسلمانوں سے سوال کیا۔ کہ تم جو آج پاکستان مانگتے ہو۔ اور دیش کا بٹوارہ چاہتے ہو کس لئے؟ تب ایک مسلمان نے کھڑے ہو کر جواب دیا۔ اس لئے کہ یہ ہندوستان کے مسلمانوں کی مانگ ہے۔ بٹوارہ چاہتے ہیں، اور مسلمانوں کا ایک آزاد ملک مانگتے ہیں۔ اور جس طرف لوگ زیادہ ہوتے ہیں، وہی بات سچی ہوتی ہے۔ اور یہی بات حکومت کو ماننا پڑتی ہے۔ تب اسنے کہا۔

کیا ایک آدمی جھوٹا اور بہت سے مل کر سچے ہو جاتے ہیں۔ میرے بھائی سچائی کیطرف اس زمانے میں لوگ کم ہیں۔ اور پھر وہ جوش میں آ کر بولا۔ میرا ایمان ہے سچ ایک ہوتا ہے جھوٹے بہت ہوتے ہیں۔ میں اگر اسوقت حساب کا ایک سوال حل کرنے کو دوں اور سب اس کا جواب لکھیں۔ تو سچا ایک ہو گا۔ اس پر سوال کرنیوالا کچھ سوچنے لگا۔ تب اس مرد مجاہد نے سمجھاتے ہوئے کہا۔ جھوٹے جواب کئی ہونگے اور سچا......!

ایک کا صرف ایک ہو گا۔ (MAJORITY) مجازی کی طرف جھکنے والو یہ حقیقت ہے۔ مجازی کی۔ افراط و تفریط میں بہاتے ہو۔ ہم ایک، خدا اور ایک پیغمبر کے ماننے والے ہیں۔ یہ ان سے کہو تو تینتیس کروڑ کو خدا مانتے ہوں۔ عزیزمن سچائی ایک ہے اور اس سچائی کے پیچھے سب کو چلنا چاہیئے۔ اور پھر وہ شیر کی طرح گرجا۔ دلیش کے ٹکڑے کرنیوالو! تمہاری آنکھیں نہیں ہیں۔ لیکن میں دیکھ رہا ہوں۔ کہ بٹوارے میں خون کی ہوس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اور مجھے تو حیرت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس بات پر حیرت ہے۔ کہ یو۔پی کا مسلمان بنگال کا مسلمان۔ بہار کا مسلمان بٹوارے کی حمایت کیوں کرتا ہے۔ کیونکہ اگر پاکستان بن بھی گیا تو انہیں کیا ملیگا۔ پنجاب سرحد اور پاکستان میں کیسے آسکتا ہے۔ بٹوارے کی لکیر جو تمہارے قائد اعظم نے ہندوستان کے نقشہ پر کھینچی ہے۔ اس نے یو۔پی۔ بہار اور بنگال کے مسلمانوں کو الگ کر دیا ہے۔ یہ دہلی کی جامع مسجد تقسیم میں ہمارے حصے میں نہیں آئیگی۔ ہندوستان کی گنگا جمنا تہذیب۔ ہمارا یہ مشترک کلچر صدیوں میں بنا ہوا تمدن۔ اس کا بٹوارہ کیسے ہوگا؟

تب۔ ایک یو۔پی کے مسلمان نے کھڑے ہو کر کہا۔

شاہ جی ہم یو۔پی والوں کو بھلے ہی کچھ نہ ملے ہم اسمیں خوش ہیں۔ کہ پنجاب کے مسلمانوں کو تو ایک آزاد ملک ملیگا۔ آپ کو تو ایک اسلامی ملک ملیگا۔ جہاں شرعی حکومت ہوگی۔ جہاں مسجد کے آگے باجا نہیں بجے گا۔ جہاں شراب حرام ہوگی۔ سود حرام ہوگا لوگ نمازی اور پرہیزگار ہوں گے۔ جہاں کا قانون شرعی ہوگا۔

تب شاہ جی کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ اور جذبات پر قابو پاکر انہوں نے کہا۔ بھائی مجھے تم پر اعتبار نہیں۔ پاکستان میں حکومت شرعی نہیں ہوگی۔ بلکہ تمہارے قائد اعظم کی جیسی تہذیب بے حیا ان کا ذاتی کلچر ہے۔ وہ رنگ پاکستان میں نظر آئیگا۔ پردہ مردوں کی عقل پر پڑ جائیگا اور عورتیں عریاں گھوما کریں گی۔

اب وہ آدمی جھلا گیا۔ اور بولا۔ خدا کی قسم شاہ جی اعتبار کیجئے۔ ہم مسلم لیگ والے چاہتے ہیں کہ آپ مسلمانوں کو ایک اسلامی ملک مل جائے تب شاہ جی نے اس کے منہ کا جملہ توڑ لیا۔ اور بولے۔ یہاں صاحبزادے تم مسلمانوں کا کیسے بھروسہ کروں۔ تم انگریز کی فوج میں بھرتی ہو کر جاتے تھے۔ تیرہ روپے تنخواہ پاتے تھے اور مدینہ مکہ پر گولی چلاتے تھے۔ پھر ہند کی فوج میں بھرتی ہو کر پاکستان پر گولی نہیں چلاؤ گے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس بات پر پنڈال میں سناٹا چھا گیا۔ اور پھر شاہ جی پاکستان اس کے خیال اور اور اس کے رہنماؤں کے خلاف بول بول رہے تھے۔ جیسے کوئی مرد گھوڑے پر سوار تلوار کے سیتے ہوئے ہاتھ سینکتا چلا جائے۔

دشمن میدان سے بھاگ گیا تھا۔ اور خطابت اس پنڈال میں دانتوں تلے انگلی دابے حیران تھی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ ! . سعدیؒ

یہ خطیب کون تھے ؟

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری جو ۱۲ اگست ۱۹۶۱ء کی شام کو ملتان (پاکستان) اسلامی شہری سرزمین کو چھوڑ کر اس سرزمین میں جا بسے جہاں سوائے سچائی کے کچھ نہیں ہے۔

میں نے اس بزرگ مجاہد کو قریب سے دیکھا ہے۔ اس کی باتیں سنی ہیں۔ وہ سچا مسلمان تھا۔ لیکا دلیش بھگت تھا۔ اور ایک عظیم انسان تھا کسی نے کہا ہے۔ بڑے آدمی کے قریب مت جاؤ نہیں تو تمہیں اس سے نفرت ہو جائے گی۔ اور میں کہتا ہوں۔ بڑا آدمی وہی ہے۔ جس کے جتنا قریب جائیے اس کی عظمت بڑھتی جائے۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے بارے میں یہ کہتے ہوئے میں اپنا فرض ادا کر رہا ہوں۔ کہ وہ ان بلند ہستیوں میں سے ایک تھے جن کیلئے دل میں روز بروز عقیدت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ آج جب وہ پاکستان کی پاک دھرتی پر نہیں رہے تو عقیدت اور بڑھ گئی ہے۔ میرے دل میں بیٹھا کوئی بار بار مجھ سے کہہ رہا ہے۔ یہ عقیدت نہیں عبادت ہے۔ یہ شردھا نہیں بھگتی ہے۔ اور بھگتی (عبادت)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دہی ہوتی ہے جو پل پل بڑھتی جائے۔

پہلی بار میں نے شاہ جی کو لاہور کے ایک جلسے میں دیکھا۔ وہ انہی دنوں جیل سے رہا ہو کر آئے تھے۔ جیل جانے کی بات انوکھی تھی۔ یوں کہ معاملہ وطن کا نہیں تھا مذہب کا تھا۔ تقریباً یہی بات تھی۔ جس کے لئے آج ایڈیٹر پرچم ہند نشانہ بنایا جا رہا ہے۔!

آپ جانتے ہیں۔ انگریز کی ہمیشہ سے ہندوستان پر حکومت کرنے کی یہ پالیسی رہی ہے کہ پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو۔ پھوٹ ڈالنے کیلئے ہندوستان کی دھرتی پر بیج چند اکثر مل جاتے ہیں۔ جب پنجاب اسمبلی کا الیکشن سر پر آگیا۔ تو پنجاب کے مسلمانوں کو مذہب کے جھنڈے تلے جمع کرنے کیلئے پنجاب کے کسی سکندری بخت والے نے "شہید گنج" کا نعرہ لگا دیا۔ لاہور میں سکھوں کا ایک گوردوارہ سیس گنج کہلاتا تھا۔

سکندری شگوفہ یوں چھوڑا گیا کہ یہ گوردوارہ نہیں مسجد ہے۔ سیس گنج نہیں شہید گنج ہے۔ اور پھر سرکاری کاغذوں کے حوالے تاریخ کے صفحات سب چھان پھٹک کر رکھ دیئے گئے۔ لاہور کی فضا نعرۂ تکبیر اور ست سری اکال کے نعروں سے گونجنے لگی۔ اسلام زندہ باد کے فلک شگاف نعروں نے ماحول کو ہراساں کر دیا۔ مجلس احرار اسلام نے مسلمانوں کو خبردار کیا کہ یہ مسجد نہیں بلکہ (POLITCAL STUNT) سیاسی جادوگری ہے۔ اس جھگڑے میں مت پڑو۔ مگر سادہ دل مسلمان جو بچارا شہید یا غازی بننے کیلئے "کمر باندھے ہوئے چلنے کو" تیار بیٹھا رہتا ہو، ایسا اچھا موقعہ ہاتھ سے کیوں جانے دیتا۔ پنجاب کے مسلمان سر پر کفن باندھ کر گوردواروں کیطرف بڑھنے لگے۔

اس شہید گنج تحریک کے پیچھے ڈکٹیٹر عزیز دوست آغا شورش کاشمیری

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تھے ۔ بادشاہی مسجد میں ہم بھی گئے ۔ شورش کی ہنگامہ خیز تقریر پر ایک جوش ہنگامہ نوے اور پھر شورش کی گرفتاری اور اس کے بعد لاہور میں ایک خوف و ہراس کی لہر دوڑ گئی ۔ دن میں تین تین بار پولیس نے گولی چلائی ۔ لوگ اسلام کے نام پر شہید ہوئے علامہ مشرقی کی پوری بیلچہ تحریک (رضاکار تحریک) اسی مذہبی تحریک میں سر سکندر حیات کے ہاتھوں شہید ہو گئی ۔ موقع نازک تھا جو نعرہ نہ لگاتا اس پر کفر کا فتویٰ لگ جاتا یہ سارا STUNT تھا احرار کو کچلنے کا ۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری ان دنوں لاہور سے باہر تھے ان کی ساری زندگی ریل اور جیل میں بیتی ۔ سال میں تین سو پینسٹھ دن ہوتے ہیں اور وہ تین سو چھیاسٹھ تقریریں کرتے اور بات ایک ہی مسلمانوں آزادی کے بنا تم مسلمان ہی نہیں رہ سکتے ۔

جگہ آزادی کی یا تختہ مقام آزادی کا جب ہمارے رسول کریم نے یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ معاہدے کئے تو ہم اس آزادی کی لڑائی میں ہندو کے ساتھ سمجھوتہ کیوں نہیں کر سکتے ۔ اور تمہیں جو یہ شبہ ہے کہ ہندو آزادی کے بعد تمہارا حق کھا جائیگا تو یہ تمہارا وہم ہے ۔ ارے ظالموں جو سانپ کو دودھ پلاتا ہے وہ تمہارا حق کیسے کھا سکتا ہے ۔

شاہ جی کی تقریروں سے پنجاب کا ماحول کافی نکھر چکا تھا ۔ اور سیاسی حلقوں کا خیال تھا کہ اب پنجاب میں دیش بھگتوں کی ہی وزارت بنے گی ۔ مگر سکندر حیات سیاست کی بساط پر انگریز کا مہرہ تھا اس نے احرار کو شکست دینے کے لئے پروگرام بنا دیا احرار نے کہا یہ انگریز کا سٹنٹ ہے پنجاب کے مسلمانوں نے کہا ۔ تم بنول ہو تم کافر ہو تم سکھ ہو ۔

شاہ جی جنر پاکر لاہور آ گئے دہلی دروازہ کے باہر احرار کے دفتر میں سب احراری سیاستداں جن کے بارے میں سر فضل حسین کہا کرتے تھے کہ ان کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پاس چھ والنٹیر اور تین روپے ہوں تو یہ سوچتے ہیں کسی ریاست پر دھاوا بول دیا جائے وہ آنج سر سکندر کی وجہ سے دبک گئے تھے شاہ جی کی آمد نے ان میں ایک پھرتی پیدا کی سب سر جوڑ کر بیٹھ گئے شاہ جی نے مسکرا کر چودھری افضل حق سے پوچھا کیوں چودھری تم اس قوم کے لیڈر رہو ....

چودھری نے تلہ خود ہیں پورا کیا جو قوم میری شاہ کے ہاتھ پر بیعت کر چکی ہے اسے امیر شریعت مان چکی ہے اس قوم کے

شاہ جی نے ہنستے ہوئے کہا جی ہاں آپکی قوم مسلمان سبحان اللہ اس قوم کی تاریخ اور وہ یہ ہے کہ پہلے یہ آدمی کو خدا بناتی ہے پھر اس پر کفر کا فتویٰ لگاتی ہے پھر اسکو قتل کرتی ہے۔ پھر اس پر سجدہ کرتی ہے۔ پھر اس کا مزار بناتی ہے۔

چودھری صاحب بولے کیا کریں شاہ جی اپنی قوم سادہ دل ہے۔ دشمن شاطر ہے قوم کے لیڈر ہی اکثر ہیں مولانا ظفر علی خان بچے پٹلے بیٹھے تھے۔ شہید گنج کے سہارے اتحاد ملت کے نام پر آگے بڑھنا چاہتے ہیں، دھر لیگ فیل سکندر حیات ہے جو لڑتا ہے اور ہٹ کے صاف کئے دے رہا ہے

اگر ہم اسوقت ہم میدان میں نہ اترے تو بازی چوپٹ ہو جائیگی پاکستان کی ایک نیو پہ شہید گنج بھی بنے گا۔

کانگریس بیچاری اس مسجد کے معاملہ میں حیران بنی کھڑی ہے مسئلہ نہیں کا نہیں مذہب کا ہے صرف مسلمانوں کا ہے آپ چاہیں تو اس ساری تحریک کا رخ آزادی کیطرف موڑ سکتے ہیں۔ لوگ انگریزی گولیوں سے مرتو رہے ہیں اگر یہی آزادی کیلئے جذبہ پیدا ہو جائے تو سبحان اللہ۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد لاہور کی سڑکوں پر احراری والنیٹر ڈھنڈورا پیٹنے لگے۔ کہ کل شاہی مسجد میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری مسئلہ شہید گنج پر اپنے خیالات کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اظہار فرمائیں گے ۔

جمعہ کا دن احرار کا اعلان شاہ جی کی تقریر اور شہید گنج جسے احراری پولیٹیکل سٹنٹ سمجھتے چلے آئے ہیں ۔ بھلا وہ کیا دیکھیں گے اس اشتیاق سے لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر شاہی مسجد کے اندر اور باہر امڈ پڑتا تھا حضوری باغ مسجد کی سیڑھیاں آنگن تل دھرنے کو جگہ نہ تھی ۔ شاہ جی نماز کے بعد منبر پر آئے انہوں نے کلام پاک سے جلسے کا آغاز کیا لوگ اپر سکون بیٹھے رہے ۔

لیکن جب شاہ جی نے تقریر شروع کرتے ہوئے کہا اسے پنجاب کے سادہ دل مسلمانوں یہ مسئلہ شہید گنج کا نہیں بلکہ انگریز نے تمہارے لئے ایک قبر کھودی ہے جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی لوگوں نے گالیاں دینی شروع کر دیں واہیات گالیاں جیسے عام طور پر بھڑکا ہوا مسلمان دیتا ہے ۔ اور پھر پتھر بھی برسنے لگے ۔ شاہ جی تھوڑی دیر چپ چاپ کھڑے ہوئے تماشہ کرتے رہے جیسے یہ گالیاں اور پتھروں پر نہیں کسی دوسرے کی مذمت کی جا رہی ہو ۔

لیکن عوام مشتعل ہوتے جا رہے تھے ۔ شاہ جی نے اپنے کندھے پر ٹکے ہوئے رومال سے اپنا منہ ڈھانپ لیا اور تلاوت قرآن پاک شروع کر دی ۔ ان کی قرأت سبحان اللہ وہ رس کے ساگر تھے ۔ ان کی آواز اتنی مرلی اور انداز اتنا خوبصورت تھا کہ میں ہندو ہوتے ہوئے بھی کلام پاک کا رس لیتا تھا میں نے ان کی تقریر میں سکھوں عیسائیوں اور برہمنوں کو بھی محویت کے عالم میں دیکھا ہے یہ کلام پاک کا کمال تھا یا ان کے اندر جو انسانیت کیلئے ایک پیار تھا اس کا اثر تھا خدا جانے پر میں آج بھی اتنا ہی جانتا ہوں کہ شاہ جی کی باتیں من ہی من رس گھولتی رہتی تھیں ۔

شاہ جی کے منہ سے قرآن پاک سن کر جب ہندو بھی اپنی سدھ بسرا دیتے تھے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تو پھر مسلمانوں کا کیا حال۔

تھوڑی دیر کے بعد پتھراؤ ٹھنڈا پڑ گیا لوگ خاموش ہو گئے۔ تب شاہ جی اپنے چہرے پر سے رومال ہٹا کر بولے۔

مسلمانوں جانتے ہو میں نے منہ کیوں ڈھانپ لیا تھا؛ اس لئے کہ قیامت کے دن اگر میرے نانا تمہارے نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے پوچھیں کہ بتاؤ تمہیں کس نے برستے پرکسنے پتھر مارا تھا تو میں تمہاری صورتیں شناخت نہ کر سکوں۔

یہ جملہ سنتے ہی مسلمان دھاڑیں مار کر رونے لگے یہ ڈائیلاگ نہیں تھا یہ مسلمانوں کا عقیدہ تھا اور یہ عقیدہ ایک ازلی احترام کے ساتھ شاہ جی کے دل کی گہرائیوں سے طلوع ہو رہا تھا۔

پھر مسجد امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور اسلام زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھی۔ اب شاہ جی جلال میں آ گئے۔ اور انہوں نے لاہور کے مسلمانوں کو یوں خطاب کیا۔

اسے کرنے والے یہ لاہور نہیں کوفہ ہے ایک حسین ابن علی وہاں شہید ہو گئے تھے ایک مدنی لالہ نوا۔ یہاں شہید ہو جاتے گا۔

یہ لاہور کس مٹی پر بسا ہے جانتے ہو اس کی تاریخ پرانی ہے۔ سنو میں بتاتا ہوں۔ جب کربلا کے میدان میں حسین شہید ہو گئے تو وہاں سے مٹی کا ایک ٹکڑا اٹھا جسے فضاؤں نے آسمانوں نے زمینوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اس کیلئے جب کہیں ٹھکانا نہ رہا تو وہ اترتا ہوا اس راوی کے کنارے آ گیا یہاں اسے پناہ مل گئی اسی مٹی سے تمہارا خمیر اٹھایا گیا ہے۔ بات سچی تھی یہ بات نہیں شاہ جی کی گالی تھی جو انہوں نے لاہور کے مسلمانوں کے لئے وضع کی مگر سیمان اور کتنے شیریں ہیں نیرے لب کہ رقیب گالیاں کھا کے بے مزہ نہ ہوا۔ یہ مثال بھی وارنر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں یا انداز میں نہیں تھی بلکہ شاہ جی کے دل میں جو اپنی قوم کیلئے درد تھا وہ ان کی گالیوں میں بھی تھا۔ وہ گالی نہیں ان کا بزرگانہ خلوص تھا۔ مجمع میں سے ایک بوڑھا مسلمان روتے روتے روتے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور ہاتھ جوڑ کر بولا۔

شاہ جی سانوں ماف کر دیو سانوں یقین اے جیسے تسی احرار والے اس شہید گنج نوں من لوو تے انگریز نال متھا لاؤ تے انگریز دا پیو دی نال نہیں کر سکدا۔

شاہ جی نے کہا بابا یہ سیاست ہے ہماری زندگی اسی میدان میں گذری ہے ہم نے آدھی زندگی جیل میں اور آدھی ریل میں بتائی ہے مگر کبھی آج تم یہ کہتے ہو [illegible] انگریز کے سامنے ٹکر لیتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ خدا کی قسم اب تو جیل اپنا گھر معلوم ہونے لگا ہے۔

پھر مسجد امیر شریعت۔ کے نعروں سے گونجنے لگی۔

شہید گنج کا معاملہ الجھا ہوا تھا احرار نے سلجھانے کی کوشش کی اور آخر یہی سیاست ان کے آڑے آئی وہ جیل میں چلے گئے۔ شہید گنج کا مقدمہ عدالت میں تھا بمبئی سے قائد اعظم محمد علی جناح دس ہزار روپے اپنی فیس لیکر لاہور آگئے اور مقدمہ ہار کر چلے آئے آزادی آزاد ہوئے تو لاہور میں ایک روزہ کانفرنس تھی آغا شورش کاشمیری اتحاد ملت کو چھوڑ کر مجلس احرار میں شامل ہو گئے تھے۔

دن کو شورش کاشمیری کی تقریر تھی دبلا پتلا نوجوان عظیم شاعر، لاجواب مقرر وہ قدم نثر کی سرزمین میں گل بوٹے بکھیرے تو تیسرے قدم پہ شاعری کے پھول کھلا دے۔

اس نے شہید گنج کے پس منظر میں انگریز کی راج نیتی کو ایسا اجاگر کیا کہ شہید گنج سکھ قوم سب آنکھوں سے اوجھل ہو گئے اور سامنے صرف انگریز رہ گیا۔ جو

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

ہندوستانیوں کی سادگی کا مذاق اڑا رہا تھا۔ اور پھر اس نے شہید گنج کے بڑے بڑے لیڈروں کی قلعی کھولی۔ شورش کاشمیری کی تقریر کے بعد شاہ جی کی تقریر تھی انہوں نے شورش کے خلاف بولنا شروع کیا وہ کہنے لگے۔

مجھے یہ بات اکھرتی ہے کہ تم ان کے اسٹیج پر جاتے ہو تو ہمیں گالیاں دیتے ہو ہمارے اسٹیج پر آتے ہو تو ان کو گالیاں دیتے ہو تم لوگ کیسے ہو۔ وفاداری بشرط استواری اصل ہے مجھے کیا چلو کاروش چلیں۔ میں شاہ جی کے جذبات میں کھویا ہوا ان کی تقریر کا مزا لے رہا تھا اور یہ بھی بھول گیا کہ میرے ہی دوست کی پگڑی اچھالی جا رہی ہے۔

شورش نے یاد دلایا تو مجھے یاد آیا

شورش کھڑا ہو چکا تھا میں اٹھا ہی چاہتا تھا کہ شاہ جی غصے سے چلائے۔ رضا کارو دروازہ بند کر دو پنڈال سے باہر کسی کو نہ جانے دینا۔ یہ سچ سننے سے بھاگتے ہیں پتہ نہیں ان کی آواز میں کیا جادو تھا ہم دونوں بیٹھ گئے۔ لیکن شاہ جی کی تقریر ختم ہونے سے پہلے ہم پنڈال سے جا چکے تھے۔

دوسرے دن چودھری افضل حق میرے پاس آئے وہ شورش بھائی کو تلاش کر رہے تھے چودھری صاحب۔ کو رات کے واقعات پر افسوس تھا میں نے انہیں بتایا کہ اب شورش کاشمیری احرار کے دفتر میں نہیں آئیگا۔

چودھری صاحب تھوڑی دیر کچھ سوچتے رہے اور پھر شام کو امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری خود شورش کے گھر پر تھے

شورش کاشمیری کا گھر ایک کمرہ تھا جس میں جوان بہن بھائی سب رہتے تھے۔ گھر میں بٹھانے کو جگہ نہیں اور امیر شریعت دروازے کی چوکھٹ سے باہر کھڑے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com
"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شورش مجھے انہیں گلی کے باہر ایک ہندو دکان کے چبوترے پہ لے بیٹھا سارا محلہ اکٹھا ہو گیا اور امیر شریعت زندہ باد ہونے لگے۔ پھر بھی شورش کاشمیری مجلس احرار اسلام ہند کا جنرل سکریٹری ہوا۔ اس نے احرار کے جھنڈے تلے ہندوستان کی آزادی کیلئے اپنی جوانی کے بارہ برس جیل میں گزار دیئے۔

شاہ جی کی محفلیں خوب سجی تھیں سیاست، ادب اور شاعری ان کے دربار کی لونڈیاں تھیں اسلام ان کی زندگی تھا اور وطن کی آزادی ان کا مذہبی فریضہ ہندو کہتے تھے ان کی زبان پر سرسوتی بیٹھی ہے۔ اور مسلمان کہتے تھے دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے۔ شاہ جی اردو فارسی ہندی پنجابی بہاری اور بھوجپوری زبان میں شاعری بھی کرتے تھے۔ اور فی البدیہہ کہتے تھے۔ ایک بار ہم سب دوست شام کے قریب شاہ جی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بنگال میں قحط پڑا تھا اور ساحر لدھیانوی نے ایک نظم لکھی تھی۔ شورش نے ساحر کی نظم کی تعریف کی شاہ جی نے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

[redacted]

[redacted]

تصدق احمد خاں شیروانی

[redacted]

سنہ ۱۸۸۴ء

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بیرسٹر تصدق احمد خاں شیروانی مرحوم ہندوستان کے مشہور اور اعلیٰ مرتبت قوم پرست رہنما تھے۔ ۱۸۸۴ء میں ٹونا ضلع ایٹہ کے مشہور شیروانی خاندان میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد عبدالرشید خاں شیروانی بڑے زمیندار تھے۔ شیروانی پٹھان علی گڈھ اور ایٹہ کے اضلاع اور ان کے لوگ گرد و نواح میں چھوٹی چھوٹی اور بڑی بڑی زمینداریاں رکھتے تھے۔ اس شیروانی برادری میں تصدق احمد خاں شیروانی اور ان کے دو حقیقی بھائی نثار احمد خاں شیروانی اور فدا احمد خاں شیروانی بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں اور اور اس کے بعد مشہور ہوئے۔ اور سیاست میں کافی نام پایا۔ سرکاری لوگوں میں اللہ خاں شیروانی نے بڑا نام پایا۔ برطانیہ سے سر اور نوابی کا خطاب پایا۔ اعلیٰ پایاں دولت حاصل کی اور عرصہ دراز تک علی گڈھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر رہے ان کی برطانیہ پرست سیاست کی بنا پر شیروانی برادرس سے ان کی ہمیشہ مخالفت رہی

تصدق احمد خاں کے بچپن میں سرسید احمد خاں کے اثر و زندگی کے آخری دن گذر رہے تھے۔ اور تعلیمی اثر کے تحت قصبہ مجھرہ ضلع علی گڈھ شہر میں شیروانی انگلش اسکول قائم کیا گیا تھا۔ یہ مقام علی گڈھ شہر سے مغرب میں کوئی ۲۵ میل کے فاصلہ پر ہے اور اس کے آس پاس کے مواضعات میں ہزاروں شیروانی لوگ آباد ہیں۔ یہ جگہ ان لوگوں کا نہایت عمدہ تعلیمی مرکز بن سکتا ہے۔ اس شیروانی انگلش اسکول میں چند برس تصدق احمد خاں نے ابتدائی اور کچھ ثانوی تعلیم حاصل کی۔ جلد ہی ان کی شادی پر مجھرہ ضلع ایٹہ کے رئیس اعظم احمد سعید خاں شیروانی کی بیٹی سے ہو گئی۔ اور اپنے خسر کی امداد سے علی گڈھ میں تعلیم حاصل کرنے لگے۔ یہ زمانہ ۱۹۰۷ء کا تھا۔ جب تقسیم بنگال کی وجہ سے ہندوستان میں انگریزی حکومت کے خلاف مسلمانوں میں بڑی تیزی سے ہیجان پھیل رہا تھا۔ برطانیہ پرست مسلمان رہنماؤں کی وجہ سے عام مسلمان اس تحریک سے علیحدہ رہے۔ پھر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بھی چند مسلمان نوجوان ملک میں ایسے بھی تھے جو کسی قیمت برطانیہ کا ساتھ دینے کو تیار نہیں تھے۔ وہ برادرانِ ملک کا ساتھ دینا چاہتے تھے۔

ان دنوں علی گڑھ کالج مسلمانوں کا تہذیبی اور سیاسی مرکز سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ سرسید کے بعد نواب محسن الملک اور وقار الملک ایسے لوگ تھے جو تعلیمی کاموں کے علاوہ تہذیبی اور سیاسی باتوں میں بھی حصہ لیتے رہے تھے۔ اور برطانوی سرکار جانتی تھی کہ مسلمانوں کے نرغے پر ان کا ہاتھ رہے گا۔ جب چاہے گی اس کو دبا دیگی۔ اپنی گرفت ڈھیلی کر دیگی۔ جہاں جب کوئی مسلمان ہندوستان، دوستی کی آواز نکالتا تو اس کی گردن علی گڑھ کی مدد سے دبا دی جاتی تھی۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ مسلمان تو اس زمانے میں تھے ہی نہیں۔ ہندو تعلیم یافتہ بھی کم ہی تھے اپنی برطانیہ شناسی اور برطانیہ پرستی کی وجہ سے سرسید ہمیشہ یہ چاہتے تھے کہ ان کے کالج کے اساتذہ زیادہ سے زیادہ یورپین ہوں۔ اس لئے سوائے مسٹر چکرورتی جو ریاضی کے پروفیسر تھے۔ قریب قریب سب مضامین کے اعلیٰ پروفیسر انگریز ہی تھے۔ ان میں سے چند خود سرسید کے رکھے ہوئے تھے کسی معمولی سی مقامی بات پر انگریزی پروفیسر طلباء کالج سے ناراض ہو گئے۔ اور انہوں نے استعفیٰ کی دھمکی دے دی۔ یہ واقعہ علی گڑھ کی تاریخ میں ۱۹۰۷ کا اسٹرائک کہلاتا ہے۔ اس میں چند دن طلباء کالج نے اسٹرائک کئے رکھا۔ اور اسٹاف کے دباؤ سے چند طلباء جو بورڈنگ ہاؤس میں سیاسی مذاکرات زور شور سے کیا کرتے تھے۔ کالج سے نکال دیئے گئے۔ تصدق احمد خاں شیروانی بھی ان چند مبارک طالب علموں میں تھے جو کالج سے نکالے گئے تھے۔ اس زمانہ میں عبدالمجید خواجہ، ڈاکٹر سید محمود اور ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری تصدق احمد کے خاص دوستوں اور ہم جولیوں میں تھے۔ ۱۹۰۷ء کا یہ اسٹرائک پہلی آواز تھی۔ جو ۱۸۵۷ء کی لنبا دست کے بعد

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کسی مسلمان کے حلق سے برطانیہ کے خلاف نکلی تھی۔ اس کے کچھ دنوں اپنے خسر کی امداد سے تصدق احمد خاں مزید تعلیم کے لئے انگلستان چلے گئے۔ وہاں کیمبرج سے ایم۔ اے کیا اور لندن میں بیرسٹری کی تعلیم حاصل کی۔ جس زمانے میں جواہر لال، کیمبرج اور لندن میں تھے۔ اسی زمانے میں تصدق احمد خاں بھی وہاں تھے۔ جواہر لال نے اپنے خود نوشت حالات میں بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ جواہر لال اور تصدق احمد خاں شیروانی کی دوستی انگلستان سے شروع ہوئی اور ان کے مرتے دم تک برقرار رہی۔

۱۹۱۱ء میں جب جنگ طرابلس اور جنگ بلقان کا غلغلہ ہندوستان میں بلند ہوا تو اسی زمانے میں تصدق احمد خاں شیروانی تعلیم سے فارغ ہو کر انگلستان سے ہندوستان آئے۔ اور علی گڑھ میں بیرسٹری شروع کی۔ جو خوب چلی۔ اور جلد ہی وہ صف اوّل کے بیرسٹر سمجھے جانے لگے۔ اس زمانے میں مسجد مچھلی بازار کانپور کا واقعہ پیش آیا۔ انہوں نے اس کی قانونی پیروی بلا فیس کی۔ عام زمینداروں کے مقدمے تو ظاہر ہے کہ وہ پیشہ ورانہ طریقہ سے کرتے تھے لیکن اپنی برادری اور رشتہ داروں کے بڑے بڑے مقدمے بھی بلا فیس ہی کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ راقم الحروف سے فرخ آباد کے سجادہ نشین پھندن میاں مرحوم نے بیان کیا تھا کہ انہوں نے اپنی درگاہ سے متعلق ایک سخت مقدمہ میں علی گڑھ سے تصدق احمد خاں کو فرخ آباد بلایا۔ بعد مقدمہ انہوں نے پچاس روپے شیروانی صاحب کی نذر کرنا چاہے لیکن انہوں نے اسے قبول نہیں کیا اور یہ کہکر واپس کر دیئے کہ اس رقم کو ان کی طرف سے درگاہ کا چندہ سمجھا جائے۔ تصدق احمد خاں بڑے لمبے چوڑے سرخ سفید اور وجیہ شخصیت کے انسان تھے۔ ڈیل ڈول میں سر راس مسعود کی طرح تھے۔

علی گڑھ میں شیروانی صاحب کی پریکٹس خوب چلی یہاں تک وہ بھی کچہری پیچھے لال

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خانی پٹھانوں کی ایک کوٹھی میں رہتے تھے۔ ڈاکٹر انصاری اور حکیم اجمل خاں سے ان کے خاص تعلقات تھے۔ جب کبھی دہلی جاتے تو ڈاکٹر انصاری کی کوٹھی نمبر ۱ دریا گنج میں اور جب الہ آباد جاتے تو آنند بھون میں ٹھہرتے تھے۔

یہ زمانہ ہندوستان میں اور خاصکر مسلمانوں میں سیاسی بیداری اور کشمکش کا زمانہ تھا۔ ایک عجیب طرح کا جوش خروش لوگوں کے دلوں میں بھرا تھا۔ جس کو الفاظ میں بیان بھی نہیں کیا جا سکتا۔ پہلی جنگ عظیم کے نتائج کے تحت مرکی پر آفات کا پہاڑ ٹوٹا۔ مسلمانانِ ہند مرکی کے معاملات میں اسقدر دلچسپی رکھتے تھے کہ انہیں وطن کے اضلاع اور صوبوں سے بھی اتنی دلچسپی نہیں تھی۔ یہ جذبات زیادہ تر اخوت اسلامی اور عالمگیر اسلامی برادری کی بناء پر تھے۔ لیکن ان کی تہ میں دبی ہوئی برطانیہ سے مخالفت کی آگ بھی تھی۔

برادرانِ وطن کیطرح تقسیم بنگالہ پر مسلمان آتشی زیر پا نہیں ہوئے حالانکہ برطانیہ کی سیاسی چال کو وہ خوب سمجھتے تھے۔ اسمیں کچھ ان کا موہوم سا سیاسی فائدہ بھی تھا۔ اور قوم کی رہنمائی کی ڈور تمام کی تمام سرسید کی چھوڑی ہوئی علی گڈھ پارٹی کے ہاتھوں میں تھی۔ اس لئے تاحال قوم پرست مسلمان زیادہ عملی طاقت نہیں بن سکے تھے۔ لیکن علی برادران ظفر علی خاں حسرت موہانی اور ابوالکلام آزاد جیل خانوں سے اختتام جنگ پر ۱۹۲۰ء میں نکلے تو انہوں نے خلافت اور ترک سوالات کی تحریک شروع کر دی۔ مسلمانوں کے قلوب ہندوؤں کے ساتھ اتحاد اور برطانیہ کی مخالفت سے لبریز تھے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ مرکی ہی مسلمانوں کی آخری طاقت دنیا میں رہ گئی ہے۔ اس کو اگر کچھ فائدہ پہنچانا ہے تو ہندوستان کے اتحاد سے ہی لندن کی حکومت پر زور ڈالا جا سکتا ہے۔

تحریک خلافت اور ترک موالات شروع ہونے پر گاندھی اور علی برادران

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علی گڑھ آئے اور کالج کے طلبا سے کالج چھوڑ دینے کو کہا۔ علی گڑھ کالج کے طلباء نے کالج چھوڑ دیا۔

پرنسپل ڈاکٹر ضیاالدین اور ان کے ساتھی مہینہ دو مہینہ کیلئے کالج کو بند کر کے خانہ نشین ہو گئے۔ اور خفیہ طور سے ریشہ دوانیاں شروع کر دیں۔ طلبا کو انہوں نے حکم دیدیا کہ بورڈنگ ہاؤس خالی کر کے وہ اپنے اپنے گھر چلے جائیں۔ آخر کار ۸ / ۲۰ اکتوبر ۱۹۲۰ء تک کوئی سوا سو لڑکے بورڈنگ ہاؤس میں رہ گئے۔ ڈاکٹر ضیا الدین نے ان کا کھانا پانی بند کر ہی رکھا تھا۔ ایک دن ڈاکٹر ضیا الدین کی طلب پر علی گڑھ کی مسلح پولیس فورس کافی تعداد میں علی الصباح کالج کے احاطہ میں داخل ہوئی اور طلباء کو جبراً بورڈنگ ہاؤس سے نکالنا شروع کر دیا۔

مولانا محمد علی ان پرشور حالات کی وجہ سے اولڈ بوائز لاج میں مقیم تھے۔ اور ان کی امداد کیلئے تصدق احمد خاں اور عبدالمجید خواجہ علی گڑھ میں موجود تھے۔ مولانا محمد علی کا خیال تھا کہ اس کالج کو نیشنل کالج بنا دیا جائے۔ اور وہ فوری طور سے کالج کے ٹرسٹیان سرکاری گرانٹ لینا بند کر دیں۔ اور ہم اپنے طریقہ پر تعلیم جاری رکھیں۔ ملک بھر میں پھیلے ہوئے سرکار پرست ٹرسٹیان بھلا یہ شرط کیوں قبول کر سکتے تھے۔ اسوقت سب کو یقین تھا کہ پولیس گولی چلائے گی۔ لیکن بالکل آخری لمحے میں مولانا محمد علی نے فیصلہ کیا کہ جو طلباء بورڈنگ ہاؤس میں ہیں۔ وہ ان کے ساتھ سڑک کی دوسری طرف کرایہ پر لی ہوئی کوٹھیوں میں چلے جائیں۔ اور دو ایک دن ہی میں کسی نہ کسی طرح انتظام کر کے مولانا محمد علی نے علی گڑھ کالج کی مسجد میں ہی حضرت شیخ الہند کو بلا کر ان کے مبارک ہاتھوں سے جامعہ ملیہ اسلامیہ کا افتتاح کرالیا اور سب طلباء کے ساتھ خود بھی کرایہ کی عمارتوں میں اور نواب اسمٰعیل خاں کے میرٹھ سے بھیجے ہوئے بیس خیموں میں رہنے لگے۔ مولانا محمد علی نے بیماری کی حالت میں اور علی گڑھ کی سخت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سردی کے دنوں میں یکم نومبر ۱۹۲۰ء کی رات محض کپڑے کے ایک معمولی شامیانے کے نیچے گذاری جو ہر طرف سے کھلا ہوا تھا۔

اس تمام آزمائشی دور میں تصدق احمد خاں اور عبدالمجید خواجہ مولانا محمد علی کو جب دراست سینہ پر بیٹھے رہے۔ جب جامعہ ملیہ قائم ہو گئی تو تصدق احمد خاں اس کے انتظامی سیکریٹری اور عبدالمجید خواجہ اس کے پرنسپل بنائے گئے۔ مولانا محمد علی خاں کوآپریشن کی تحریک کے سلسلے میں بار بار باہر دوروں پر جاتے رہے۔ اور سب انتظامی کام ان دونوں کے کاندھوں پر پڑ گیا۔ تصدق احمد خاں نے ان دنوں میں ایک دفعہ راقم الحروف سے کہا تھا کہ انہوں نے تحریک ترک موالات کی تفصیلات کی بعض خامیوں پر گاندھی جی سے بس یہی کہا: مسٹر شیروانی تم پیدائشی بیرسٹر ہو۔ تحریک کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے علی گڑھ کے چند وکیلوں اور بیرسٹروں کے ساتھ تصدق احمد خاں اور عبدالمجید خواجہ نے اپنے پیشے کا کام چھوڑ دیا۔ اور اپنے ہمہ تن جامعہ کیلئے وقف ہو گئے۔ تصدق احمد خاں صوبہ یو پی خلافت کمیٹی کے سکریٹری بنائے گئے۔ ان کا دفتر ان دنوں میرٹھ میں تھا۔ اور اس وجہ سے ان کو بار بار میرٹھ جانا پڑتا۔ اور یو پی کے اضلاع کا دورہ کرنا پڑتا تھا۔ لاکھوں روپیہ چندے کا انہوں نے جمع کیا۔ ہزاروں خلافت کے والنٹیر سرکاری قوانین توڑ توڑ کر جیل خانے بھیجے جانے لگے۔ انہیں دنوں میں ایک دفعہ ۱۹۲۰ء یا ۱۹۲۱ء میں شیروانی صاحب نے راقم الحروف سے بیان کیا کہ ابھی حال ہی میں جب وہ آنند بھون گئے تھے تو موتی لال جی نے ان سے کہا کر۔ بھئی شیروانی ذرا جواہر لال کو سمجھاؤ۔ یہ کیا واہیات ہے۔ گاندھی جی کے طریق زندگی پر عمل کرتے ہوئے جواہر لال نے اپنی اہلیہ کے گھر میں جانا بالکل ترک کر دیا ہے۔ اور میری بہو ابھی بالکل کم عمر ہے۔ شیروانی صاحب نے راقم الحروف کو یہ بھی بتایا کہ اس واہیات خیال کو دور کرنے کیلئے اسی دن انہوں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

سے جواہرلال سے خوب بحث کی مگر اس کا نتیجہ نکلا اس کا کسی کو علم نہیں ہو سکتا۔ انہیں دنوں میں یعنی سنہ ۱۰ء و سنہ ۱۱ء میں موضع پیردل پور متصل سکندرا راؤ ضلع علی گڈھ میں تصدق احمد خاں نے گاؤں کے ایک مجمع میں سرکار کے خلاف ایک سخت تقریر کی اور ان کو گرفتار کر لیا گیا۔ شیروانی صاحب علی گڈھ کے بے تاج کے بادشاہ تھے۔ اس لئے سرکار نے اپنی تمام کارروائیوں کو نہایت خفیہ رکھا تاکہ ان کو چھڑانے کیلئے لوگ کچہری یا جیل خانے پر دھاوا نہ بول دیں اسی وجہ سے ان کی گرفتاری سماعت مقدمہ، گواہی، و شہادت اور فیصلہ مقدمہ سب ایک ہی دن میں ہو گیا۔ اور اسی رات کو آٹھ بجے ایک اسپیشل ٹرین سے علی گڈھ جیل کے پیچھے کے چور دروازے سے نکال کر سخت پہرے میں انہیں مینی جیل بھیج دیا گیا۔ جو الہ آباد کے قریب ہے۔ مقدمے کی سماعت کرنے والے علی گڈھ کے کلکٹر زین الدین تھے جو سرسید کے ساتھیوں میں سے تھے۔ اور علی گڈھ پارٹی کے ایک رکن تھے۔ سرکار کی طرف سے جرح کرنے والا لکھنؤ کا مشہور بیرسٹر جیکسن تھا۔ سرکار کو گواہ اور شاہد بالکل نہ ملتے لیکن نواب مزمل خاں نے اپنے ملازمین اور کارندوں کو اس کارخیر کیلئے تیار کر لیا۔ حالانکہ یہ لوگ اس تقریر میں موجود نہیں تھے۔ زین الدین نے آپ کو ایک سال کی بامشقت سزا کا حکم سنایا۔ حکم سننے کے بعد کمرہ عدالت میں ہی شیروانی صاحب نے ایک چھوٹا سا پرچہ لکھ کر مجھے دیا کہ میں نواب مزمل کو دے آؤں۔ اس پرچہ پر شیروانی صاحب کا نام اور صرف یہ شعر لکھا تھا ؎

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

میں اس دن نواب صاحب کو علی گڈھ میں نہیں پا سکا اس لئے ایک لفافہ بند کر کے یہ پرچہ میں نے ان کو بذریعہ ڈاک بھیج دیا۔

www.KitaboSunnat.com

پورے ایک سال شیروانی صاحب نینی جیل میں رہے۔ وہاں ان سے کاغذ کے لفافے بنانے کا کام لیا جاتا تھا۔ جیل خانے سے نکلے تو جلد ہی ۱۹۲۲ء آگیا اور تحریک خلافت دھیمی پڑ گئی۔ کیونکہ انگورہ میں مستقل جمہوری حکومت مصطفیٰ کمال پاشا نے قائم کرلی تھی۔ اور ترکوں نے یونانیوں کو شہر سمرنا اور ساحلِ ایشیائے کوچک سے نکال بھگایا۔ عصمت انونو نے بڑی پامردی سے کام لیا تھا۔ وارسائی صلح نامہ کے وقت لارڈ کرزن کی دھمکیوں کی کچھ پرواہ نہیں کی۔ اور اپنے قومی مطالبات پورے ہو گئے اور برطانیہ یونانیوں کی جنگی امداد کرنے کی ہمت نہیں کرسکا۔ اب مسلمانانِ ہند کے دلوں سے ترک کی حمایت کا وہ زور شور قدرتاً کم ہوگیا۔ ادھر دو چار بڑی بڑی طاقتیں خلافت والوں کے مقابلے میں صف بستہ تھیں۔ اودھ اور یوپی کے زمینداروں اور خلافت والوں سے ہمیشہ سے سخت ناراض تھے کیونکہ اس تحریک نے ان کے مقامی اثر کو بالکل غارت کردیا تھا۔ اور برطانوی حکومت ان کو بے اثر دیکھنے کیلئے کبھی تیار نہیں تھی۔ دوسری یہ بات کہ لاہور کے سر شفیع اور پشاور کے سر عبدالقیوم سخت سرکاری آدمی ہونے کی وجہ سے۔ اس تحریک کے سخت خلاف تھے۔ تیسری بات یہ ہوئی کہ خود علی برادران اور زعمائے خلافت کو پبلک فنڈ کے رکھنے اور برتنے کا کبھی تجربہ نہیں تھا۔ انہوں نے خلافت کا روپیہ لینے دینے ہر معاملہ جان چھوٹانی کے پاس رکھ چھوڑا تھا جب تک لاکھوں آتے گئے اور خرچ ہوتے گئے۔ اسوقت تک تو کچھ پتہ نہ چلا جب تحریک دھیمی پڑنے لگی تو خلافت کا سوا لاکھ روپیہ سیٹھ چھوٹانی کی تحویل میں تھا۔ سیٹھ صاحب نے اپنے دیوالیہ ہونے کا اعلان کردیا۔ اس نہایت نامناسب بدانتظامی سے تحریک خلافت کو سخت دھکا لگا۔ اور چھٹنے والے ان کے دشمن گلے بیٹھے تھے۔ ایک دفعہ سب کے سامنے آگئے ایماندار سے ایماندار آدمی پر غبن کے حملے کرنے لگے۔ علی برادران

www.KitaboSunnat.com

منافی سمجھتے تھے اور کچھ خود بھی ہوتا تھا۔ حکیم اجمل خاں، ڈاکٹر انصاری، مولانا ابو الکلام آزاد اور تصدق احمد خاں شروانی جیسے اور بہت سے جن کا اس وقت سے کچھ تعلق تھا تحریک خلافت سے علیحدہ ہو گئے اور اس کا اعلان بھی کر دیا۔ مصطفیٰ کمال خود بھی خلافت کا خاتمہ کر چکے تھے۔ لہٰذا مسلمانوں کا جوش تحریک خلافت کی طرف سے بالکل سرد پڑ چکا تھا۔ علی برادران تادیر اس تحریک کو چلاتے رہے۔ لیکن کچھ حاصل نہ ہوا۔ ۱۹۲۳ء میں کانگریس دو گروہوں میں بٹ گئی۔ ایک گروہ یہ کہتا تھا کہ اسمبلی اور کونسلوں میں جا کر حکومت کے کاموں میں رکاوٹ ڈالنا چاہیے۔ اور دوسرا گروہ اس حکومت کے ساتھ تعاون کرتا تھا اور اس کے خلاف تھا۔ پہلی پارٹی جو کونسل اور اسمبلی میں جاتی تھی سوراج پارٹی کے نام سے مشہور ہوئی۔ سی۔ آر۔ داس اور موتی لال جیسے لیڈر تھے تصدق احمد خاں شیروانی بھی انہیں کے ساتھ تھے۔ شاید ۱۹۲۶ء یا ۱۹۲۷ء کا کام الیکشن تھا جس میں تصدق احمد خاں کا کام کرنے کیلئے۔ راقم الحروف ایک ماہ شہر میرٹھ میں مقیم رہا۔ آپ کے مقابلے پر وہاں کے رئیس اعظم شیخ وحید الدین تھے شہر میرٹھ میں شیروانی صاحب کیلئے مجھ کو ذرا بھی دشواری پیش نہیں آئی۔ ان کی سیاسی شہرت اسقدر تھی کہ لوگ بہ آسانی ان کیلئے حامی بھر لیتے تھے۔ اور ان کے دورے نے تو اس شہر کی فضا بالکل ہی ہموار کر دی تھی۔ ان کے بلند و بالا سرخ و سفید رنگ کو دیکھ کر لوگ بلا دلیل ان کے ساتھ ہو جاتے تھے۔ آخر کار اس الیکشن کے دن تک حالات دیکھ کر شیخ وحید الدین نے اپنا نام واپس لے لیا۔ اور شیروانی صاحب بلا مقابلہ کونسل کے ممبر بن گئے۔ اس کے بعد الیکشن ہوا بھی آپ نے اسی طرح جیتا۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ اسمبلی کی صدارت کے لئے سوراج پارٹی کی طرف سے آپ کا نام صدارت کیلئے پیش کیا گیا۔ اسمبلی میں سوراج پارٹی کی اکثریت تھی۔ لیکن حکومت کو فضا قائم رکھنے کیلئے اچھی خاصی تعداد تھی۔ ووٹ شماری ہو چکی تو ظاہر ہوا کہ تصدق احمد خاں شیروانی صرف ۸ ووٹ سے ہار گئے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تاریخی چارٹ جلیل القدر علماء کرام کی نظر میں

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ مظاہر العلوم کا ارشاد گرامی

اپنے بزرگوں کے ناموں کو بڑے شوق سے پڑھا

برخوردار تمہارا چارٹ پہنچا۔ میں تین سال سے آنکھوں میں پانی اترنے کی وجہ سے لکھنے پڑھنے سے معذور ہوں۔ پھر بھی آتشی شیشے کی مدد سے جس سے حروف موٹے نظر آتے ہیں شوق سے تمہارے چارٹ کو دیکھا۔ اور بزرگان دین کے نام پڑھے جن کو میں جانتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمہاری اس سعی کو تمہارے لئے توشۂ آخرت بنائے۔

دعاگو محمد زکریا

جنگ آزادی کے مسلم مجاہدین کے چارٹ پر شیخ التفسیر جامعہ ملیہ کی رائے

جناب قاضی زین العابدین صاحب شیخ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی نے اپنے ایک مخصوص پیغام میں تحریر فرمایا ہے آپ نے جس انداز فکر کے تحت اس چارٹ کو ترتیب دیا ہے اس پر آپ کو دلی مبارکباد دیتا ہوں میری رائے میں اس چارٹ کو نہ صرف گھروں میں بلکہ ہر مدرسہ، لائبریری اور ہر دینی ادارہ میں آویزاں کیا جانا چاہئے اور ہر سال ہزاروں کی تعداد میں اسکی اشاعت ہونی چاہئے۔ آج جبکہ غیر مسلم تو کیا خود تعلیم یافتہ مسلمانوں کو بھی یہ نہیں معلوم کہ ماضی میں مسلمان مجاہدین نے کیا کیا قربانیاں کی ہیں تو جنگ آزادی کے مسلم مجاہدین جیسے چارٹ کی ضرورت اور بھی شدید محسوس ہوتی ہے آپ نے جس کام کو انجام دیا ہے اس پر پوری ملت اسلامیہ آپ کی شکر گزار ہونا چاہئے"

جناب مولانا سید محمد اظہر قیصر کاشمیری

مدیر دار العلوم دیوبند اپنے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں

"آپ کا تاریخی چارٹ پہنچا۔ دار العلوم دیوبند میں سب دیکھنے والوں نے اسکی تعریف کی ہندوستان کی جنگ آزادی کی تاریخ کو جس نئے ڈھنگ سے آپ نے پیش کیا ہے وہ آپ ہی کا حق ہے آپ تاریخی چارٹ بنانے میں ماہر ہیں اللہ تعالیٰ آپکی سعی کو قبول فرمائے"

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

مولانا عزیز الرحمٰن جامعی لدھیانوی ثم دھلوی

عطا اسلاف کا سوزِ دروں کر

شریکِ زمرۂ لا یحز

خرد کی گتھیاں س

مرے مولا مجھے صاح